بہارِ جنت
مسائل
حضرت مولانا محمد مہر الدین صاحب
سُنّی حنفی نقشبندی جماعتی
مکتبہ غوثیہ لاثانیہ چاہ میراں لاہور پاکستان

مَنْ یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

اہلسنّت والجماعت کے صحیح معتقدات و قابلِ حفظ و عمل کا مجموعہ

مُسمّٰی بہ

بہارِ جنّت

مُصنّفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمّد مہر الدّین صاحب سُنّی حنفی نقشبندی جماعتی

مکتبہ غوثیہ جماعتیہ لاثانیہ چاہ میراں، لاہور

کتاب . . . . . بہارِ جنّت
مؤلف . . . . . حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد مہرالدین صاحب
کتابت . . . . . محمد شریف منیر رقم
تعداد . . . . . ایک ہزار
طبع اوّل ۱۹۸۱ء
طبع دوم ۱۹۸۳ء
مطبع . . . . . کمبائن پرنٹرز، لاہور
ناشر . . . . . مکتبہ غوثیہ جماعتیہ لاثانیہ چاہ میراں لاہور
ہدیہ . . . . . روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ غوثیہ جماعتیہ لاثانیہ چاہ میراں لاہور
کتب خانہ حامدیہ لال کوٹھی لاہور
نوری کتب خانہ دربار داتا صاحب لاہور
نوریہ رضویہ لال کوٹھی لاہور
مکتبہ نبویہ لال کوٹھی لاہور
مکتبہ نقشبندیہ قادریہ گیلانیہ گورونانک پورہ منڈی چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ

تقدیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی
خصوصا علی سید نا محمّد نا المجتبی والہ واصحابہ التقی
امّا بعد

فقیر محمّد مہرالدین نقشبندی جماعتی برادرانِ اہلسنت والجماعت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ حالاتِ زمانہ نے اس طرف متوجہ کیا کہ صحیح مسائل کا ایک مفتی بہا مجموعہ اور واقعی قابلِ عمل ایک مختصر سا کتابچہ پیشِ خدمت کیا جائے جو دنیا و آخرت میں حصولِ نجات کا ذریعہ ہو۔ کیونکہ آج ہزاروں مسائل چھوٹی اور بڑی کتابوں میں عوام کے سامنے ایسے آ رہے ہیں۔ جن سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے۔ کہ یہ سب کچھ مذہب اہلِ سنت والجماعت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ عوام میں یہ بیداری نہیں ہوتی کہ امتیاز کر سکیں۔ جس کی وجہ سے وہ پریشانی میں بتلا ہو جاتے ہیں اور صحیح عقائد اور اعمال سے محروم رہتے ہیں۔ لہٰذا یہ کتابچہ جو کہ اہلِ سنّت والجماعت کے عقائد و اعمال پر مشتمل ہے۔ اہلِ اسلام کے پیشِ خدمت ہے۔ تاکہ اس کو پڑھ کر اپنے ایمان و عمل کو قابلِ تعریف بنائیں اور اس فقیر کے لیے عافیت دنیا و آخرت اور جادہ اعتدال اہلِ سنت والجماعت پر قائم و دائم رہنے کی دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وجہ تالیف

قارئین کرام! مَیں مسمی میاں محمد علاؤ الدین نقشبندی قادری جماعتی مہروی عرض پرداز ہوں کہ بزرگان دین کی طرف میرا طبعی طور پر رجحان تھا اور اسلامی تاثرات سے ایک خاص وابستگی بھی تھی جس کی وجہ سے میری ذاتی خواہش تھی کہ کوئی مضمون ایسا لکھوں جو کہ ضروری شرعی مسائل پر مشتمل ہو جو کہ میرے لیے ایک صدقہ جاریہ کی صورت رہے۔ لیکن اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے جسارت نہ کر سکا لہٰذا میں نے اپنے شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج محمّد مہر الدّین دامت برکاتہم العالیہ سے التجا کہ آپ میرے لیے ایک مختصر سا مجموعہ جو کہ ضروری شرعی مسائل پر مشتمل ہو مرتب فرما کر دیں۔ اُنھوں نے یہ کتابچہ مرتب کر کے مجھ کو عطا فرمایا جس کو حصولِ ثواب کے لیے مکتبہ غوثیہ اوثانیہ چاہ میراں لاہور شائع کر رہا ہے۔ آپ حضرات سے التجا ہے کہ اس کو پڑھ کر دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں دین و دنیا میں کامیاب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فہرست

ماخذ و مراجع

نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب
تفسیر بیضاوی	تفسیر سند الفردوس	مشکوٰۃ
" جلالین	منہاج السنۃ	موطا
" معالم التنزیل	ابو نعیم	اوسط طبرانی
" خازن	اشعۃ اللمعات	ابن مردویہ
" مظہری	موضح القرآن	طبرانی فی الکبیر
" حقانی	بخاری	دار قطنی
" کبیر	مسلم	ترغیب
" ترجمان القرآن	ترمذی	ابن خزیمہ
للطائف البیان	ابن ماجہ	ابن ابی شیبہ
" مدارک	نسائی	مرقات
" مواہب الرحمٰن	ابو داؤد	نخبۃ الفکر
" احمدیہ	مسند امام احمد	طبقات ابن سعد
" روح البیان	ابن حبان	شرح السنۃ
" نعیمی	دارمی	شرح شفا
" کنز الایمان	طبرانی	مواہب لدنیہ
" عزیزی	بیہقی	کلماتِ طیبات

نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب
نوادر	بہجۃ الاسرار	خصائص الکبریٰ
فتاویٰ بزازیہ	تنویر الابصار	سبیل الرشاد
فتاویٰ عزیزیہ	اخبار الاخیار	تاریخ اسلام
" رشیدیہ	مفردات راغب	حسامی
" عالمگیریہ	شرح المعارف	نور الانوار
" رضویہ	تنبیہہ الغافلین	مسلم الثبوت
" قاری الہدایۃ	فضائل القرآن	مقدمہ بخاری ومسلم
فیصلہ ہفت مسئلہ	کیمیائے سعادت	سیف چشتیائی
تذکرۃ الحفاظ ذہبی	ازالۃ الخفاء	فوز الکبیر
کلمات طیبات فارسی	درمختار	مطلع العلوم
مقالات مظہری	ہدایہ	توضیح تلویح
فیض الحرمین	ردالمحتار	خیرات الحسان
شرح مکتوبات	عقائد نسفی	جوہرہ نیرہ
سبیل الرشاد	خانیہ	مستدرک
مدارج شریف	جامع بیان العلم	تاتارخانیہ
مجمع الزواید	تاریخ اسلام	جامع الفتاویٰ
ابن خلدون	مجمع الزواید	توشیح
غنیۃ الطالبین	فتوحاتِ وہبیہ	بہار شریعت
فتح القدیر	شرحِ اربعین نووی	کشف المحجوب
کشف العطاء	شرح الصدور	
جامع الرموز	المیزان الکبریٰ	

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن مجید کی عظمت

(۱) وَلَئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِیۡرًا۔ (قرآن)

ترجمہ: "اور اگر تمام انسان اور جن جمع ہو کر اس قرآن مجید کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے گو ایک دوسرے کی بھرپور مدد کریں۔"

(۲) لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ۔ (قرآن) پارہ 28 رکوع

ترجمہ: "اگر ہم قرآن مجید کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ خدا کے خوف سے ڈر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔"

(۳) وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَلِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَمَنۡ حَوۡلَهَا (پارہ ۷ رکوع ۱۷) (قرآن)

ترجمہ: "یہ وہ برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے اس انداز پر نازل کیا ہے کہ اس سے پیشتر سب آسمانی کتابوں کی تصدیق اور توثیق کرے تاکہ تو اہل مکہ اور اس کے ماحول کو ڈرائے"

(۴) وَنَزَّلۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ

ترجمہ: "ہم نے اس کتاب میں سب کچھ بیان کر دیا ہے۔"

(۵) اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی

ترجمہ: "بلاشبہ یہ جو کچھ قرآن بیان کر رہا ہے وہ مجموعی طور پر سب آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ (پارہ ۳۰) (رکوع ۱۷) (قرآن)

(۶) لَا رَیْبَ فِیْهِ (ترجمہ) "اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔" (قرآن)

ان آیاتِ کریمہ سے کیا ثابت ہوا؟

(ا) یہ کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت میں حسن ترتیب میں اور واقعات حاضرہ و غائبہ کے بیان اور اظہارِ حقائق میں انفرادی یا مجموعی طور پر ضروریات حیات و ممات کی تشریح میں ملّی و ملکی قواعد و ضوابط کی تحقیق میں وہ بے مثل کتاب ہے کہ جنوں اور انسانوں سے ایسی کتاب لانا محال ہے۔

(ب) قرآن مجید اپنے اندر صداقت و امانت کا وہ جلال رکھتا ہے کہ پہاڑوں جیسی جسیم چیزیں اس کے رُوبرو ٹھہر نہیں سکتیں۔

(ج) یہ قرآن مجید برکت بھری کتاب ہے جس کا پڑھنا ہر درجہ پر مفید ہے۔

(د) قرآن مجید میں ہر چیز کا حکم موجود ہے ہر وہ انسان جو کہ دیکھنے کی استعداد رکھتا ہے وہ ہر چیز کو قرآن میں ملاحظہ کر سکتا ہے۔

(س) قرآن جن اُمور کو بیان کرتا ہے وہ اجمالی یا تفصیلی طور پر اور انفرادی یا مجموعی طور پر پہلی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یعنی قرآن مجید نے کسی غیر واقعی چیز کو بیان نہیں کیا بلکہ اس کے جملہ مندرجات کتب سابقہ سے ہی محقق و ثابت ہیں۔

خلاصہ: یہ کہ قرآن مجید اپنی نوعیت کی ایک بے مثل لاجواب و قطعی اور شاندار کتاب ہے جس کا نام ہر سلیم الفطرت انسان کا طبعی تقاضا ہونا چاہیئے۔

قرآن مجید انسانی ہدایت کیلئے آخری کتاب ہے

(۱) فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (پارہ ۲۹) (رکوع ۲۲)

(ترجمہ) قرآن مجید کے آجانے کے بعد اور کون سی کتاب آئے گی جس پر وہ ایمان لائیں گے۔

(۲) فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَ اللّٰہِ یُؤْمِنُوْنَ

ترجمہ: "اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم اور اس کی آیاتِ کریمہ یعنی قرآن کے بعد کونسی کتاب نازل ہوگی جس پر ایمان لائیں گے۔"

(۳) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (پارہ ۱۸ رکوع ۱۶)

ترجمہ: "کتنی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر فرقان نازل فرمایا تاکہ یہ سب جہانوں کے لیے ڈرانے والا ثابت ہو۔"

(۴) قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا

ترجمہ: "فرما دیجئے لوگو میں تم سب کی طرف ہدایت کرنے کے لیے رسول ہوں۔"

(۵) قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی (پارہ ۱ رکوع 14)

ترجمہ: "فرمادیجئے کہ اللہ کی ہدایت درحقیقت وہی ہدایت ہے (جو کہ بصورت قرآن مجید نازل کی گئی۔

اِن آیات سے کیا ثابت ہُوا؟

(ا) اے اللہ کے کلام کا انکار کرتے والو قرآن مجید کے بعد کون سی کتاب آئے گی۔ جس پر تم ایمان لاؤ گے یعنی قرآن مجید انسانی ہدایت کے لیے آخری کتاب ہے اس کو چھوڑنا بدقسمتی ہے۔

(ب) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ سب جہانوں کو سفلی ہوں یا علوی، خاکی ہوں یا نوری، بری ہوں یا بحری سب کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

(ج) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی طرف نبی و رسول ہیں جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی کتاب سب کی طرف ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی کتاب نہ ہوگی۔

(د) ہدایت کی حقیقت وہی ہے جو کہ خداوند کریم کے ارشادات میں ثابت ہے اور قرآن مجید کی صورت میں نازل کی گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید ہدایت کے لیے کامل و مکمل اور آخری کتاب ہے۔ اس کے علاوہ سب گمراہی اور جہالت۔ قرآن مجید کے آنے کے بعد پہلی ساری آسمانی کتابیں بلکہ دنیا بھر کی سابقہ ہوں یا لاحقہ سب کی سب منسوخ اور ناقابلِ عمل ہیں۔ ان پر عمل در آمد ناجائز ہے۔ اور نجات کے لیے غیر مکتفی ہے جو شخص ان پر عمل کرے گا اور یہ اُمید رکھے گا کہ یہ میری نجات کا ذریعہ اور سبب ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِيْثَ مِنْ يَهُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰى اَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ (رواہ احمد والبیہقی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جبکہ عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس کہا کہ ہم یہودیوں سے ایسی حدیثیں سنتے ہیں جو کہ افادی طور پر ہم کو تعجب میں ڈال دیتی ہیں کیا ان سے بعض حدیثیں ہم نوٹ کر لیا کریں؟ پس آپ نے فرمایا کہ تم یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح حیران و سرگرداں ہو۔ میں تمہاری ہدایت کے لیے ایک ستھری اور روشن طریق نجات لے کر آیا ہوں (جو تمہاری نجات کے لیے از بس کافی ہے) حقیقت یہ ہے کہ اگر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی اپنی نجات کے لیے میری تابعداری کرنے پر مجبور ہوتے۔

اور دوسری حدیث میں یوں آیا ہے: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ (رواہ الدارمی)

ترجمہ: آپ نے فرمایا جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور پیروی کی تو یاد رکھو تم سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پا لیتے تو وہ ضرور میری ہی فرمانبرداری کرتے۔

برادران کرام: صاف ثابت ہے کہ قرآن مجید کے بعد اور کسی آسمانی کتاب کی پیروی جائز نہیں اور ان پر اَب عمل کرنے والا صراطِ مستقیم پر ہرگز نہیں بلکہ گمراہی اور جہنم کی راہ پر جا رہا ہے۔

نیز اس سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد جب پہلی آسمانی کتابیں اور صحیفے قابلِ عمل نہ رہے بلکہ ان پر چلنے والا جہنم اور دوزخ کی طرف جا رہا ہے تو قرآن مجید اور حدیث پاک کے خلاف بندوں کی اور بنائی ہوئی کتابیں اور ناولیں اور خیالات وضوابط و قواعد وغیرہ بطریق اولیٰ قابل قبول نہ ہوں گے اور شریعت کے خلاف ان کی اتباع سخت ناجائز اور حرام ہوگی۔ عام ازیں کہ وہ کسی مسلمان کے نظریات ہوں یا کسی غیر مسلم کے ہر طرح سے ان کی پیروی کرنا جائز اور ضروری نہیں بلکہ حرام ہے۔

قرآن مجید کے برخلاف حکم

(۱) فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (قرآن)

ترجمہ: پس چاہیئے کہ ایسے لوگ جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس سے ڈریں کہ ان کو کوئی فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

(۲) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

(۳) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(۴) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (قرآن)

ان تین آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کی روشنی میں ارادۂ حکم نہیں کرتا وہ کافر اور ظالم اور فاسق ہے۔

(۵) مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ پارہ ۳ رکوع ۱۷ (قرآن)

(ترجمہ) جو شخص اسلام کے علاوہ اور کوئی دین اختیار کرے گا وہ اللہ کے دربار میں ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹے والوں سے ہو گا۔

(۶) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ۔ پارہ ۵، رکوع ۶ (قرآن)

(ترجمہ) ارادہ یہ کرتے ہیں کہ اپنے جملہ فیصلہ جات خدا کے علاوہ شیطانوں اور کافروں کی طرف لے جائیں حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ امر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے علاوہ اور کسی غیر شرعی حکم کی پیروی نہ کریں۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہی حکم قابل عمل ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ انتہائی طور پر ناشکر گزار اور ظالم اور فاسق ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی احکام کی پیروی اور عمل کرنے کی تاکید ہے اور کہا ہے کہ کسی غیر شرعی حکم کی طرف نہ جھکیں اور شیطان اور مخالف شرع کسی کی حکومت تسلیم نہ کریں ورنہ نہ صرف یہ کہ دنیا میں ذلت و رسوائی ہو گی بلکہ قبر و قیامت میں غیر معمولی مشکلات اور مصائب و تکالیف کا سامنا ہو گا۔

قرآن مجید کی تعریف

قرآن مجید وہ کلام مقدس ہے جو بواسطہ جبرائیل علیہ السلام خداوند کریم نے اپنے بندوں کی ہر طرح کی رشد و ہدایت کے لیے اپنے پیارے محبوب جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا اور انسانی کمال و عروج کے لیے آخری ہدایت بیان فرمادی جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ

بِالْحَقِّ . ترجمہ : تم کہو کہ اس قرآن کو تمہارے ربّ کی طرف سے سچائی کے ساتھ روح القدس یعنی جبرائیل نے اُتارا ہے ۔ نیز دوسری جگہ فرمایا :۔ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ ترجمہ : کہہ دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو سو ہوا کرے مگر مگر اس نے تو یہ قرآن تیرے دل پر خدا کے اذن سے اُتارا ہے ۔ (پارہ ۱ رکوع ۱۲)

اور یہ وہی قرآن ہے جو کہ بطریق تواتر حضور علیہ السلام سے منقول ہو کر ہمارے پاس موجود ہے ۔

اسی قرآن مجید میں جملہ علوم دینی دنیوی ملّی ملکی ظاہری باطنی وغیرہ موجود ہیں جن کو اپنی فطری استعداد کی مدد سے معلوم کیا جا سکتا ہے ۔ مشہور مقولہ ہے :۔

جَمِيعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لَكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ

ترجمہ : قرآن میں سب علم موجود ہیں لیکن آدمی اپنی فطرتی کمزوری کی وجہ سے ان کے حصول سے قاصر رہتے ہیں ۔

یہ قرآن مجید بوقت نزول جس طرح بے مثل اور کلام معجز کی حیثیت رکھتا تھا ۔ آج تک یہ اسی شان سے موجود ہے اس کی کسی طرح مثال بنا کر لانا ناممکن و محال ہے ۔ جیسا کہ پہلے گزرا ہے ۔

بہر صورت ہر طرح کی کامیابی کے لیے قرآن مجید کو معیاری حیثیت حاصل ہے ۔ اغیار نے قرآن مجید کی اس حیثیت سے ہر طرح کا استفادہ کرتے ہوئے اپنی بلندی اور ترقی کا سکہ منوانے کا دعویٰ کر رکھا ہے ۔ کاش کہ اپنوں کو بھی قرآن فہمی اور اس پر عمل در آمد کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔

قرآن مجید کا لفظی اہتمام

قرآن مجید جو کہ دینی و دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لیے نازل کیا گیا ضروری تھا کہ اس کا زائد سے زائد اہتمام کیا جائے اور لفظی اور معنوی تبدیلی سے اس کو محفوظ رکھا جائے

لہذا اللہ رب العالمین نے حسبِ وعدہ کہ ہم نے اس کو اُتارا ہے۔ ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے کہ ابدالآباد تک اس میں کسی طرح کا نقص نہ واقع ہو سکے گا۔ چنانچہ اللہ سبحانہ، وتعالےٰ نے اپنے بندوں کو اس کی حفاظت کی طرف ایسا متوجہ کیا کہ بچوں کے سینوں میں اس کو محفوظ کر دیا۔ اس کو ہر حیثیت ہر طرح کے تغیر و تبدّل سے بچا لیا جیسا کہ علماءِ دین کی حسبِ ذیل تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں اور چھ ہزار دو سو چھبیس آیات اور چھہتر ہزار چار سو تیس کلمات۔ اور تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی حروف اور اڑتالیس ہزار آٹھ سو بہتر الف۔ اور گیارہ ہزار چار سو بائیس ب اور ت ۱۰۱۹۹ ث ۱۲۷۶۔ ج ۳۲۷۳۔ ح ۴۹۷۳۔ خ ۲۴۱۶۔ د ۵۶۴۲ ذ ۴۶۹۷۔ ر ۱۱۷۹۳ ز ۱۵۹۰ س ۵۸۹۱ ش ۲۲۵۳ ص ۲۰۱۳ ض ۱۶۰۷ ط ۱۲۷۴۔ ظ ۸۴۲۔ ع ۹۲۲۰۔ غ ۲۲۰۸۔ ف ۸۴۹۹۔ ق ۶۸۱۳۔ ک ۹۵۲۰۔ ل ۳۳۴۳۲ م ۲۶۵۳۵۔ ن ۲۶۵۶۰۔ و ۲۵۵۳۶۔ ہ ۱۹۷۰۰۔ ی ۲۵۹۱۹۔ ۵۳۲۴۳۱۔ ۸۸۰۴۔ کسرات ۳۹۵۸۲۔ نقاط ۱۰۵۶۸۱۔ مدات ۱۷۷۱۔ تشدیدات ۱۲۵۳۔ (از مطلع العلوم)

سبحان اللہ۔ کس انداز کی نگرانی ہے کیا مجال کہ ایک شوشہ تک فرق آئے۔ بحمداللہ۔ یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن وہی ہے جو کہ اللہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر نازل فرمایا تھا اور یہ فخر صرف قرآن مجید کو حاصل ہے۔ آج دیگر آسمانی کتابوں تک علی العموم مبدل اور محرّف ہو چکی ہیں اور ان کی اصلیت دنیا میں ختم ہو چکی ہے جس کی وجہ سے کوئی یہودی وغیرہ اپنے دین کو حقیقی اور اللہ کا دیا ہوا دین نہیں کہہ سکتا۔ الحمدللہ علی ذالک۔

قرآن مجید پڑھنے کا انداز

قرآن مجید پڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ پڑھنے کے آداب لحاظ رکھے جائیں مشہور

ہے کہ "بے ادب محروم ماند از فضل رب" یعنی یوں خیال کرے کہ کلام اللہ معبود حقیقی اور مالک کائنات کا کلام ہے۔ اس کے فرمودہ الفاظ ہیں جن لوگوں کو محبت سے واسطہ پڑا ہو وہ جانتے ہیں کہ محبوب کے کلام اور اس کی تقریر و تحریر کی کسی پریشان اور وارفتہ انسان کے ہاں کیا وقعت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ جو فریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے وہ اصول و ضوابط سے بلند و بالا ہوتا ہے۔

ع محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ سلطانی احکام کی ہیبت دلوں پر کیا ہوتی ہے۔ بہر صورت یہ سمجھ کر کہ یہ میرے مولا کریم کا کلام ہے اور وہ میرا پڑھنا سن رہا ہے۔ پورے ذوق و شوق اور حضور قلب سے پڑھے۔

منقول ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب کلام پاک پڑھنے کے لیے کھولا کرتے تھے یہ زبان پر جاری ہو جاتا تھا ھذا کلام ربی۔ ھذا کلام ربی۔ یہ میرے رب کا کلام ہے۔

آداب کا تصوّر

مسواک اور وضو کے بعد تنہائی میں اگر ممکن ہو بیٹھ کر نہایت وقار اور تواضع کے ساتھ روبقبلہ بیٹھے اور نہایت حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف مناسب کے ساتھ پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہ، و تعالیٰ کو کلام پاک سنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو انتہائی غور و فکر کے ساتھ آیات رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیات وعید و خوف پر اللہ سے پناہ مانگے کہ اس کے سوا کوئی حقیقی طور پر چارا ساز نہیں۔ آیات تنزیہ اور تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت کرتے رونا نہ آئے تو بتکلف رونے کی کوشش کرے۔ اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اونچی چیز پر رکھے اور تلاوت کے درمیان کسی سے کلام نہ کرے اور اگر کسی ضرورت سے کلام کرنا ہو تو کلام پاک کو بند کر دے اور بیٹھ جائے۔ اعوذ دوبارہ پڑھ کر کلام پاک کی تلاوت کرے۔

اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا، اولیٰ اور افضل ہے۔

مشائخ کرام نے تلاوتِ قرآن مجید کے چھ آداب ظاہری اور چھ آدابِ باطنی بیان کیے ہیں۔

اوّل غائت احترام سے باوضو روبقبلہ ہو کر بیٹھے۔

دوم پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل و تجوید سے پڑھے۔

سوم رونے کی سعی کرے چاہے تبکلف ہی کیوں نہ ہو۔

چہارم آیات رحمت و وعید کا حق ادا کریں

پنجم اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی کو تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔

ششم خوش الحانی سے پڑھے۔

باطنی آداب

(۱) کلام پاک کی عظمت اور اس کا وقار دل میں مستحکم کرے کہ یہ مالک کون و مکان کا کلام مقدس ہے۔

(۲) اللہ سبحانہ، وتعالیٰ کی تقدیس اُمور تنزیہیہ اور اس کی رفعت شان اور برتری و کبریائی کو سامنے رکھے کہ یہ مالک و خالق کا کلام ہے۔

(۳) دل کو حتی الوسع خیالات فاسدہ اور ہر طرح کے وساوس و خطرات سے پاک رکھے

(۴) الفاظ قرآن میں تدبر اور تفکر کرے اور انتہائی ذوق اور شوق سے تلاوت کرے

منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر گزار دی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (ترجمہ) "اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو تو عزت اور حکمت والا ہے۔"

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کردی وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (ترجمہ) او مجرمو! آج قیامت کے روز فرماں برداروں سے الگ ہو جاؤ۔ پارہ 23 رکوع 3

(۵) جن آیات کی تلاوت کر رہا ہو دل کو ان کی طرف پورے طور پر متوجہ کردے۔ مثلاً اگر آیاتِ رحمت تلاوت کرے تو دل میں ایک خاص کیف پیدا ہو اور اگر آیات عذاب تلاوت کرے تو دل میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے۔

(۶) کانوں کو اس طور پر متوجہ کرے کہ گویا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے اللہ تعالیٰ مجدہٗ ہم سب کو ان مذکورہ ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید کا حفظ کرنا

بقدر ضرورت قرآن مجید کو حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے۔ یہ نماز کی طرح فرض عین ہے اور تمام کلام کا حفظ کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے کہ دنیا میں اگر ایک بھی حافظ نہ رہے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔ حضرت علّامہ ملّا علی القاری نے زرکشی سے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک کا پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہیں آج جہاں اس زمانہ جہالت میں جہاں پر دینی اُمور میں افراط و تفریط ہو رہی ہے وہاں ایسی آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں کہ قرآن مجید کا حفظ کرنا محض ایک فضول اَمر ہے۔ اس کے الفاظ کو رٹنا ایک جہالت بلکہ حماقت ہے۔ قرآن کے حفظ میں بلا وجہ دماغ سوزی اور تضیع اوقات کا ارتکاب کرنا ہے۔ استغفراللہ۔ اللہ پاک ایسے ناپاک خیالات سے ہر مسلمان کو بچائے اور قرآن مجید کو سوجھ سے پڑھنے اور حفظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید کے مجموعی فضائل

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں

سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو قرآن مجید کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

(بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

شرح المعارف میں ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں اور وہ لوگ جو بچپن میں قرآن مجید پڑھتے ہیں اور بڑے ہوکر پڑھنے کا پورا اہتمام کرتے ہیں وہ قیامت کے خطرناک حالات میں عرش معلیٰ کے سایہ میں ہوں گے۔

حدیث شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مولیٰ کریم کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو سب ذکر کرنے والوں سے زیادہ ثواب عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام باقی سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ خود خالقِ کائنات کو اپنی ساری مخلوق پر۔ (ترمذی۔ دارمی)

حدیث میں ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ تشریف لائے اور ہم سب صفوں میں بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بطحان یا عقیق میں جائے اور دو اُونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کو تو ہم سے ہر شخص چاہتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد میں جاکر دو آیتوں کا پڑھنا یا ذکر کرنا دو اُونٹنیوں سے اور تین کا تین اُونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے۔ (مسلم۔ ابوداؤد)

مطلب صاف واضح ہے کہ ایک آیت ایک اُونٹ یا اُونٹنی سے افضل ہے اور سو آیات ایک سو اُونٹ یا اُونٹنیوں سے افضل ہے اور ہزار ہزار سے اور لاکھ لاکھ سے علیٰ ھذا القیاس۔ سبحان اللہ قرآن مجید کی تلاوت کس قدر ذریعہ حصولِ رحمت ہے۔

حدیث میں ہے حضرت اُم المومنین حضور علیہ السلام سے روایت کرتی ہیں کہ قرآن کا ماہران ملائکہ کے ساتھ ہے جو انتہائی نیکوکار ہیں اور جو شخص قرآن مجید کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اس میں دقت برداشت کرتا ہے اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔

(بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ بروز قیامت قرآن خوان کو کہا جائے گا قرآن شریف کو پڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھ جیسا کہ دنیا میں تو ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھتا تھا پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں تو آخری آیت پر پہنچے۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

یعنی جس نے قرآن مجید کو دنیا میں حفظ کیا اور حصول رضائے الٰہی کے لیے وہ پڑھتا اور پڑھاتا اور سناتا رہا۔ اس کا جنتی مقام وہاں ہوگا۔ جہاں اس کی یادداشت ختم ہو جائے گی۔ شرح احادیث میں مذکور ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک مرتبہ اُوپر چڑھتا جاتا۔ کیونکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات قرآنی آیات کے برابر ہیں لہٰذا ہر شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجات اُوپر چلا جائے گا اور جو سب قرآن کا ماہر ہوگا وہ سب کے اُوپر درجہ میں ہوگا۔

مرقاۃ میں علامہ علی القاری نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس پر قرآن لعنت کرتا ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بہت قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے عقائد صحیح نہ ہوں تو قرآن مجید پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر دلیل نہیں قائم کی جا سکتی۔ خوارج کے بارے ایسی بہت سی احادیث وارد ہیں کہ قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔

قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا مطلب

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور پر پڑھنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں کئی چیزوں کی رعایت رکھ کر قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں مثلاً:

(۱) حرفوں کو اپنے صحیح مخارج سے نکالنا۔

(۲) وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے۔

(۳) حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو اچھی طرح ظاہر کرنا۔
(۴) آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ الفاظ سنائی دے سکیں اور دل پر اثر انداز ہو سکیں۔
(۵) آواز کو اس طرح درست کرنا کہ اس سے دل میں ایک اضطراب اور درد پیدا ہو۔ تاکہ جلدی اور زیادہ مؤثر ہو کیونکہ درد بھری آواز سے دل جلدی متاثر ہو جاتا ہے اور اس سے رُوح طاقت ور ہو جاتی ہے۔
(۶) تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس سے کلام کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔
(۷) آیاتِ رحمت و آیاتِ عذاب کا حق ادا کرے۔ یہ سب وہ اُمور ہیں جن کی رعایت قرآن میں رکھنا ایک مستحب اَمر ہے گو مُعنی نہ جانتا ہو۔ حضرت اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنی ترتیل یوں نقل کرتی ہیں کہ آپ قرآن مجید پڑھتے وقت سب حرکتوں کو ظاہر فرماتے جس سے ہر لفظ جُدا جُدا معلوم ہوتا۔ اللہ سبحانہ، تعالیٰ ہم سب کو ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی ہدایت فرمائے۔ (آمین)

حضرت عبداللہ ابن مسعود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے گا اس کے عوض اس کو ایک نیکی ملے گی مگر یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہو گی۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ سارا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے۔ (ترمذی۔ دارمی)

حدیث میں ہے جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور دوسرا قرآن پڑھنے سنے تو اس کو ہر ایک حرف کے سننے پر ایک نیکی ملے گی اور جو قرآن مجید کو نماز سے خارج پڑھے اس کو ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں ملیں گی اور جو نماز میں قرآن پڑھے اگر بیٹھ کر پڑھے تو اس کو ہر حرف کے عوض پچاس نیکیاں ملیں گی اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو ہر حرف کے بدلہ میں سو نیکیاں ملیں گی اور جو قرآن مجید کو ختم کرے گا اس کی ایک دعا ضرور قبول ہو گی۔ چاہے دنیا میں چاہے آخرت میں۔

حدیث شریف میں ہے بروایت حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت میں ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہو گی۔ جبکہ وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو کہ عامل ہے یعنی قرآن مجید کے پڑھنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کی یہ برکت ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے زیادہ ہو گی اور وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہے۔

حدیث میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہو گا اور اس کے والدین کو دو جوڑے ایسے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں ارشاد ہو گا تمہارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے۔ (حاکم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن پڑھائے گا اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند ہو گا حتیٰ کہ تمام قرآن شریف پورا ہو۔ (طبرانی)

تنبیہ

خیال فرمایئے کہ بچے کے قرآن پڑھنے کے واسطے سے باپ کو یہ ثواب مل رہا ہے اور جانے کیا کیا ملے گا اور اگر باپ نے اپنے دنیاوی لالچ اور چند ٹکوں کی خاطر قرآن سے محروم کر دیا اور بچہ نے اس پر عمل درآمد ترک کر دیا تو نہ صرف یہ کہ ہر دو اس ثواب لایزال سے محروم ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دربار لایزال میں آپ کو بچے کو قرآنی تعلیم سے

محروم رکھنے کے سلسلہ میں جواب دہ ہونا ہوگا اور اس سے بچے کو ابدی مشکلات میں تو ہونا ہی پڑے گا مگر آپ بھی سخت جواب دہی کی ذمہ داری لے رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ہر شخص کو اپنے بچوں کے متعلق پوچھا جائیگا۔

حدیث میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام خیال کیا حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔ (احمد۔ ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ اور بڑی موٹی اس کو مل جائیں۔ میں نے عرض کیا بے شک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے راوی کہ فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقویٰ و پرہیزگاری کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ، کے لیے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں۔ صحابہ نے عرض کی کہ وہ کون کون لوگ ہیں۔ فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خاص۔ (حاکم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قرآن شریف ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا ہے جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو وہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پس پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔ (ابن حبان۔ حاکم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن بندہ کیلئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے اور پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول فرمایئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(احمد۔ طبرانی۔ حاکم)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اے ابوذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ کی سیکھ لے تو وہ نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعت نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی کہ فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف یعنی قرآن مجید پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ (رزین)

قرآن مجید کے انفرادی فضائل

ناظرین کرام! آپ نے قرآن مجید کے مجموعی حیثیت سے فضائل و محامد و فوائد سماع فرمائے ہیں جو کہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر سپرد قلم کیے گئے ہیں۔ اب آپ انفرادی یعنی قرآن مجید کے بعض حصّوں کے فضائل سماع فرمایئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سُورہ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو سیکھو کیونکہ یہ میدان محشر میں اپنے پڑھنے والے کے سر پر پرندوں کی طرح پَر پھیلائے سفارش کیلئے آئیں گی . . . . پھر فرمایا کہ سُورۂ بقرہ پڑھو۔ اس کا پڑھنے والے پر جادو کا اثر نہیں ہونے پاتا۔ پھر فرمایا بشرطیکہ پڑھنے والا حصول رضا الٰہی کے لیے پڑھے اور دنیاوی مقاصد کیلئے اس کو ذریعہ نہ بنائے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی کو فرمایا کہ کیا میں تمھیں ایسی سورۃ نہ بتاؤں جس کی مثل سورۃ انجیل اور قرآن میں نہیں ہے۔ میں نے کہا ضرور فرمایئے آپ نے فرمایا وہ سورۃ فاتحہ شریف ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھے کہ اچانک آپ پر ایک فرشتہ اُترا۔ اُس نے کہا کہ آپ کو ایسے دو نوروں کی بشارت ہو جن کی مثل کسی نبی کو ملی نہیں اور وہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات ہیں کہ ان میں جو سوال آپ نے کیا وہ تسلیم کر لیا گیا۔

حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں جنت کے خزانوں سے نازل کی ہیں یعنی سورہ بقرہ کی آخری آیات ان کو اللہ سبحانہ نے اپنے دستِ قدرت سے مخلوق سے دو ہزار سال پیشتر تحریر فرمایا جو ان کو عشاء کے بعد پڑھ کر سوئے گا وہ اس کو قیام لیل سے کفایت کریں گی۔ (دارمی بیضاوی)

حدیث میں ہے کہ اللہ سبحانہ' وتعالیٰ نے زمین اور آسمان پیدا کرنے سے پیشتر ایک کتاب لکھی اس سے دو آیات ایسی نازل کیں جن کے ساتھ سورۃ بقرہ کو ختم کیا ہے کہ ان کو اگر کسی گھر میں تین رات پڑھا جائے تو شیطان اس گھر کے قریب نہیں جاتا۔

(ترمذی۔ دارمی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھے گا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی)

حدیث میں ہے کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے جو

اس کو ایک مرتبہ پڑھے گا گویا اس نے دس مرتبہ قرآن پڑھا یعنی دس قرآن پڑھنے کا ثواب حاصل کیا۔ (ترمذی۔ دارمی)

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ اور یٰس کو زمین و آسمان کی پیدائش سے ہزار برس پہلے پڑھا تو جب ملائکہ نے اس قرآن کو سنا تو کہا کہ اس اُمت کو خوشی ہو جس پر یہ قرآن نازل ہو گا اور خوشی ہو اُن پیٹوں کو جو اس کو اُٹھائیں گے اور خوشی ہو ان زبانوں کے واسطے جو اس کو پڑھیں گی۔ (دارمی)

حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورۃ حٰمٓ الدخان کو پڑھے گا اس وقت سے لے کر صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں جو ان کو جمعہ کی رات پڑھے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترمذی)

حدیث میں ہے سورۃ تبارك الذی پڑھنے والے کے لیے قبر میں سفارش کرتی ہے۔ (احمد۔ داؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

حدیث میں ہے سورۃ اذا زلزلت الارض کے ایک مرتبہ پڑھنے سے آدھے قرآن مجید کا ثواب ملتا ہے اور سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھنے سے تیسرے حصہ قرآن کا اور قل یا ایھا الکٰفرون ایک دفعہ پڑھنے سے چوتھائی قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم تین مرتبہ پڑھے اور بعدہٗ سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار ملائکہ مقرر فرماتا ہے جو کہ شام تک استغفار پڑھتے رہتے ہیں اسی طرح جو شام کو پڑھ کر سوئے اس کے لیے بھی ستر ہزار فرشتے صبح تک دعائے خیر و برکت کرتے رہتے ہیں۔ (ترمذی۔ دارمی)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص رات کو قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور قل ھو اللہ پڑھ کر سوئے گا صبح تک ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح صبح کو اگر پڑھے تو شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں توحید بیان کرنے میں سب سے بڑی سورۃ کون سی ہے آپ نے فرمایا کہ سورہ قل ہو اللہ احد۔ اس نے پوچھا سب سے بڑی قرآن میں کون سی آیت ہے آپ نے فرمایا کہ آیۃ الکرسی۔ پھر اس نے کہا قرآن مجید میں زیادہ ثواب کے پیش نظر آپ کو کون سی آیت مرغوب اور پسند ہے۔ آپ نے فرمایا سورہ بقرہ کی آخری تین آیتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت کے خزانوں سے اتارا ہے جو کہ عرش کے نیچے ہیں یہ آیات ایسی میری امت کو دی گئی ہیں جو کہ دنیا و آخرت کی سب بھلائیوں پر مشتمل ہیں۔ (دارمی)

حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ شریف ہر ایک مرض کا علاج ہے اور ہر مرض کے لیے شفا بشرطیکہ اعتقاد ہو۔ (دارمی۔ بیہقی)

حدیث میں ہے جو شخص سورۂ آل عمران کی آخری آیات کو پڑھے گا اس کو رات کے مکمل قیام کا ثواب ملے گا۔ (دارمی)

خالد بن معدان تابعی سے منقول ہے کہ سورہ الم تنزیل جس کو سورۃ سجدہ بھی کہتے ہیں کو روزانہ پڑھا کرو کیونکہ ایک آدمی اس کو پڑھا کرتا تھا جو کہ سخت گنہگار تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس سورۃ نے اپنے پروں کو اس پر پھیلا دیا اور کہا رب اغفر لہ اے اللہ اس کو معاف فرما دے کہ یہ مجھے بکثرت پڑھا کرتا تھا جس پر اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا کہ اس کی ہر بدی کے بدلے ایک ایک نیکی لکھو اور ایک ایک مرتبہ بلند کرو۔ نیز اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یوں جھگڑے گی کہ اے اللہ میں تیری کتاب کا حصہ ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر اور اگر میں قرآن سے نہیں ہوں تو مجھ کو قرآن مجید سے نکال دو، اور پرندوں کی طرح اپنے پڑھنے والوں پر اپنے پر پھیلا دیتی ہے۔ اسی طرح تبارک الذی بھی ہے۔ (دارمی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۃ یٰسین کو صبح پڑھے گا اس کی جملہ حوائج پوری کر دی جائیں گی۔ (دارمی)

حدیث میں ہے جو روزانہ سورۃ الھاکم التکاثر پڑھے گا اس کو ایک ہزار آیات

پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حدیث میں ہے جو قل اللہ احد کو روزانہ گیارہ مرتبہ پڑھے گا اس کو جنت میں ایک مکان ملے گا اور جو روزانہ بیس مرتبہ پڑھے اس کو دو مکان ملیں گے اور جو تیس مرتبہ پڑھے اس کو تین مکان وعلیٰ ہذا القیاس۔ (دارمی)

حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لیے عروس اور زینت ہے۔ قرآن مجید کی عروس سورہ رحمٰن ہے۔ (بیہقی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کے گھر کبھی بھوک نہیں آئے گی۔

اسی طرح بعض اور سورتوں کو علماء کرام نے خاص خاص اوقات میں پڑھنے کو زیادہ مفید فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن مجید کے مجموعی اور انفرادی طور پر یہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند فضائل بیان کیے گئے ہیں ورنہ کلام مجید ذات الٰہیہ کی طرح غیر محدود ہے اس کے فضائل اور کمالات کا کلی طور پر احاطہ طاقت بشریہ سے مستبعد بلکہ محال ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید پڑھنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماوے۔

قارئین کرام! یہ فضائل تو صرف پڑھنے پر حاصل ہوتے ہیں۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے پر کیا کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن مجید پر جو شخص عمل کرے گا اور وہ اس کے بیان کیے ہوئے ترقی کے راستوں پر گامزن ہوگا وہ یقینی اور قطعی طور پر دنیا اور قبر و قیامت میں ہر طرح سے کامیاب اور کامران ہوگا اور ہمیشہ کے لیے فرحت بھری حیات طیبہ سے محظوظ ہوگا حتیٰ کہ اگر کافر مشرک بھی اپنے فائدہ کے لیے قرآن مجید کے بتائے ہوئے لائحہ پر عمل پیرا ہوں گے تو وہ بھی کامیاب ہو جائیں گے جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ دنیاوی اور مادی ترقی کے لیے جن قوموں نے قرآن مجید کو اپنایا اور اس کی نشان دہی پر گامزن ہوئے وہ اس لحاظ سے کتنے کامیاب ہیں۔

عُلومِ قرآن

قرآن مجید میں بے شمار وہ علوم ہیں جن کی طرف بندوں کو اپنے ہر قسم کے شعبۂ حیات میں سخت ضرورت پڑتی ہے اور ان کے حصول کے بغیر ان کی کامیابی خطرہ میں ہوتی ہے۔

(۱) علم بالمخاصمۃ یعنی گمراہوں اور بے دینوں کا رد اور ان کی ہر طرح کی افراط و تفریط کا ازالہ تاکہ صراطِ مستقیم واضح ہو کہ زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکے اور نیک بندوں کا کردار قابلِ تقلید ہو سکے۔ علم کلام جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر شرعی نکتہ نظر سے بحث کی جاتی ہے۔ درحقیقت اسی علم کے حصول پر مبنی ہے۔

(۲) علم التذکیر بآلاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں آسمانوں و زمینوں و جملہ مخلوقات کی پیدائش کا بیان اور زمین و آسمان اور رات و دن میں جو کچھ عجائبات مخلوقات ہیں جو کہ اس کی ذات و صفات پر دلالت کرتی ہے اور بارش جو آسمان سے برستی ہے اور اس کی وجہ سے زمین میں نباتات اُگتی ہے اور ہواؤں کے ایک خاص طرز پر چلنے اور شمس و قمر کا ایک خاص انداز پر حرکت کرنے سے جو اُمور متعلق ہیں کہ جن سے تمام عالم کا انتظام متعلق ہے اور تدبیر وابستہ ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس یہ تمام چیزیں قرآن میں مذکور ہیں۔ یوں کہ ان کے ذریعہ سے اس کی ذات و صفات کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور متعدد مصنوعات دیکھ کر اپنی معرفتِ الٰہیہ کی تکمیل کی جائے اور قرآن کی ایسی آیات جو کہ اس کی عجائبات مصنوعہ پر دلالت کرتی ہیں حصول ثبات ابدی کے لیے بار بار تلاوت کیا جائے۔

(۳) علم التذکیر بایام اللہ یعنی ان واقعات و حوادثات کا بیان کرنا جن میں خدا کے نیک بندوں کی خوبیاں اور ان کے محامد بیان ہوں اور ان پر انعامات و احسانات الٰہیہ مذکور ہوں اور نافرمان اور سرکشوں کے ساتھ جو کچھ دنیا میں پیش آیا اور جو کچھ آخرت میں پیش آئے گا اس کا بیان ہو کیونکہ ان سے انسان کو نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے اور چونکہ قصص اور سابقہ حالات کا بیان کرنے سے

مقصود نصیحت اور عبرت ہے لہذا قرآنی قصص کو بالترتیب اوّل سے آخر تک بیان نہیں کیا گیا۔ موقعہ اور محل کے ساتھ جتنا حصہ متعلق اور نصیحت آمیز تھا اتنا ہی ذکر کیا گیا اور باقی چھوڑ دیا گیا۔ نیز تفصیلی طور پر قصہ کو بیان کرنا حصہ تاریخ ہے جو کہ مورخ کا کام ہے اور اسی کی شان نہ رب العالمین کی۔

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں وہی قصے بیان کیے گئے ہیں جن سے مخاطبین حال آشنا تھے کہ ان سے ان کو نصیحت اور عبرت حاصل ہو سکے۔

قصص القرآن

جو قصے متعدد مقامات پر قرآن مجید میں بقصد مناسب مذکور ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور ملائکہ کے سجدہ کرنے اور شیطان کا انکار سجدہ کا قصہ۔ (۲) قصہ مخاصمہ نوح علیہ السلام (۳) قصہ ہود علیہ السلام

(۴) قصہ صالح علیہ السلام (۵) قصہ لوط علیہ السلام (۷) قصہ شعیب علیہ السلام کا اور ان کی قوموں کا کہ ان حضرات نے اپنی اپنی قوم کو توحید کی تبلیغ کی، رشد و ہدایت کی راہ دکھائی اور وہ ضعیف شبہات سے پیش آئے پھر ان شبہات کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا مگر وہ نہ مانے جس پر اس نے نبیوں کی علیہم السلام مدد فرمائی اور سرکشوں کو سرزنش کی اور عذاب میں مبتلا کیا۔

(۸) فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا اور اسرائیل نافرمانوں کا بیان کیا۔ چالیس برس کا وہ نقشہ حیات جو کہ مصر کی مسافت میں پیش آیا اجمالی طور پر بیان کیا۔

(۹) داؤد اور سلیمان علیہم السلام کی خلافت کا قصہ اور ان کی آیات و کرامات کا اظہار۔

(۱۰) قصہ مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام کا۔

(۱۱) قصہ حضرت یونس علیہ السلام کا۔ (۱۲) قصہ قبول کرنا دعا حضرت زکریا علیہ السلام کا۔

(۱۳) قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور وہ اعجازی امور جو کہ آپ کی ولادت کے وقت ظہور میں آئے۔ یہ وہ قصے ہیں جن کا متعدد بار قرآن مجید میں آیا ہے اور جو قصے قرآن

میں ایک بار یا دو بار آتے ہیں مثلاً (۱۴) حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا قصہ (۱۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود کے ساتھ مناظرہ کا قصہ۔ (۱۶) جانوروں کو زندہ ہوتے دیکھنے کا قصہ (۱۷) حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا قصہ۔ (۱۸) حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ۔ (۱۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ (۲۰) اور دریائے نیل میں جانے کا قصہ (۲۱) پھر فرعون کے گھر پرورش پانے کا قصہ (۲۲) قبطی کو مکہ مارنے کا قصہ۔ (۲۳) اور مصر سے مدین میں جانے کا قصہ (۲۴) پھر وہاں پر نکاح کرنے کا قصہ (۲۵) مصر کی طرف لوٹتے وقت راستہ میں درخت میں آگ کے دیکھنے کا قصہ (۲۶) پھر اس سے کلام سننے کا قصہ (۲۷)۔ بنی اسرائیل کے گائے ذبح کرنے کا قصہ (۲۸) موسیٰ اور خضر کی ملاقات کا قصہ (۲۹) طالوت او۔ جالوت کا قصہ (۳۰) ذوی القرنین کا قصہ۔ (۳۱) اصحاب کہف کا قصہ (۳۲) اور شخصوں کے مناظرہ کا قصہ (۳۳) باغ والوں کا قصہ (۳۴) حضرت عیلیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ۔ (۳۵) مومن شہید یعنی حبیب نجار جس کو کفار نے شہید کر ڈالا تھا کا قصہ (۳۶) اصحاب الاخدود کا قصہ (۳۷) اصحاب الفیل کا قصہ (۳۸) بیت المقدس پر دوبارہ چڑھائی کا قصہ (۳۹) حضرت عزیز کا قصہ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

مضامین قرآن

ناظرین کرام! قرآن مجید کی کوئی ایسی سورت نہیں ہے جس میں حسب ذیل خوبیوں سے کوئی خوبی نہ ہو۔

(۱) صفات الٰہیہ مثلاً اس کا رحیم و کریم غفور قادر شکور علیم حلیم عادل قدوس محی ممیت مضر و مذل وغیرہ ہونا (۲) خدا کا جمیع عیوب و نقائص سے پاک ہونا جیسا حدوث عجز جہل ظلم کذب وغیرہ (۳) توحید خالص کی طرف بلانا اور شرک اور اس کی شاخ تثلیث کو مٹانا (۴) انبیاء علیہم السلام کا اس طور ذکر جو کہ لوگوں کو نیک چلنی کی طرف داعی ہو نہ بایں طور پر کہ گمراہی پر لوگوں کو حوصلہ ہو (۵) ملائکہ کا مخلوق ہونا اور اس کا فرمانبردار ہونا (۶) اللہ اور اس کے اصولوں پر ایمان لانے والوں کی مدح کرنا (۷) منکرین کی

برائی اور مذمت کرنا (۸) انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور روز حساب پر ایمان لانے کی تاکید (۹) یہ وعدہ کہ آخر اللہ کے ایمان دار بندے بے ایمانوں پر غلبہ پائیں گے۔ (۱۰) قیامت اور جزائے اعمال کا بیان (۱۱) جنت و دوزخ کا بیان (۱۲) دنیا کی برائی اور بے ثباتی (۱۳) عقبیٰ اور اس کے ثبات کی مدح (۱۴) اشیاء کی حلت اور حرمت (۱۵) احکام تدبیر المنزل کا بیان (۱۶) احکام سیاست اور ان کا بیان (۱۷) تہذیب الاخلاق کی تعلیم اور مکارم اخلاق کی خوبی (۱۸) محبت الٰہی اور اس کے پاک لوگوں کے ساتھ سچی محبت (۱۹) ان اُمور کا ذکر جن کے ذریعہ دربار الٰہی تک رسائی حاصل ہو (۲۰) فساق و فجار کی محبت سے احتراز (۲۱) عبادت مالیہ بدنیہ میں خلوص نیت کی تاکید۔ (۲۲) ریاکار اور عبادت ریاکارانہ کی مذمت (۲۳) اخلاق مذمومہ پر وعید و تنبیہہ (۲۴) بری باتوں کو ترک کر دینے کی تاکید مزید جیسے بلا وجہ صحیح غضب تکبر بخل ظلم وغیرہ (۲۵) احکام شرعیہ کا بیان (۲۶) ذکر الٰہی کی ترغیب (۲۷) زمین و آسمان میں اپنے قدرت و جبروت کا بیان (۲۸) عالم صغیر اور عالم کبیر پر غور و فکر کرنے کی دعوت۔ (۲۹) وقائع سابقہ عبرت انگیز کا بیان (۳۰) دنیائے کائنات کا وجود عارضی ہے اللہ کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اور بے شمار مضامین قرآن مجید میں مذکور ہیں جن کے تفصیلی ذکر کی یہاں پر گنجائش نہیں مختصر یہ کہ قرآن میں یہ مذکورہ بالا مضامین مثالاً مذکور ہیں انسان پر لازم ہے کہ بوقت تلاوت ان مضامین کا لحاظ رکھے تاکہ یہ تلاوت نتیجہ خیز ثابت ہو۔

تفسیر بالرائے

علمائے کرام نے سہولت کے پیش نظر تفسیر بالرائے کی قدرے تعیین کر دی ہے جو کہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) تفسیر بالرائے جس کے جواز میں اختلاف ہے تاویل متشابہات ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے ساتھ مخصوص نہ ہو اس کا نام ہے۔

(۲) تفسیر بالرائے جس کا جوازہ اتفاقی ہے۔ احکامِ شرعیہ ہوں یا فرعیہ اعرابیہ ہوں یا بلاغیہ وغیرہ کے استنباط و استخراج کا نام ہے بشرط قابلیت۔

(۳) تفسیر بالرائے جو کہ اتفاقی طور پر ناجائز ہے اور غیر صحیح ان متشابہات کی تفسیر کا نام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۴) تفسیر بالرائے وہ جو کہ ان علوم کے حاصل کیے بغیر کی جائے جو کہ تفسیر کرنے میں ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۵) تفسیر بالرائے جو کہ اپنے نظریہ اور مذہب کی تائید کی خاطر کی جائے یعنی اس طور پر کہ اپنے مذہب اور نظریہ کو اصل قرار دیا جائے۔ اور تفسیر کو اس کا تابع اور اس کی فرع قرار دی جائے۔

(۶) تفسیر بالرائے یعنی بلا دلیل قطعی طور پر یہ کہنا کہ اس آیت کا یہی معنی اور مفہوم ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔

(۷) تفسیر بالھویٰ یعنی من مانی تفسیر کرنا جو چاہے کہہ دے کہ یہی قرآن کا معنی ہے۔ اول اور دوسری کے علاوہ سب اقسام ناجائز اور غیر صحیح ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونا سب ناروا اور یہ یاد رہے کہ تفاسیر متداولہ مشہورہ مستعملہ اہل سنت والجماعت کے علاوہ تمام تفسیر نجدی ہوں یا کوئی اور یہ سب عموماً قابل اعتماد نہیں ہیں اور تفاسیر متداولہ بین اہلسنت والجماعت تفسیر بالرائے کی جملہ ممنوعہ اقسام سے بری اور پاک ہیں لہٰذا قرآن مجید کی تفسیر میں تشریح بالا کا اگر خیال نہ کیا جائے تو وہ ہرگز ہرگز قابل اعتماد و عمل نہیں ہوتی۔ پس ضروری ہے کہ تفاسیر اہلسنت والجماعت قرآن و سنت کے سمجھنے میں لازمی طور پر پیش نظر رہیں۔

قرآن مجید سے احکام کا اثبات و اظہار

قرآن مجید میں گو ہر ایک چیز اور ہر ایک شئے کا حکم موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر حکم صریح الفاظ میں موجود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ احکام قرآن مجید

سے ان قواعد اور اصول کی روشنی میں نکالے جا سکتے ہیں جو کہ عربی کلام کے سمجھنے کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثال یجئے کہ قرآن مجید میں والدین کے احترام بجا لانے کی شکل میں یوں ارشاد فرمایا:۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ یعنی والدین کو اُف مت کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان کے حق میں باعزت بات کہو۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اُن کو اُف نہ کہو تو کیا اُف کے علاوہ سب کچھ اور ہر بد تہذیبی کا مظاہرہ ان کے حق میں جائز ہے؟ ہر گز نہیں اور بالکل نہیں تو پھر دوسری چیزوں کی ممانعت قرآن سے کیسے نکلی تو یہ کہا جائے گا کہ اُف اور غیر اُف کی ممانعت قرآن سے ہی ہے لیکن صراحتاً صرف اُف کی ممانعت ہے اور غیر اُف کی کسی اور طور پر . . . . . . بنابریں علماء نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید سے احکام کے نکالنے کے لیے متعدد طریقے ہیں کہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں مثلاً ظاہر نص مفسر محکم عام خاص مشترک مؤول خفی مجمل مشکل متشابہ حقیقہ مجاز صریح کنایہ۔ عبارت النص اشارۃ النص دلالت النص اقتضاء النص وغیرہ! تو ہر حکم کو قرآن مجید سے نکالنے کے لیے ازبس ضروری ہے کہ ان مذکورہ بالا طریقوں کو اپنایا جائے۔ ان کے بغیر یہ کہنا کہ یہ حکم قرآن میں نہیں اس کو نہیں مانا جا سکتا۔ یہ دیدہ دلیری ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قرآن مجید سے اخذ احکام کے لیے اصولی بنیادی علوم کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے اور ان کے ائمہ فن اور علماء ربانی و فقہا ملت کا ارشاد احکام شرعیہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ محض اپنی معمولی شُد و بُد سے قرآن مجید سے احکام نکالنے کا مدعی ہونا انتہائی طور پر گمراہ کن نظریہ ہے۔ اور ایسے بے خبر لوگوں کی باتوں کو جو کہ از خود انہوں نے بنائی ہوں ہر گز ہر گز قابل قبول نہیں سمجھا جائے گا۔ لہٰذا فقہ شریف جو کہ کتاب و سنت کا حقیقی تاثر اور مفاد ہے اس کی روشنی میں عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

تفسیر کا معنی

علم تفسیر وہ علم ہے کہ جس میں احوال قرآن مجید سے بحث کی جائے اور بقدر طاقت بشریہ الفاظ سے جو کچھ خدا تعالیٰ کی مراد ہو اس کو ظاہر کیا جائے۔

موضوع مبادی غرض علم تفسیر

علم تفسیر کا موضوع اور محل بحث قرآن بحث ہے اور غرض اس کی قرآن مجید کے معانی اور مطالب جان لینا ہے اور اس کے مبادی یعنی اس کے ذرائع حصول صرف نحو اور معانی بیان فقہ اصول حدیث کلام وغیرہا علوم ہیں پس ثابت ہوا کہ جو شخص اس زمانہ میں علوم ضروریہ اسلامیہ سے محروم ہے۔ خواہ کیسا ہی عقل مند کیوں نہ ہو وہ معرفت مطالب قرآن سے محروم ہے اور اس کی قرآنی تشریح ناقابلِ قبول۔

تفسیر قرآن بیان کرنے کیلئے ضروری علوم

(۱) علمِ لغت۔ جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جائیں۔

(۲) علم نحو کہ اعراب و حرکات کے بدلنے سے معنی بدل جاتا ہے۔ اور یہ تبدیلی نحو میں بیان کی جاتی ہے (۳) علمِ صرف کا جاننا ضروری ہے کیونکہ الفاظ اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں اور یہ لفظی تغیر و تبدل علم صرف میں بیان کیا جاتا ہے۔ (۴) علمِ اشتقاق کا جاننا ضروری ہے کیونکہ لفظ جب متعدد مادوں سے مشتق ہو گا تو معنی اس کے مختلف ہوں گے۔ (۵) علمِ معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں (۶) علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا تشبیہ و کنایہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (۷) علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے لحاظ سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علمِ بلاغت کہلاتے ہیں اور مفسر کے اہم معلومات میں سے ہیں اس وجہ سے کہ کلام الٰہی

جب کہ سراسر اور مجموعہ اعجاز ہے۔ انھیں سے اس کا اعجاز اور بے مثل ہونا معلوم ہوتا ہے (۸) علمِ قرأت کا جاننا بھی ضروری ہے اس وجہ سے کہ مختلف قرأتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی بعض معنی پر ترجیح و فوقیت معلوم ہو جاتی ہے۔ (۹) علمِ عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اس لیے کہ کلام میں بعض آیات ایسی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہٗ و تعالیٰ و تقدس پر صحیح نہیں اس لیے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی جیسی کہ آیت ید اللہ فوق ایدیھم ہیں (۱۰) اصول فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط احکام معلوم ہو سکیں۔ (۱۱) اسباب نزول آیات کا معلوم ہونا بھی لازمی ہے کہ شان نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے۔ اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی بہت اہم ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام معمول بہا سے ممتاز ہو سکیں۔ (۱۳) علم فقہ کا معلوم ہونا بھی بہت اہم ہے ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں (۱۴) ان احادیث کا معلوم کرنا ضروری ہے جو قرآن مجید کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوتی ہیں۔ (۱۵) وہ علم وہبی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے: من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم (جبکہ بندہ معلوم چیز پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا۔)

یہ وہ علوم ہیں جو کہ مفسّرِ قرآن کے لیے بطور آلہ اور سبب کے جاننا ضروری ہیں اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت بغیر قرآن کی تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے۔ صحابہ کرام کو علوم عربیت طبعًا حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ لہذا بعد کے علوم مروجہ ان کیلئے نقصان دہ نہیں۔ (از فضائل قرآن مصنفہ مولوی محمد زکریا صاحب)

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا انسانی قدرت سے خارج ہے لہذا اس کا حصول تفسیر کے لیے ضروری نہیں ہونا چاہیئے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جن پر حق تعالیٰ شانہٗ، اس کو مرحمت فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ

ناظرین کرام - ان مذکور بالا تصریحات سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ولائح ہوگیا کہ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی تشریح کے لیے علوم مذکورہ کا حاصل کرنا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے کہ اگر ان کو حاصل کیے بغیر قرآن مجید کی تفسیر کی جائے تو وہ تفسیر بالرائے اور ذاتی رائے ہونے کی وجہ سے غیر مقبول اور مردود ہوگی - لہٰذا اگر کسی سے ان علوم ضروریہ کے بغیر محض اپنی ذاتی استعداد اور اُردو تراجم قرآن دیکھ کر قرآن مجید کی تفسیر شروع کر دی اور یہ بتانے کی کوشش کی کہ یہ میرا ترجمہ اور تشریح بالکل صحیح اور ضروری العمل ہے تو یہ شرعی اور عقلی طور پر بھی سخت وبے باکی اور بے معنی عبارت ہوگی۔

لہٰذا ضروری ہے کہ وضاحت اور تفسیر قرآن کے لیے علماء ربانی اور فضلاء ملت اور مخلصین ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے۔

نسخ قرآن کی حقیقت

نسخ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ کسی فائدہ اور مصلحت کی وجہ سے کسی آیت کو یا کسی آیت کے حکم کو منسوخ اور ناقابل عمل قرار دیا جائے اور یہ کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوتے ہیں اور کبھی یوں کہ آیت منسوخ ہوتی ہے لیکن اس کا حکم باقی ہوتا ہے اور کبھی اس طور پر ہوتا ہے کہ تلاوت باقی ہوتی ہے اور حکم منسوخ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یارہ (۱) رکوع (۱۳) مَانَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا۔ اگر ہم کسی ایک آیت کو منسوخ کر دیں یا اس کو دل سے بھلا دیں تو اور آیت اس کے بدلہ میں لے آتے ہیں جو کہ پہلی آیت کی طرح ہوتی ہے یا اس سے زیادہ ثواب وغیرہ کی مفید ہوتی ہے۔

عقلی طور پر بھی نسخ جائز ہے

نسخ کی حقیقت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس کی بنا بندوں کا فائدہ ہے لہذا جب کسی وقت پہلی آیت یا پہلے حکم سے دوسری آیت یا دوسرا حکم زیادہ مفید ہوا تو اس کے جواز میں کیا شک ہو سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور وہ ہر چیز کے خالق وعالم ہونے کی وجہ سے جانتا ہے کہ یہ آیت اور حکم فلاں فلاں وقت تک مفید ہے یا فلاں وقت کے لیے غیر مفید۔ تو وہ محض بندوں کے فائدوں کے پیش نظر آیات اور اُن کے احکام میں تبدیلی کر دیتا ہے اور یہ تبدیلی اللہ کے علم میں تو پہلے سے معلوم ہوتی ہے کہ اس کا علم ازلی اور ابدی غیر متبدل ہے تو اس کے لحاظ سے یہ تبدیلی محض حکم کی مدّت کا بیان ہے کہ وہ پہلا حکم اتنی مدت کے لیے ہی تھا مگر بندوں کو چونکہ اس حکم و آیت کی مدت بقا کا علم نہیں ہوتا وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت اور یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہی ہوگا تو جب پہلے حکم یا آیت کے بدلہ میں دوسرا حکم یا آیت آتی ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم بدل دیا گیا ہے یا اس حکم نے پہلے حکم کو اور پچھلی آیت نے پہلی آیت کو ناقابل بقا قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔

اس کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جیسے حکیم ایک مریض کی تشخیص مرض کے بعد نسخہ تجویز کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس پرہیز کے ساتھ اس دوا کو استعمال کرو اور ایک ہفتہ کے بعد پھر تشخیص کراؤ تو جب مریض دوا استعمال کرنے کے بعد دوبارہ حاضر ہوتا ہے تو دوا مفید یا غیر مفید ہونے کی صورت میں اگر حکیم صاحب دوا میں کچھ ردّ و بدل کرتا ہے تو مریض یہ نہیں کہتا کہ آپ نے نسخہ میں یہ اجزاء کیوں بڑھائے ہیں یہ آپ کو پہلے معلوم نہ تھا کیونکہ مریض کو معلوم ہے کہ نسخہ مریض کی مصلحت کے لیے تجویز ہوا تھا جس کو حکیم صاحب جانتے ہیں اور مریض نہیں جانتا تو اب بھی مریض کو معلوم ہے کہ حکیم صاحب نے یہ تبدیلی کسی مصلحت کی وجہ سے کی ہے لہذا معترض ہونے سے وہ بچتا ہے بلکہ شکر گزار ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے مزید غور و خوض سے اپنی

انتہائی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امم سابقہ کے احکام اور پہلی شریعتیں قرآن مجید کے آنے کے بعد سب کی سب منسوخ ہو گئیں اور رسالتیں منسوخ العمل ہو گئیں۔ آج قرآن کے ہوتے ہوئے نہ پہلی کوئی شریعت اور نہ کسی کی نبوت اور رسالت عملی طور پر قابل عمل ہے کیونکہ اپنے اپنے وقت میں ان طبائع انسانیہ کے لیے وہی احکام الٰہیہ لائق اور مفید تھے۔ تو جیسے آج قرآن سے پہلے کسی آسمانی کتاب کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیشتر کسی نبی و رسول علیہ السلام کی عملی نبوّت و رسالت کو ضروری العمل قرار دینا ناجائز ہے۔ ایسے ہی قرآن مجید کے وہ حصے جو کہ کسی حیثیت سے منسوخ العمل ہو چکے ہیں ان کو زیر بحث لانا اور ان کو واجب العمل قرار دینا بھی نادرست اور غیر صحیح ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نسخ کی حقیقت میں چونکہ بندوں کی ہر طرح سے مصلحت پیش نظر آتی ہے لہذا قرآن کا نسخ قرآن کے علاوہ سنت سے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام الٰہی کو اس کے حقیقی معلّم مبلغ و مفسر ہونے کی وجہ سے جانتے ہیں کہ یہ حکم کتنی مدت تک مفید ہے اور وہ اللہ کے ہر حکم کی ہر حیثیت اور شق کو جانتے ہوئے کسی ردّ و بدل کرنے کے شرعاً مجاز ہیں اور عقل سلیم اس کو تسلیم کرتی ہے۔

محکم اور متشابہ

قرآن مجید میں بعض آیات ایسی ہیں کہ اس کا معنی ظاہر و باہر ہوتا ہے اور کسی طرح سے اس میں تاویل اور ردّ و بدل کی گنجائش نہیں ہوتی جیسا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز قائم کرو۔ اس میں کسی طرح کی تاویل نہیں صاف معنی ہے کہ نماز کو قائم کرو اور ادا کرو اور بعض آیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا معنی صاف اور صریح طور پر سمجھ نہیں آتا مثلاً یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے اب نہ معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی کیا کیفیت ہے کیونکہ اگر ہم کسی مخلوق کے ہاتھ

کی طرح اُس کا ہاتھ سمجھ لیں اور یہ کہیں کہ اللہ کا ہاتھ فلاں کے ہاتھ یا فلاں چیز کی طرح ہے تو یہ کہنا قرآن کی رُو سے ممنوع ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کوئی شے اُس کی مثل نہیں۔ تو اب اگر ہم یہ کہیں اس کا ہاتھ فلاں کی طرح ہے تو قرآن مجید کی صراحتہً مخالفت لازم آتی ہے۔ نیز ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب چیزیں ممکن اور حادث ہیں اور وہ اللہ کی طرح کیسے ہو سکتی ہیں تو پھر یہی کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ تو ہے مگر وہ جو اس کی ذات کے لائق ہے اور ہم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اس کی کوئی حقیقت متعینہ ثابت نہ ہوئی۔ لہذا اس آیت اور اسی قسم کی اور آیات جو کہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء و جوارح پر دلالت کرتی ہیں سب کو متشابہات کہتے ہیں ان کا معنی اور ان کی حقیقت بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ ہاں جس کو اللہ تعالیٰ بتاوے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے جس کو چاہے جو چاہے بطریق وحی و الہام بتا دے وہ مالک و مختار ہے اس کو کون روک سکتا ہے مگر بعض لوگوں نے اپنی بے سمجھی کی وجہ سے متشابہات کی حقیقت اور ان کے معانی میں از خود کرید شروع کر دی تو بعض علماء نے احتیاط سے ہی کام لیا اور کہا کہ ان کی حقیقت اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا یہ علماء متقدمین اسلام کا نظریہ ہے جس کو مذہب تفویض کہتے ہیں یعنی متشابہات کی حقیقت کو اللہ کی طرف تفویض اور سپرد کر دینا اور بعض متاخرین علماء نے متشابہات کی کچھ ایسی مناسب تاویلیں کی ہیں کہ محکمات سے تصادم بھی نہ ہو اور کسی کی نوک جھوک کا خطرہ بھی نہ رہے مثلاً ید اللہ فوق ایدیہم کا معنی یہ کیا کہ اللہ کی قدرت ان کے ہاتھوں پر مسلط اور ان پر متصرف ہے کیونکہ لغت اور عربی زبان میں **ید** سے مراد قدرت و نصرت مراد لیا جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس اس طرح مقطعات قرآنیہ کو بھی علماء نے متشابہات میں داخل کیا ہے کیونکہ ان کی مراد حقیقی بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اگر کسی مفسّر نے ان کی کچھ تشریح کی ہے تو وہ ایک گونہ رمز و اشارہ بیان کیا ہے نہ کہ حقیقت۔ بہر صورت متشابہات کی حقیقت د

ماہیت بجز اللہ تبارک و تعالیٰ اور کوئی نہیں جانتا ہاں جس کو وہ اپنے فضل و کرم سے کچھ بتا دے۔ (بیضاوی وغیرہ)۔

شرعی احکام ثابت کرنے کی ترتیب

اُمورِ شرعیہ بالخصوص احکام متنازعہ فیہا میں سب سے اوّل اور مقدم جو اَمر فیصل اور قطعی حکم ہوگا۔ وہ قرآن مجید اور حدیث صحیح ہے۔ قرآن مجید میں ہے :

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

اے ایمان دارو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی فرماں برداری کرو اور ان کی جو کہ تم سے اولی الامر (یعنی علماء مجتہدین) ہیں۔ پس اگر تمھارا کسی امر میں تنازع ہو جائے تو فیصلہ کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کے ارشاد کو تسلیم کرو اگر اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ نیز فرمایا :

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ۔

یعنی جو قرآن مجید کے ساتھ فیصلہ نہ کرے وہ انتہائی ناشکرا اور کافر ہے۔

اور دوسرے مقام پر یوں فرمایا :-

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

یعنی شرعی فیصلہ نہ دینے والے قطعی فاسق اور بے دین ہیں۔

اور فرمایا :

مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

جو کچھ تمھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دیں وہ لے لو۔ اور جس سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔

نیز فرمایا :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری اطاعت اور فرماں برداری کرو۔

نیز فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

تیرے پروردگار کی قسم وہ اس وقت تک پختہ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اپنے تمام اختلافات کے تصفیہ میں آپ کو قطعی منصف اور یقینی حکم نہ مقرر کر لیں اور پھر آپ کے فیصلہ کو بنظر استحسان دیکھتے ہوئے حتمی طور پر تسلیم نہ کر یں۔

ان آیات کریمہ میں صاف صاف فرمایا کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اس امر پر مجبور ہے کہ وہ اپنے تمام مناقشات اور جملہ اختلافات کے طے کرنے میں قرآن مجید اور سنت صحیحہ کو حکم اور اَمرِ فیصل تسلیم کرے ورنہ وہ برائے نام اور دکھاوے کا مسلمان ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے علماء ربانی کی طرف رجوع

بعض اُمور اور احکام سے متعلق قرآن و حدیث میں تفصیلی بحث نہیں ہوتی صرف اجمالی طور پر ان کا ذکر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی تشریح اور تحقیق میں صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ارشادات واجب التسلیم ہوں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

ہر وہ شخص جو کہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ارادۃً مخالفت کرے اور جمہور (علماء) اہل اسلام اور ان کی اکثریت کو ترک کر دے ہم اس کو اس کی نفسیاتی روش پر چھوڑ دیں گے۔ اور دوزخ کی بڑھتی ہوئی آگ میں داخل کریں گے جو کہ کسی وجہ سے آرام کی جگہ نہیں ہے۔

تفسیر ترجمان القرآن للطائف البیان جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۶-۱۷-۱۸ پر ہے جس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔ یعنی تفسیر میں یوں فرمایا گیا کہ قرآن کا بعض حصّہ چونکہ بطریق اجمال ہے لہٰذا اس کی تشریح و تفصیل کے لیے سب سے اوّل قرآن مجید ہے (۲) یہ کہ جو معنی قرآن کا رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے وہ بہترین تفسیر ہے بلکہ یہی وہ حقیقی اور نفس الامری تشریح ہے کہ جس کی اتباع تمام لوگوں پر عین واجب ہے (۳) یہ کہ قرآن مجید کے کسی حکم اور اَمر کے متعلق اگر حدیث میں تفصیل موجود نہ ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تفسیر تلاش کی جائے کیونکہ ان کی تفسیر بلحاظ اس کے کہ وہ قرآن مجید کے ان واقعات اور حالات کو جن پر قرآن مجید نازل ہُوا اچھی طرح جانتے ہیں لہٰذا ان کی تفسیر ہر اَمر میں تمام علماء کرام سے مقدّم ہو گی۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) کہ خلافتِ راشدہ جو کہ تقریباً تیس سال تک ہے وہ در حقیقت نبوت کا تتمہ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گویا حق تو یہ تھا کہ اتنی مدّت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں رہ کر خود بنفسِ نفیس خلافت راشدہ کے ہر کردار کو جو کہ تتمہ نبوت تھے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے لیکن حکمتِ ایزدی اور مشیتِ الٰہی اس اَمر کی متقاضی ہو گی کہ آپ کے بعد یہ جملہ اُمور آپ کے فیض یافتہ افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سرانجام پائیں۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ریاض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ایسا وعظ فرمایا کہ آنکھیں رونے لگیں اور دل خوف زدہ ہو گئے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وعظ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی اپنے پس ماندگان کو بوقت مفارقت کچھ کلمات وداعیہ کہتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے امیر کی پوری اطاعت کرو گو وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو بلاشبہ جو شخص میرے بعد رہے گا وہ بے شمار اختلافات

دیکھے گا پس تم اُس وقت میری اور میرے صحابہ کی سنت کو مضبوط پکڑو گویا کہ تم نے اپنی ڈاڑھوں سے ایک چیز کو پکڑ رکھا ہے اور ہر ایسی نئی چیز سے بچو جو کہ میری شریعت سے (اصولی طور پر) ثابت نہ ہو۔ کیونکہ ایسی ہر نئی چیز بدعت ہے اور ایسی ہر بدعت گمراہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔
دیکھئے کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی سب سے بیشتر کس قدر تاکید ہے (مشکوٰۃ شریف)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ جو دوسرے زمانہ میں ہوں گے پھر وہ جو تیسرے زمانہ میں ہوں گے پھر ایسی حالت ہو جائے گی کہ ایک قوم ایسی آئے گی کہ ان کی قسمیں ایمان سے پیشتر اور ایمان قسموں سے بیشتر ہوں گے۔ پھر وہ جو تیسرے زمانہ میں ہوں گے

یعنی لوگ ایسے حریص ہوں گے کہ بلا وجہ اور ناجائز طریقے پر بلا بلائے شہادت دیں گے اور کذب و افترا کا طریقہ اختیار کریں گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ (ترمذی)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو کسی گمراہی اور ضلالت پر جمع نہیں کرے گا۔

وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ (ترجمہ) عام جماعت (اہل اسلام) پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو اس سے علیحدگی اختیار کرے گا وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِہٖ (ابو داؤد)

جو شخص اہل اسلام کی مشہور اور عام جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہو گا اس نے قطعاً اپنی گردن کو علاقہ اسلام سے آزاد کر دیا یعنی اسلام سے اس کا رابطہ ختم ہو گیا۔

ان حوالہ جات مذکورہ بالا میں روز روشن سے زائد واضح ہوتا ہے کہ قرآن و سنت شریعت کی تشریح اور تفصیل میں ہم قرآن اور سنت اور علماء ربانی و فقہاء اُمت اور ان کی عام اکثریت اور ان کے مفتی بہا اقوال کے پابند ہیں جو ان کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تشریحات ہوں گی وہ حتمی طور پر ضروری العمل اور واجب الاتباع ہوں گی۔ ان کی مخالفت صراط مستقیم کی مخالفت ہو گی اور گمراہی اور ضلالت کا پیش خیمہ۔

سلف کی طرف رجوع کرنے میں ترتیب

کسی حکم کو ثابت کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآن شریف کی طرف رجوع ہوگا اور قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے پہلے خود قرآن مجید کی تفسیر ہوگی اور بعد میں حدیث سے اور پھر صحابہ کرام اور دیگر فقہاء اُمت مگر پہلے صحابہ کرام سے جو فقیہہ ہوں گے وہ غیر فقیہوں سے مقدم ہوں گے اور پھر تابعین اور تبع تابعین سے بھی اسی طرح فقیہہ غیر فقیہہ پر مقدم ہوں گے۔ اور اسی طرح بعد میں بھی لحاظ کیا جاوے گا لہٰذا جو اس طرح کتاب و سنت کی تشریح کو ضروری العمل اور یقینی الاتباع نہ سمجھے گا بلکہ اپنی طرف سے اور اپنی خیال آرائی و آزادی سے قرآن و حدیث کا معنی کرے گا۔ اور اس کے ماننے پر کسی کو مجبور کرے گا یہ قطعاً نادرست ہوگا اور غیر صحیح اور بوجہ تفسیر بالرائے اور خلاف اجماع اور مخالفت جمہور ہونے کے مردود ہوگا۔

ان حوالجات مذکورہ سے واضح ہوا کہ وہ حضرات جو کہ زمانہ مشہود لہ بالخیر یعنی صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین میں موجود تھے ان کے ارشادات بوجہ تتمہ نبوت ہونے اور قرآن و حدیث کی صحیح تشریح و تفسیر ہونے کی حیثیت سے نہ صرف واجب العمل بلکہ قرآن و حدیث کے بعد سب سے مقدم اور برہان مستحکم ہوں گے ان کو چھوڑنا ایمانی تقاضے کے خلاف ہے۔

بعینہٖ اسی طرح جس طرح بعض چیزیں قرآن و حدیث پاک میں مبہم اور مجمل و غیر مشرّح ہوتی ہیں اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین سے بھی ان کی کوئی تشریح اور تفصیل و تنقیح مذکور نہیں ہوئی تو اس وجہ سے جو تشریح علماء و صوفیاء کرام باتفاق آراء سب مل کر فرمائیں گے اور اس پر رجوع کر لیں گے وہ قطعاً حجت ہوگی اور ضروری العمل قرار پائے گی۔ اور اس رجوع کے خلاف

کرنے کی صورت میں پہلے قرآن مجید میں گذرا ہے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام جماعت اہل اسلام اور فضلاء اُمت سے الگ ہو جائے گا تو ہم اس کو اس کی خواہشات پر چھوڑ دیں گے اور جہنم کی دہکتی آگ میں داخل کریں گے جو کہ بہت بُرا مقام ہے۔

اعاذنا اللہ منہا بصدقۃ حبیبہ صلی اللہ علیہ والہٖ وبارک وسلم

تراجم قرآنِ مجید

قرآن مجید کے متعدد تراجم آپ کو ملیں گے۔ ان میں اکثر صاحب علم حضرات کے کیے ہوئے ہیں لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو کہ کم استعداد والے حضرات کے کیے ہوئے ہیں جن سے پورے طور پر اطمینان نہیں حاصل ہو سکتا۔ لہذا آپ اپنے سلف صالحین اہلسنت کے تراجم جیسے حضرت شیخ سعدی کا ترجمہ اور حضرت شاہ ولی اللہ کا ترجمہ۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ۔ مفتی احمد یار صاحب گجراتی کا ترجمہ بالخصوص اعلیٰحضرت شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ محشی حضرت حافظ محمد نعیم الدین مرادآبادی کا ترجمہ انتہائی طور پر مفید ترجمہ ہے اس کو پڑھیے اور اگر کسی اور ترجمہ کو ملاحظہ فرمانا چاہیں تو اس کو تراجم اہلسنت والجماعت سے موازنہ کر لیں اور پھر اس کو لائحہ عمل بنائیں کیونکہ کبھی غلط ترجمہ سے اعتقادی کیفیت میں بُرا اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور جب اعتقاد میں فرق آگیا تو عمل بڑی حد تک بیکار ہو جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ایمان و اعتقاد کو بلحاظ عمل کے بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ قرآن و حدیث میں ایمان و عمل کو جہاں بھی بیان کیا گیا ہے ایمان کو مقدم رکھا ہے اور عقل بھی اس کو تسلیم کرتی ہے کہ عمل بجز اعتقاد اور رجحان قلبی کے ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ سب اعضاء جوارح دل کے تابع ہیں جدھر قلب کا میلان ہوگا ادھر ہی سب جوارح و اعضاء ہو جائیں گے تو ثابت ہوا کہ ایمان و اعتقاد اگر درست ہے تو اعمال بھی صحیح ہیں اور مفید ورنہ کچھ بھی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ نفاق انسان کو جہنم میں پہنچائے گا اور منافق کے جملہ اعمال بیکار ثابت ہوں گے کیونکہ اس کے ایمان میں خلل ہے

جیسا کہ قرآن وحدیث سے واضح ہوتا ہے۔ بہرصورت قرآن مجید کے تراجم سننے اور پڑھنے میں تفصیل بالا اور تشریح مذکور کا واجبی طور پر خیال رکھنا ازبس ضروری ہے نیز بہتر بلکہ ضروری ہے کہ تراجم دیکھ سُن کر ان کو تفاسیر معتبرہ اہلسنت والجماعت کی تشریح و تصریح کے موافق سمجھنا چاہیئے کیونکہ بسا اوقات لفظی ترجمہ تو ظاہر دباہر ہوتا ہے مگر اس سے مراد اور حقیقی مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔ یہاں لفظی ترجمہ کے بجائے مرادی مفہوم اور حقیقی مطلب کو لائحہ عمل بنانا نہایت ضروری ہے ورنہ کبھی لفظی ترجمہ سے پریشانی ہوتی ہے۔

قرآن مجید اور کتابوں کے بعض ضروری آداب

قرآن مجید پر سونے وچاندی کا پانی چڑھانا جائز ہے کہ اس سے نظرِ عوام میں قرآن کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور اس میں نقطے اور اعراب لگانا جائز اور مستحسن ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو اکثر لوگ اس کو صحیح نہ پڑھ سکیں گے۔ اسی طرح آیت سجدہ پر سجدہ لکھنا اور وقف کی علامات لکھنا اور رکوع کی علامت لکھنا اور دس دس آیتوں پر نشان لگانا جائز ہے۔ اسی طرح سورتوں کے نام لکھنا اور یہ لکھنا کہ اس میں اتنی آیات ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔ (درمختار، رد المختار) اس زمانہ میں قرآن مجید کے تراجم چھاپنے کا رواج ہے سو اگر ترجمہ صحیح ہو اور مستند جیسا کہ تشریح ہو چکی ہے۔ تو ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ چھاپنے میں حرج نہیں۔ اس لیے کہ اس آیت کا ترجمہ جان لینے میں سہولت ہوتی ہے مگر تنہا اور اکیلا ترجمہ طبع نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح کتبِ تواریخ قرآن مجید کی جلد پر چولی یا تفسیر کی کتابوں پر چولی بطور غلاف چڑھانا جائز ہے (درمختار)

قرآن مجید کی کتابت نہایت خوشخط اور واضح حرفوں میں کی جائے کاغذ بھی بہت اچھا روشنائی بھی خوب اچھی ہو کہ دیکھنے والے کو بھلا معلوم ہو (درمختار) بعض اہلِ مطابع نہایت معمولی کاغذ پر بہت خراب کتابت و ردّی روشنائی سے طبع کروا تے ہیں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی طرح قرآن مجید کا حجم چھوٹا کرنا مکروہ ہے (درمختار) مثلاً آجکل

بعض مطابع نے تعویذی قرآن مجید چھپوائے ہیں جن کا قلم اتنا باریک ہے کہ پڑھنے میں بھی نہیں آتا بلکہ حمائل بھی نہ چھپوائی جائے کہ اس کا حجم بہت کم ہوتا ہے۔ قرآن مجید اگر بوسیدہ و پرانا ہو گیا اور اس قابل نہ رہا کہ اس کی تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہو کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لیے لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈال دیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ مصحف شریف بوسیدہ ہو جائے تو اس کو جلایا نہ جائے یہی بہتر ہے۔ لغت و نحو و صرف کا ایک ہی مرتبہ ان میں سے ہر ایک کی کتاب کو دوسرے کی کتاب پر رکھ سکتے ہیں اور ان کے اُوپر علم کلام کی کتابیں رکھی جائیں۔ ان کے اُوپر اور احادیث و مواعظ دعوات ماثورہ فقہ کے اُوپر اور تفسیر کو ان کے اُوپر اور قرآن مجید کو سب کے اُوپر رکھیں۔ قرآن مجید جس صندوق میں ہو اس پر کپڑا وغیرہ نہ رکھا جائے (عالمگیری) اگر کسی نے محض حصول برکت کے لیے قرآن مجید گھر میں رکھا ہے اور وہ پڑھتا نہیں تو گناہ نہیں بلکہ اس کی یہ نیت باعث ثواب ہے (خانیہ) قرآن مجید پر اگر قصد یا ارادے سے پاؤں رکھا تو یہ کفر ہے۔ (عالم گیری) جس گھر میں قرآن مجید ہو وہاں بیوی سے مباشرت جائز ہے جب کہ قرآن مجید پر پردہ پڑا ہوا ہو (عالمگیری) قرآن مجید نہایت اچھی آواز سے پڑھنا چاہیے یعنی اگر آواز اچھی نہیں ہے تو اچھی بنانے کی کوشش کرے۔ لحن سے پڑھنا جس سے حروف میں تغیر و تبدل پیدا ہو جائے جیسا کہ گانے والے پڑھتے ہیں یہ ناجائز ہے بلکہ پڑھنے میں قرأت و تجوید کے قاعدوں کی مراعات کرے (درمختار) اور قرآن مجید کو اسی قرأت سے پڑھنا چاہیے جو کہ وہاں عوام میں رائج ہے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ غیر مروّجہ قرأت کو سن کر وہ انکار کر بیٹھیں قرآن مجید پڑھتے وقت اگر جانے کی ضرورت پڑھ جائے تو قرآن مجید کو بند کر کے جانا چاہیئے۔

قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے نہ پاؤں

پھیلائے جائیں نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں اور نہ یہ ہو کہ خود اونچی جگہ ہو اور قرآن مجید نیچے جگہ پر ہو۔ قرآن کو جزدان اور غلاف میں رکھنا ادب ہے اور اسی پر اہل اسلام کا عمل در آمد ہے۔ نئے قلم کا تراشہ اِدھر اُدھر پھینک سکتے ہیں مگر مستعمل قلم کا تراشہ احتیاط کی جگہ رکھا جائے پھینکا نہ جائے۔ اسی طرح مسجد کا گھاس وکوڑا موضع احتیاط میں ڈالا جائے۔ ایسی جگہ نہ ڈالا جائے کہ عزت و احترام کے خلاف ہو (عالمگیری) جس کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اس میں کوئی چیز رکھنا مکروہ ہے اور تھیلی پر اسمائے الٰہیہ لکھے ہوں اس میں روپیہ پیسہ رکھنا مکروہ نہیں۔ کھانے کے بعد انگلیوں کو کاغذ سے پونچھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری) ایسے ہی روٹی اور وہ دسترخوان جس پر کلمہ یا آیات یا باعث احترام کلمات لکھے ہوں سے ہاتھ پونچھنا مکروہ ہے۔

قرآن مجید سے رُوگردانی

قرآن مجید خداوند کریم وحدہٗ لاشریک لہٗ کا مبارک و مقدس کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے لیے نازل فرمایا اور اس کے بقاو دوام کے لیے وعدہ فرمایا اور بے شمار فضائل کے حصول کا ذریعہ بنایا جیسا کہ ابھی آپ نے کچھ پڑھا ظاہر ہے کہ ایسی چیز سے اعراض انتہائی طور پر شقاوت قلبی اور محرومی نعمت کا باعث ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب قرآن مجید میں وارد ہے

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی۔

جس نے اس کے ذکر (قرآن) سے منہ پھیرا دنیا میں اس کی معاشی زندگی تنگ کردی جائے گی اور قیامت میں اس کو اندھا اُٹھائیں گے۔

اسی طرح اور متعدد آیات پیش کی جا سکتی ہیں جن کا مضمون بھی یہی ہے۔
حدیث پاک میں وارد ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ روز قیامت یہ قرآن اپنے پڑھنے اور عمل کرنے والوں کی شفاعت کرے گا جو کہ دربارہ الٰہی

ہیں قبول کی جائے گی اور اس کے ترک کرنے والوں کی شکایت کرے گا کہ انھوں نے
نہ پڑھا اور نہ عمل کیا جس کو سُنا جائے گا اور سزا دی جائے گی۔ (تنبیہ الغافلین)
حدیث میں ہے کہ جس نے قرآن پڑھا اور پھر کسی دنیادار کو محض دنیادار ہونے کی
وجہ سے اپنے سے بہتر خیال کیا تو گویا اس نے جس کو اللہ تعالیٰ نے حقیر بنایا یعنی دنیادار
اس نے اس کو عظیم بنایا اور اللہ تعالیٰ نے جس کو عظیم بنایا تھا یعنی قرآن نے اس کو
حقیر بنادیا استغفر اللہ العلی العظیم۔
حدیث میں ہے کہ امام عادل اور بوڑھے مسلمان اور قرآن مجید سے روگردانی
کرنا صرف منافق کا کام ہے۔
حدیث میں ہے کہ میرے روبرو گناہوں کو پیش کیا گیا جس میں سب سے
بڑا گناہ یہ ہے قرآن مجید کا پڑھ کر ترک کر دیا جائے۔
حدیث میں ہے جس نے قرآن مجید کو پڑھ کر بلا وجہ بھلا دیا۔ ہر آیت
کے بدلے میں اس کا ایک مرتبہ کم کر دیا جائے گا اور قیامت میں وہ کوڑھی بن کر
اُٹھے گا۔
حدیث میں قرآن مجید بھولنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ انسان شریعت کے
برخلاف زندگی اختیار کر لیتا ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔

حدیث شریف کی بحث

یوں تو اس چشمۂ حیات اسلام کو ہر دور میں گرد آلود کرنے کی معاندین نے سر توڑ
کوششیں کی ہیں اور اس کو آئے دن نت نئے فتنوں سے دوچار ہونا پڑا ہے مگر
اس دورِ انحطاط اور زمانہ الحاد و زندقہ کے علمبرداروں نے جس حیثیت سے اسلام
پر متعدد یلغار کی ہے وہ کم از کم تاریخ اسلام کے کسی دوسرے دور میں اس کی نظیر ملنا
مشکل ہے۔ فتنہ اشتراکیت، فتنہ عیسائیت اور فتنہ مرزائیت کے بعد اب انکار
حدیث کے علمبردار کیل کانٹے سے لیس ہو کر ایک مہلک فتنے کی صورت میں ایک

سمجھی سکیم کے ماتحت میدان میں آچکے ہیں اور سرورِ دوجہاں خواجہ کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی حدیث کی حجیت وقطعیت سے بالکل انکار کر رہے ہیں۔ اسلامی شعار اور احکام کی من مانی نئی نئی تعبیریں کر رہے ہیں حالانکہ حدیث کی حجیت اور تدوین وکتابت قرآن پاک اور احادیث مرفوعہ تاریخ اور صحابہ تابعین تبع تابعین اور مورخین اسلام کے اقوال کی روشنی میں صحیح اور ثابت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فتنہ انکارِ حدیث میں سابقہ تمام فتنوں سے خطرناک اور مہلک نتائج کے اعتبار سے تباہ کن اور اصل اسلام سے کلی انحراف کا دوسرا نام ہے۔ حامیانِ حدیث وسنت اور اسلام پسند عناصر کی غیرت وحمیت کو ایک کھلا ہوا چیلنج ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ فتنہ انکار حدیث کے تاثرات کو دبانے کے لیے کسی طرح کے اقدام سے دریغ نہ کیا جائے اور دلائل واضحہ سے ثابت کر دیا جائے کہ قرآن مجید کی طرح شرعی احکام کے ثابت کرنے کے لیے حدیث بھی ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور مستقل کا انکار کرنا شریعت کے انکار کے مترادف ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن وحدیث پر عمل درآمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث قرآن مجید کی نظر میں

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	رسول جو کچھ تم کو دے قبول کر لو اور جس سے منع کرے چھوڑ دو۔

اس آیت کریمہ میں آپ کے امر ونہی سے متعلق صاف ارشاد فرمایا کہ وہ جو حکم دیں اس پر عمل کرو اور وہ جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ یہاں پر آپ کو واجب الاطاعت قرار دیا گیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ	اے ایمان والو حکم مانو اللہ اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو اختیار والے ہیں تم میں سے پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں

فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔ تو اس کو پھیرو طرف اللہ کے اور رسول کے ۔

اس آیت میں مسلمانوں کے لیے تین اُمور کو ضروری قرار دیا گیا ہے ۔ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول، اطاعت اولی الامر ہر ایک مستقل چیز ہے اور منکم سے ظاہر کر دیا ہے کہ اولی الامر مسلمان ہونا لازمی ہے ۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا ۔

اس آیت میں آپ کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت بتلائی گئی ہے اور یہ حکم عام ہے ۔ قرآن مجید میں کوئی تخصیص مذکور نہیں ۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور البتہ تو سجھاتا ہے سیدھی راہ

اس آیت میں آپ کے اعمال و افعال و اقوال سب کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کا سبب ارشاد ہوا ہے لہٰذا ہدایت کو قرآن میں منحصر کرنا قرآن اور عموم قرآنی کے صریح برخلاف ہے ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے ۔

اس آیت کریمہ میں آپ سے بیعت کرنے کو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کے قائم مقام بتلایا گیا ہے اور بیعت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے ہر حکم کو ماننے کا ایک قوی معاہدہ کرنا ہے کہ جس وقت آپ حکم دیں اور جس کام سے متعلق دیں بغیر پس و پیش اس کی تعمیل کی جائے ۔

وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ

اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر راہ سیدھی اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم متوجہ کریں گے اس کو اس کی طرف جو

مَصِيْرًا۔ اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں مخالفت رسول کو دوزخی ہونے کا سبب گردانا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی حکم فرمائیں جو موجود نہ ہو اس کے ماننے سے انکار کرنا قطعی طور پر مخالفت رسول ہے۔ نیز اس میں اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے اجماع و اتفاق سے انکار کرنا اور ان کی مخالفت کرنا دخول جہنم کا سبب ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ تمہارے لیے مفید تھی کہ رسول اللہ کی بہتر چال چلن سیکھیں۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہر چیز کو عمل ہو یا قول حرکت ہو یا سکون اُمت کے لیے باعث رہنمائی قرار دیا گیا ہے اور ہر کام میں آپ کی اقتداء و اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور آپ پیدا ہوئے ہیں بڑے اخلاق پر۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فطری ملکات و اخلاق کی تعریف کر کے اُمت کی رہنمائی کی گئی ہے کہ اس سے سبق حاصل کریں کہ جن کے فطری اخلاق عالیہ ملکات فاضلہ عادات اطوار حیات بھی اُمت کے لیے باعث رہنمائی قرار دیئے گئے ہوں تو اُن کے صریح احکام یعنی ارشادات و احادیث کی تعمیل میں چون و چرا کی گنجائش ہو سکتی ہے گویا قرآن علمی و عملی پروگرام ہے اور آپ کا وجود مبارک اس کا عملی آئینہ ہے اور آپ کی زندگی قرآن کریم، آیات بینات و ہدایات و اضحات کا اعلیٰ ترین مظہر اور اکمل ترین نمونہ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ آپ کے تبلیغی احکام و ارشادات نفسی خواہشات کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ وحی الٰہی ہے۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو امر و نہی سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں وہ سب وحیِ الٰہی ہے اور واجب الاتباع

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

آپ کے رب کی قسم جب تک یہ اپنے اخلاقی اختلافی معاملات میں آپ کا فیصلہ نہ مانیں اور دل میں کسی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور عملی طور پر اس کو تسلیم نہ کریں یہ ایمان دار نہ ہوں گے ۔

اس آیت کریمہ میں آپ کے ہر فیصلہ کو دین کا ہو یا دنیا کا ہو حلال کا ہو یا حرام کا محبت اور ثبوت ایمان کا معیار فرمایا ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ وہ قرآنی حکم ہو۔ اسی طرح اور آیاتِ کریمہ ہیں جن میں آپ کو مزکی مطہر دافع محلّل محرِّم منعم وغیرہ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ بہر صورت قرآن مجید کی یہ چند آیات کریمہ مختصر تشریح کے ساتھ پیش کی گئی ہیں جن سے مقصد محبت اور صحت حدیث کی تائید اور وضاحت میں امداد ملتی ہے اور ان آیات سے حسبِ ذیل نتائج بآسانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا اور شارح اور مبین احکام قرار دیا۔ آپ کو اعلیٰ ترین اخلاق سے آراستہ فرمایا۔ آپ کو اُمت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا۔ خدا کی مخلوق کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرنا خدا کا پیغام پہنچانا ان کے اخلاق اعمال عقائد کی اصلاح کرنا۔ ان کی دینی مذہبی تربیت کرنا۔ دین کے معارف و علوم ان کو سکھانا۔ یہ آپ کے فرائض ہیں۔ آپ کی اطاعت ان پر ضروری اور آپ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ ان کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنا ہے۔ آپ کے مخالفین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ آپ کی مخالفت کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ آپ کے فیصلہ کے سامنے سر جھکانا آپ کے محاکمہ فیصلہ کو بغیر چون و چرا تسلیم کرنا آپ کے خصائص سے ہیں۔

ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا کام صرف قرآن سنانا اور اس کے ظاہری احکام

کی تبلیغ ہی صرف مقصود نہیں بلکہ جو کچھ دین و دنیا کے لیے ارشاد فرمایا سب کا منوانا اور ان پر عمل درآمد کرانا منصب نبوت کا انتہائی مقصد ہے اور ان کا تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا سب پر واجب اور ضروری ہے۔

اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ جملہ ارشادات حدیث ہی کہلاتے ہیں ثابت ہوا کہ حدیث کا قرآن مجید کی طرح ماننا نہایت ضروری اور لازم ہے اس کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔

صحت حدیث اور اس کی حجیت میں پہلا قول

یہ ایک بڑا معرکتہ الآراء مسئلہ ہے اور اس میں متعدد اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ قرآن مجید احکام شرعیہ فرائض حدود حلال و حرام جائز و ناجائز سب پر حاوی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے احکام قرآنی اور صرف قرآنی احکام کی تشریح و تفسیر فرما دی ہے۔ یہ ایک قول ہے

صحت حدیث اور اس کی حجیت میں دوسرا قول

دوسرا قول یہ ہے کہ قرآنی احکام تمام مصالح و مفاسد انسانی پر حاوی نہیں۔ بنا بریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احکام ضروریہ مستحسنہ کا افادہ فرما کر انسانی ضروریات کی تکمیل فرمائی ہے۔ دوسرا قول جمہور اہل اسلام کا ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ حدیث شریف بھی احکام شرعیہ کے لیے مستقل دلیل ہے۔ اور حسب ذیل نصوص سے اپنے نظریہ کی تائید کی ہے۔

(۱) وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	اور جو کچھ تم کو پیغمبر دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (سورۃ نساء)
(۲) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ	پھر اگر تمہارے آپس میں جھگڑا ہو تو

فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (سورۂ نساء)

اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو یعنی جھگڑے کا حل قرآن مجید اور پیغمبر کے قول و عمل میں تلاش کرو۔

صاف ہے کہ اگر رسول کی حدیث قرآن مجید کی سچی تفسیر و توضیح نہ ہوتی تو فقط اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہوتا اور یہ مضمون حدیثوں میں مزید وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اَلَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَاْتِیْہِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اُمِرْتُ بِہٖ اَوْ نُہِیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ مَا وَجَدْنَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ اِتَّبَعْنَاہُ۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

"رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں تم سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ تکیہ لگا کر تخت پر بیٹھا ہو اور ہمارے امر و نہی میں سے جب کوئی حکم اس کے پاس پہنچے تو کہہ دے کہ اسے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں ہے ہم اس کی اتباع کریں گے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِہٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ اَلَا لَا یَحِلُّ لَکُمُ الْحِمَارُ الْاَھْلِیُّ وَلَا کُلُّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَلُقْطَۃُ مُعَاھِدٍ اِلَّا اَنْ یَّسْتَغْنِیَ عَنْھَا صَاحِبُھَا۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھ کو قرآن عطا ہوا ہے اور اس کے برابر اور احکام بھی دیئے گئے ہیں پس قریب

ہے کہ آسودہ حال شخص منبر پر بیٹھ کر تقریر کرے گا کہ بس یہ قرآن واجب
العمل ہے اس میں جو حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہے اس کو حرام
سمجھو۔ حالانکہ اللہ کے رسول نے جن کو حرام کیا ہے ویسا ہی حرام ہے جس
کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

مگر معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ گدھا حلال ہے اور نہ درندہ جانور اور نہ کسی کا پڑا ہوا
مال سوائے اس چیز کے جس کی مالک کو پرواہ نہ ہو۔

ان احادیث مذکورہ کے علاوہ اور بھی آیات و احادیث اور بہتیرے مسائل
شرعیہ اور قواعد دینیہ شاہد ہیں کہ قرآنی ہدایات سے الگ افعال و ارشادات نبوی
مشعل ہدایت ہیں جن کی روشنی میں پچھلے جمہور مسلمان دینی و دنیاوی کامیابی کی منزل
میں پہنچ گئے تھے۔

اور قول اوّل یہ کہ قرآن مجید میں تمام احکامِ شرعیّہ کا بیان تفصیلی یا اجمالی طور پر
موجود ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اپنے قول و عمل سے ان ہی احکامِ
شرعیّہ کی شرح فرمائی ہے۔ کہیں اجمال قرآن کی حدیث نے تفصیل کی ہے اور کہیں
مشکل قرآن کا حل کیا ہے۔ کہیں اختصار قرآنی کا بسط و اطناب فرمایا ہے اور کہیں
اصل قرآن سے بنا بر علت و سبب استنباط فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن مرجع احکام شرعیّہ
ہے اور حدیث میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو قرآن کی طرف راجع نہ ہو اس وجہ سے کہ قرآن
مجید جملہ ضروریات انسانی اور اصلاحات روحانی پر مشتمل ہے اور اس نظریہ کے دلائل حسب
ذیل ہیں:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورہ مائدہ) — آج میں نے تمہارے فائدے کے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ۔ (سورہ نحل) — اور ہم نے تمہارے پاس ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ — بیشک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو

اَقۡوَمُ۔ (سورہ بنی اسرائیل) بہت ہی سیدھا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر قرآن مجید تمام احکامِ شرعیہ اور ضروریاتِ انسانی کو شامل نہ ہو تو یہ عام دعویٰ ہدایت درست نہ ہو گا۔

سَاَلَتْ عائشۃ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہَا عَنۡ خُلُقِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتۡ کَانَ خُلُقُہُ الۡقُرۡاٰنَ کَمَا فِیۡ صَحِیۡحِ مُسۡلِمٍ وَسُنَنِ اَبِیۡ دَاوٗدَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

صرف قرآن پاک کی تعمیل کو اخلاق رسول بتانے کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کردار و گفتار و اقرار کوئی بھی قرآن سے باہر نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول و عمل سے اسی قرآن کی تبلیغ اور توضیح و تشریح فرماتے تھے جیسا کہ حسب ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ

"اور ہم نے تمہاری طرف قرآن نازل کیا تاکہ جو اتارا گیا ہے اس کو تم لوگوں سے بیان کرو۔" (کیونکہ اس کا نزول انسانی ضرورت کی بنا پر ہے)

چنانچہ احادیث میں اگر گہری نظر کی جاوے تو ان میں سے بہت کو قرآن ہی کا بیان پاؤ گے۔ قیام رکوع و سجود و قرأت تکبیر تسبیح وغیرہ نماز کی احادیث کتاب اللہ کے حکم اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ کی تفسیر ہے۔

حَرَّمَ الرِّبٰوا اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے سود کی حرمت بیان کی گئی ہے اور سود زیادتی بلا مقابلہ کو کہتے ہیں اور اس کو ایک ضابطہ کی صورت میں بیان کیا ہے جو کہ متعدد معاملات میں متحقق ہو سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن نے بلا مقابلہ زیادتی کو حرام قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس معاملہ کو ربوٰ قرار دیا جس میں بلا حقیقی مقابلہ کے زیادتی ہو۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ اَلْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ (الحدیث) اور کثرت سے احکام سنت ان اصول وضوابط قرآنی کی طرف راجع ہیں جن کے ماتحت احکام قرآنی کی مشروعیت واقع ہوئی ہے۔

مختصر یہ کہ جو سعادتِ دارین اور حصول دین و دنیا کے طریقے بیان کر کے دعوت دی ہے وہ سب تین اصول کے ماتحت ہیں۔

(۱) ضروریاتِ خمسہ یعنی حفاظتِ دین ونفس ومال وعقل وآبرو۔

(۲) حاجیات یعنی جہاں تک حاجت ہو تنگی نہ برتی جائے جیسے سفر ومرض کے احکام افطار قصر وتیمم وغیرہ۔

(۳) تحسینات یعنی مکارمِ اخلاق اور محاسنِ عادات۔

اور بہت سے احکامِ حدیثیہ انھیں اصول ثلثہ کی طرف راجع ہو کر قرآن مجید کا بیان واقع ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حدیث شریف سے جس قدر احکام ثابت ہیں وہ کسی نہ کسی طرح پر قرآن مجید کی طرف لوٹائے جا سکتے ہیں اور کسی نہ کسی اصل قرآن میں داخل ہو جاتے ہیں لہذا ثابت ہوا۔

کہ جملہ احکامِ شرعیہ قرآن مجید سے ہی ثابت ہیں تفصیلاً ہوں یا اجمالاً۔

مگر حق اور صحیح قول دوم ہی ہے اور قرآن مجید کے بعد بحیثیت ایک مستقل اصل ہونے کے حدیث پر اعتماد کرنے کا مذہب غالب ثابت ہوا ہے کیونکہ تفصیلی طور پر ہر شرعی حکم کو قرآنی نصوص سے اخذ کرنا انتہائی طور پر ناممکن نہ سہی لیکن مستبعد اور مشکل ضرور ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ احکام اسلامیہ کی عملی شکل حدیث ہی کے آئینہ میں رونما ہوتی ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اتباع جس سے خدائے قدوس کی محبوبیت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے وہ بغیر حدیث کے ناممکن ہے۔ (واللہ الہادی)

صحت حدیث اور اس کی حجیت میں تیسرا قول

بعض کا خیال ہے کہ قرآن مجید موجود ہے۔ صرف اسی سے ہر حکم ثابت ہو اور جس کا ذکر بظاہر قرآن میں نہیں ہے وہ حدیث سے ثابت نہ ہو گا۔ مگر یہ مذہب اور قول صریح طور پر باطل ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو یا اس کی بھانجی کو بیک وقت نکاح میں لایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنے کی ممانعت حدیث ہی سے ثابت ہے۔ قرآن میں یہ ممانعت صراحۃً مذکور نہیں لہذا اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاءَ ذَالِکُمْ کی روشنی میں ان ہر دو کو بیک وقت نکاح میں لایا جا سکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اور یہ مذہب اور قول یوں بھی سخت مردود ہے۔ اول اس وجہ سے کہ اس قول کا مدعی یہ ہے کہ صرف وہ حکم صحیح ہے جو کہ قرآن مجید کے صریح اور صاف الفاظ سے ثابت ہو اور یہ باطل اور غلط ہے کیونکہ قرآن مجید سے استخراج احکام اور استنباط مسائل کے متعدد طریقے ہیں جیسا کہ گزرا

دوم اس وجہ سے کہ یہ جمہور اہل اسلام اور قرآن و حدیث بلکہ عقل کے بھی خلاف ہے اور اختلافی طور پر بھی مذموم اور قبیح ہے۔

حدیث کی صحت اور حجیت پر چوتھا قول

صحت و حجیت حدیث پاک کے متعلق چوتھا قول یہ ہے کہ حدیث سے استدلال قطعاً ناجائز ہے اور حدیث سے کسی حکم کو اخذ کرنا اور اُس کو واجب العمل قرار دینا کسی طرح درست نہیں اور نہ ہی احکام حدیثیہ موجب اجر و ثواب ہیں۔ یہ قول انتہائی طور پر مردود ہے اور ناقابل التفات کیونکہ حدیث کی صحت اور اس کی حجیت جب عقلی اور نقلی دلائل سے نصف النہار کی طرح واضح اور روشن ہے تو پھر اس کا انکار کیا معنی؟

خلاصہ کلام یہ کہ یہ دونوں قول مردود ہیں اور ناقابل عمل اور پہلے دو قول کہ ان سے

قول اوّل گو ممکن العمل ہے لیکن مستبعد مشکل بلکہ عادی محال سا ہے اور دوسرا قول غالب اور کثیر الاستعمال سہل الفہم محدثین وفقہاء کرام کا معمول بہ ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمل درآمد کی توفیق مزید عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی صحت وحجیت کا ثبوت

حجۃ الوداع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطبہ مبارکہ ارشاد فرمایا تھا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ غیر حاضروں تک میری حدیث پہنچا دیں۔

حدیث شریف یہ ہے:

اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ مَنْ یُّبَلِّغُهُ اَنْ یَّکُوْنَ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ (بخاری ص ۵۴ ج ۶)

"لازم ہے کہ حاضر غائب کو یہ کلام پہنچا دے اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ بعض وہ لوگ جن تک میرا کلام پہنچایا جائے وہ ان لوگوں سے اس حدیث کے زیادہ محافظ ہوں جنھوں نے مجھ سے سنا ہو۔"

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ (ابوداؤد، دارمی)

"خبردار بے شک مجھ کو قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل حدیث بھی۔"

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا کَمَا سَمِعَ۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸)

"اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جو میری باتوں کو سُنے اور یاد کر کے محفوظ رکھے اور جس طرح سُنا تھا اسی طرح دوسروں کو پہنچا دے۔

کس قدر اہتمام کی ترغیب دی ہے کہ میری حدیث کو اچھی طرح یاد کیا اور سمجھا اور دوسروں کو سنایا ایک مبارک کام ہے اور یہ کہ قرآن کی طرح مجھے اس کی برابر اور

احکام دیئے گئے ہیں۔ کس قدر حدیث کے واضح اور صحیح اور ضروری العمل ہونے کی تصریح ہے۔ اور حدیث میں کسی طرح کی افراط و تفریط پر سخت وعید فرمائی ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب کچھ بیان فرماتے تو ایک حکم کو تین تین بار دہراتے تاکہ وہ حدیث اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ (بخاری ج ۱ ص ۸)

حدیث میں ہے جس کو باسٹھ صحابہ نے روایت کیا ہے جو شخص میرے ذمہ عمداً جھوٹی باتیں کہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث میں ہے کہ فرمایا کہ اس حدیث کو یاد کر لو اور جنہیں پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی اس کو خبر دو۔

مرفوع احادیث کی روشنی میں حدیث کی صحت وحجیت کا ثبوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے بعد ایک آدمی ابوشامہ نامی کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول مجھے یہ خطبہ لکھ دیجئے، بعض صحابہ کو آپ نے حکم دیا کہ خطبہ ابوشامہ کے لیے لکھ دو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حدیث میں عمرو بن شعیب اپنے دادے سے راوی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ میں آپ سے ہر وہ بات لکھ لوں جو آپ سے سنوں۔ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی غصے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں اس سے (منہ) جو کہتا ہوں وہ سب کچھ حق ہے۔ (احمد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ علم کو کتاب میں لکھا کرو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

حضرت علی بن یزید تیمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

صدقہ دیت فرائض سنن کے احکام لکھ کر عمرو بن حزم وغیرہ کو مرحمت فرمائے۔

ابو جعفر بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کے قبضہ میں ایک کاغذ ملا جس میں لکھا تھا اندھے کو راستہ بھلانے والا ملعون ہے، زمین کا چور ملعون ہے۔ احسان فراموش ملعون ہے۔ اپنے مولا کے سوا دوسروں کی طرف نسبت کرنے والا ملعون ہے۔ (جامع بیان العلم)

عبداللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے دو چیزوں نے میرے لیے زندگی پسند کر رکھی ہے صادقہ نے اور وسیلہ نے۔ صادقہ اس تحریر کا نام ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لکھوائی تھی اور وسیلہ وہ زمین ہے جو عمرو بن العاص نے صدقہ کو دی تھی اور خود اس کے نگہبان تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور آپ سے حدیث سنتا تھا اور اس کو بہت پسند کرتا تھا مگر اس کو حدیث محفوظ نہ رہتی تھی۔ اس نے اس کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ کی حدیث سنتا ہوں مگر وہ مجھے یاد نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے داہنے سے مدد لے اور دست مبارک سے لکھنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ترمذی)

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن والوں کے پاس خط لکھا۔ اس خط میں یہ مضمون تھا۔ (نسائی۔ دارمی۔ موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کی کتاب اپنی زندگی میں لکھ رکھی تھی اور اپنے عاملوں اور حاکموں کو نہ دی تھی یہاں تک کہ آپ انتقال فرما گئے۔ (مسند امام احمد)

حضرت ابو راشد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنی ہوئی حدیث

سناؤ تو ایک کتاب نکالی اور فرمایا یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرے لیے لکھوائی تھی میں نے اس کو دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔ (ترمذی)

عبداللہ بن حکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک تحریر ہمیں پہنچی کہ مردہ جانوروں کی کھال اور پٹھے بغیر پکائے ہوئے کام میں نہ لاؤ۔ (ترمذی نسائی)

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکھ رہے تھے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ دونوں شہروں میں سے کون پہلے فتح ہوگا۔ قسطنطنیہ یا روم۔ (دارمی شریف)

امام زہری سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو سالم نے وہ کتاب پڑھائی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زکوٰۃ کے بارے میں اپنی وفات سے قبل لکھا تھا۔ (ابن ماجہ)

ناظرین کرام: یہ ہیں وہ روایات مرفوعہ جو علم حدیث کی تھوڑی سی ورق گردانی سے ہم کو دستیاب ہوئی ہیں۔ ورنہ اگر علم حدیث کی ساری کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو نہ معلوم کس قدر روایات اور طریق روایات جمع ہو جائیں۔

اِن احادیث مرفوعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ حدیث کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھوایا اور لکھنے کا حکم دیا اور کتابت کی نگرانی اور حفاظت کی تاکید فرمائی جس سے حدیث کی صحت اور اس کی حجیت میں کسی طرح سے کلام کرنے کا حق نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

اقوال صحابہ اور تابعین سے حدیث کی صحّت و حجّیت کا ثبوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں سے عبداللہ بن عمرو کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہ

تھیں عبداللہ بن عمرو لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (بخاری۔ ترمذی)
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علم کو کتاب میں قید کرو۔
(جامع بیان العلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر نے جب انس کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تو ان کو یہ پروانہ لکھ کر دیا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ۔ ۔
(بخاری شریف)

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں حضرت ابن عباس کے ساتھ سفر میں ہوتا تو جو کچھ ان سے سنتا کجاوے کی لکڑی پر لکھتا رہتا جب منزل پر پہنچتا تو کتاب میں لکھ لیتا۔ (دارمی)
حضرت بشیر فرماتے ہیں جو حدیثیں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنتا لکھ لیتا۔ جب رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو آپ کے پاس لایا اور پڑھ کر سنائی۔ میں نے کہا کہ یہ آپ سے سنی ہوئی احادیث ہیں۔ فرمایا ہاں!
(دارمی)

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ علم کی کتابت میں حرج نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کا درس تفسیر تو لوگ لکھ لیا کرتے تھے۔ حسن ہی کا یہ قول اعمش نے روایت کیا ہے کہ ہمارے پاس کتابیں ہیں جن میں ہم برابر دیکھا کرتے تھے۔
(جامع بیان العلم)
ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد عروہ کی کتابیں یوم حرہ میں جل گئی تھیں بعد میں برابر فرمایا کرتے تھے کاش اہل عیال و دولت کی جگہ کتابیں میرے پاس رہ گئی ہوتیں۔ (جامع بیان العلم)
ثمامہ سے مروی ہے کہ ہم کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علم کو لکھ کر محفوظ کر لو۔
طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے منبر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

خطبہ دیتے ہوئے کہا ان کی کمر میں تلوار تھی جس کے قبضہ کی زینت لوہے سے کی گئی تھی۔
میں نے اس وقت سُنا فرما رہے تھے کہ اللہ کی قسم ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن)
اور اس کے صحیفے کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو تمہارے لیے پڑھوں
اور یہ صحیفہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی تفصیل
ہے (یعنی قانون زکوٰۃ کی تفصیل ہے)۔ (مسند امام احمد طبقات ابن سعد)

ناظرین یہ روایات اور آثار ایسے ہیں جن سے حدیث کی صحت اور اس کی حجیت،
کے درست اور صحیح ہونے کا کافی سے زیادہ ثبوت ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین عظام اور تبع تابعین نے قرآن مجید کی طرح
حدیث پاک کو احکامِ شرعیہ میں معمول بہا بنایا اور اس کو ضروری اور لازمی اعتقاد کیا۔
اپنے ہر معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال و قال کو لائحہ عمل بنایا اور آپ کے
اُسوہ حسنہ کو ذریعہ نجات یقین کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرح ہم سب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے اقوال وافعال عبادات معاملات اطوار حیات کی پوری اور مکمل اتباع کرنے کی توفیق
عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حدیث پاک کی ترغیب حفظ وضبط

بلاشبہ یہ چند مرفوع روایات ہم نے صحت وحجیت حدیث سے متعلق نقل کی ہیں ان
سے کئی گنا زیادہ وہ روایات پائی جاتی ہیں جن میں اُمت کو دین الٰہی کی نشر واشاعت
کے لیے اور اپنے فرامین اور سنن کو زبانی یاد کرنے اور پھر ان کی پوری پوری حفاظت کرنے
اور پہنچانے کے متعلق تاکیدیں فرمائی ہیں جن کے نقل کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ان
میں سے چند مشہور روایات اور اس مقام پر نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث میں ہے اَلَا لِیُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ اَوْعیٰ مِنْ
سَامِعٍ (بخاری ومسلم) حاضرین میری باتیں غائبین کو ضرور پہنچائیں کیونکہ بہت سے
غائبین سامعین سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔

احادیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ وَوَعَاھَا وَ اَدَّاھَا کَمَا سَمِعَ۔

"خدا اس شخص کا بھلا کرے جو میری بات کو سن کر یاد رکھے اور پھر دوسروں کو پہنچا دے۔"

خَیْرُ الْھُدٰی ھُدٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

"سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔"

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔

"میرا اور میرے نیک اور بھلے جانشینوں کا طریقہ لازم پکڑو۔"

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

"جو میرے طریقہ سے منہ پھیرے گا وہ مجھ سے نہیں۔"

تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ۔ (ترجمہ) "میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو مضبوط تھامے رہو گے حق سے بے راہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری سنت۔"

مَنْ اَحْیٰی سُنَّةً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

"جو شخص میری کسی مردہ سنت کو زندہ کرے اس کو اس سنت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا۔"

اِرْجِعُوْا اِلٰی اَھْلِیْکُمْ فَعَلِّمُوْھُمْ۔

"واپس جا کر اپنے گھر والوں کو سکھاؤ۔"

ناظرین باتمکین! ان حوالجات سے حدیث پاک کے سیکھنے اور اس کو محفوظ رکھنے

اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے اور اس کی مخالفت پر اور ترک کرنے اور بے اعتنائی برتنے پر کس قدر وعید فرمائی ہے اور حصول نجات اور ثبوت رضا الٰہی اور ہر طرح کی ضلالت اور گمراہی سے بچنے کے لیے اپنی سنت بلکہ اپنے خلفاء راشدین مہدیین کی پیروی واجب اور لازم قرار دی ہے۔

کتابتِ حدیث اور تاریخ

ایک مسلمان کے لیے ایک چیز کو ماننے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث میں مذکور و مسطور ہو اور علماء اُمت کا معمول بہ ہو جیسا کہ حجیت حدیث کو اوراق گزشتہ میں ذکر کر دیا گیا ہے مگر یہاں تو ماشاء اللہ قرآن و حدیث کے علاوہ تاریخ میں بھی کتابت حدیث کی تصدیق موجود ہے اور اس کا معمول بہ ہونا ایک اتفاقی امر ہے۔

قَالَ حماد وَمَاتَ اَبُوْ قِلَابَةَ بِالشَّامِ فَاَوْصٰی بکتبه لایوب السختیانی فَجِیَ بِهَا فِیْ عِدْلِ وَاحِدٍ۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۱ ص ۸۸)

"ابو قلابہ کا جب انتقال ہوا تو وفات سے پہلے اپنی کتابوں کے متعلق اُنھوں نے وصیت کی تھی ابو سختیانی (ان کے شاگرد) کے سپرد کر دی جائیں۔ کتابیں جب ایوب کے پاس پہنچیں تو ایک اونٹ کا بار تھا۔"

طبقات ابن سعد میں ہے کہ موسیٰ بن عقبی نے کہا ہمارے پاس عبد اللہ بن عباس کے مولی کریب نے ابن عباس کی کتابیں رکھوائی تھیں جو ایک اُونٹ تھیں۔
(طبقات ابن سعد ص ۲۱۶ ج ۸)

اسی طرح بشیر صنعانی غلاد بن سعدان شامی کلاعی رجاء بن حیرہ فلسطینی تابعی عبدالرحمٰن نبیرہ عبد اللہ بن مسعود۔ جابر بن عبد اللہ تحریری سلمان بن قیس صالح بن کیعان۔ جامع سنن وہب عینیہ کامل الیمانی صنعانی خلاص بن عمرو سنجری البصری ان سب کے احادیث کے مجموعے تھے۔ (تاریخ اسلام مفتی انتظام اللہ)

حضرت عمر بن عبد العزیز کا اہتمام کتابت حدیث

آپ نے جب دیکھا کہ بڑے بڑے حفاظ حدیث اُٹھے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ حدیثیں بھی دفن ہوتی جارہی ہیں تو قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ احادیث نبویہ کی جستجو اور تلاش کرو اور انہیں لکھ لو مجھے علماء کے ساتھ علم کے مٹ جانے کا بھی خوف ہے لیکن یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں قبول کی جائیں اس قسم کا فرمان تمام صوبوں کے والیوں کے نام لکھا۔ اس حکم پر تمام محدثین نے حدیثیں تلاش کرکے ان کے مجموعے مرتب کیے اور تمام ممالک محروسہ میں بھیجے گئے۔ سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے حکم سے دفتر کے دفتر احادیث لکھیں اور انہوں نے اس کا ایک ایک مجموعہ تمام ممالک محروسہ میں بھیجا۔

(تاریخ اسلام ج ۲ صـ ۲۷)

کتابتِ حدیث پر ابنِ خلدون کا بیان

آپ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں راویانِ حدیث کے تمام حالات ان کے ہم وطنوں کو معلوم تھے اور ہر شخص جانتا تھا کہ کون ثقہ ہے اور کون غیر ثقہ کس کی طبیعت میں احتیاط ہے اور کس کے مزاج پر بے احتیاطی غالب ہے۔ غرض کہ روایت کے لیے جو اوصاف لازمی ہوں لوگ راویوں کے ان اوصاف سے باخبر تھے اور راویان حدیث کا گروہ حجاز بصرہ کوفہ عراق شام مصر وغیرہ میں پھیلا ہوا تھا اور ان کے جاننے والے ہر زمانہ میں موجود تھے۔ انھیں ذرائع و وسائل سے معلوم ہوا ہے کہ اہل حجاز کا طریق روایت بلحاظ سند کے باقی اور تمام جگہوں کے راویوں کی نسبت زیادہ مضبوط اور اعلیٰ درجہ کا رہا اس لیے کہ حجازیوں نے راوی کی عدالت اور حفظ کا ہمیشہ اور پورا خیال رکھا اور کسی کی مجہول الحال کی روایت کو اختیار نہیں کیا۔ حجازیوں راویوں نے روایت کی سند اسلاف کرام کے بعد امام مالک قرار پائے جو اپنے وقت

میں آپ ہی اپنی نظیر تھے اور عالم مدینہ کہلاتے تھے۔ آپ کے بعد روایت کا مدار زیادہ تر آپ کے شاگردوں امام محمد بن ادریس شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ جیسے اکابر پر آکر ٹھہرا۔ ابتدائی زمانہ میں حدیث کا دارومدار بالکل نقل پر تھا اور علماء کرام نہایت درجہ سے احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے الگ کرتے تھے یہاں تک کہ تمام ضعیف احادیث کو نکال کر صحیح کو الگ کر دیا۔ (از مقدمہ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۰۲ مطبوعہ حمیدیہ پریس)

عقلی طور پر کتابت حدیث کا ثبوت

قارئین حضرات! کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دو ہی طریقے ہیں۔

اوّل: زبانی افہام و تفہیم اور حفظ اور **دوم** کتابت

ابتداء میں جب عرب نوشت و خواند سے عموماً محروم اور بے بہرہ تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے موجود تھے تو ان حالات میں یہی ہو سکتا تھا کہ آپ ان کو یاد کرائیں اور وہ اس لیے کہ وہ کلام اللہ ہے اور اس کی عملی تکمیل کر کے اس کو دکھائیں اور زبانی افہام و تفہیم سے دین الٰہی کو ذہن نشین کرائیں اور اس پر عمل بھی کریں اور یاد بھی رکھیں۔ تاریخ عرب قدیم یہ بتاتی ہے کہ ظہورِ اسلام سے پہلے عرب والوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے اکابر، اسلاف کے مراسم و شعائر و وقائع اور تاریخی روایات ہر ممکن طریق سے محفوظ رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور یہ اہل عرب کی ہی کیا خصوصیت ساری قومیں فطری طور پر یہی کیا کرتی ہیں۔ ایسی قوم کے افراد اپنی سابقہ روایات کو زبانی یاد رکھا کرتے تھے۔ اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ دیا کرتے تھے صحابہ کرام اس کو زبانی یاد کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ کی بعثت سے ان کے اندر ذہنی اور دماغی انقلاب ہوا تو ان قدیم روایات کو یاد کرنے اور رکھنے کی طرف سے ان کا خیال ہٹ کر ساری توجہ اس طرف چلی گئی کہ قدیم عربی روایات کو محفوظ رکھنے کی بجائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال کی روایات کو زندہ رکھیں۔ لہٰذا جو لوگ ان پڑھ تھے اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے وہ آپ کے فرامین اور افعال کو اپنے حافظہ میں رکھنے کے عادی بن گئے اور دوسرے لکھے پڑھے افراد نے

حفظ کے ساتھ بصورت کتابت بھی نگرانی شروع کر دی اور حضور علیہ السلام کی ترغیب پر اس کو لازم اور واجبی امر تصور کر لیا جیسا کہ ترغیبی احادیث کتابت سے ظاہر ہوتا ہے۔

بہرصورت کتابت حدیث بھی دینی امور اور شرعی مسائل اور مذہبی روایات کو زندہ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہذا عقلی طور پر ثابت ہوا کہ کتابت حدیث ایک مستحسن امر ہی نہیں بلکہ ضروری اور لازمی طور پر صحیح ہونا چاہیئے۔

کتابتِ حدیث کے متعلق ایک اعتراض

بعض لوگوں کو کتابت حدیث اور اس کی صحت اور حجیت پر اعتراض ہے کہ صحابہ کرام نے چونکہ حدیث کو نہیں لکھا بلکہ ثابت ہے کہ بعض صحابہ نے کتابت شدہ مجموعہ احادیث کو جلا دیا جس سے حدیث کی کتابت اور حجیت ثابت نہیں ہوتی۔

چنانچہ حدیث میں وارد ہے:

قَالَ جَمَعْنَا مَا كَتَبْنَاهُ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اَحْرَقْنَاهُ

(مجمع الزوائد ج ۱ صفحہ ۸۹)

"پس ہم نے جو کچھ بھی لکھا تھا جمع کر کے جلا دیا۔"

جواب: حقیقت میں یہ ایسے مجموعہ کے تلف کر دینے کا واقعہ ہے جس میں قرآن مجید اور حدیث کی کتابت میں خلط ملط تھا اور دیکھنے میں دونوں یکساں معلوم ہوتے تھے اور قرآن و حدیث کا امتیاز معدوم تھا۔ چنانچہ اصل حدیث یوں ہے:

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا نَكْتُبُ مَا نَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْنَا مَا نَسْمَعُ مِنْكَ فَقَالَ كِتَابٌ مَعَ كِتَابِ اللّٰهِ اِمْحَضُوْا وَاَخْلِصُوْا قَالَ فَجَمَعْنَا مَا كَتَبْنَاهُ فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اَحْرَقْنَاهُ۔

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا تھا اس کو بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا لکھ رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا جو بھی آپ سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ ایک اور کتاب لکھی جا رہی ہے۔ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کرو۔ پس ہم نے جو کچھ بھی لکھا جمع کر کے جلا دیا"

خطوط کشیدہ الفاظ میں یہ مذکور ہے کہ اس لکھے ہوئے میں قرآن وحدیث میں کوئی امر باعث امتیاز نہ تھا۔ پس حضور علیہ السلام کی دور رس نگاہ نے ان کے اس اختلاط قرآن وحدیث سے منع فرمایا اور بڑی تاکید سے فرمایا:۔

"یعنی اللہ کی کتاب کو الگ کرو اور خالص کرو۔"

پس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام اپنے مخلوط نوشتوں کو جلا دیا کرتے تھے۔

(۱) ثابت ہوا کہ احادیث کے جلانے کا قصہ اس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ اس سے قرآن وحدیث میں کوئی امتیاز باقی نہ رہتا جس سے غیر قرآن کے قرآن ہونے کا شبہ ہوتا تھا نہ یہ کہ ہر وجہ سے کتابت حدیث منع ہے۔

(۲) نیز مشہور ہے کہ کتاب لکھتے وقت کئی ایک مسودے بنائے جاتے ہیں۔ پھر چھانٹ کاٹ کر آخر پر عمل درآمد ہوتا ہے اور باقی مسودے تلف کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ قرآنی کتابت میں مشہور ہے کہ وہ نسخہ جو کہ قرأت قریش پر مشتمل تھا اس کو باقی رکھا باقی سب تلف کر دیئے گئے۔

(۳) یہ راوی جو کہ جلانے یا ممانعت کتابت حدیث کے راوی ہیں یہی وہ ہیں جن سے اکثر احادیث مروی ہیں اور وہ قبول اور واجب العمل ہیں ثابت ہوا کہ مطلقاً کتابت حدیث کی ممانعت نہیں۔

(۴) یہ ممانعت کتابت حدیث مطلق ہو تو تعارض ہوتا ہے کہ آپ نے منع بھی فرمایا اور اجازت بھی دی۔

(۵) یہ ممانعت کتابت والی حدیث خبر واحد ہے جو کہ مشہور احادیث اور ثقہ روایت

کے خلاف ہے۔

(۶) اس میں توفیق ہو سکتی ہے کہ بوقت اختلاط و اشتباہ ممانعت ہے اور وقت عدم اختلاط اجازت۔

(۷) یہ ممانعت بطور احتیاط تھی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بعثت سے پہلے قوم عرب لکھنے پڑھنے کے فن سے عموماً ناواقف تھی بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پیشتر ایشیا کوچک سے کچھ یہود و نصاریٰ علاقہ عرب اور حجاز مقدس آئے اور یہ لکھنے پڑھنے کا فن اپنے ہمراہ لائے تھے عربوں نے لکھنا پڑھنا انہیں سے سیکھا تھا اور ابھی یہ لکھنے پڑھنے کے ابتدائی منازل میں تھے کہ انہی نو آموز منشیوں کو کتابت قرآن پر متعین کر دیا گیا۔ ایسے وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو بطور احتیاط یہ فرمانا لَا تَكْتُبُوْا عَنِّیْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ صراحةً کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔

(۸) یہ کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرآن مجید کی تشریح و تفصیل میں ضروری اُمور دینی ارشادات اور آپ کے اقوال و اعمال اخلاق و عادات کو تحریری اجازت نہ دی جائے تو دین کی یہ تفصیلی کیفیت اور انسانی زندگی کے جملہ کو ائف وغیرہ کس طرح سمجھے جاتے۔ لہٰذا حدیث کی کتابت کا جواز ایک فطری اخلاقی اور مذہبی ناقابل انکار حقیقت ہے۔

(۹) اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت اس کہنے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ سے بھی حدیث کی کتابت پر مخالفت کا خیال کرنا صریح غلط فہمی ہے۔

اور یہ اس وجہ سے کہ آپ نے یہ خیال فرما کر دین بفحوائے اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کامل ہو چکا ہے تو بوقت وصال آپ کا تحریر کے متعلق کچھ کہنا اس سے کوئی ضروری امر مقصود نہیں ہے تو ایسی شدت اور گھبراہٹ میں اس کی کتابت کو ضروری خیال کرنا باعث تکلیف ہے جو ایسے حالات میں نہیں ہونی چاہیئے۔ لہٰذا اگر یہ امر غیر ضروری نہ بھی لکھا گیا تو بھی فکر کی بات نہیں کیونکہ حسبنا کتاب اللہ۔ ظاہر ہے کہ اس کو حدیث

کی کتابت کی ممانعت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں یہاں تو کسی خاص بات مگر غیر ضروری کتابت کا خیال تھا جس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

نیز اس میں امتحان تھا کہ تیئیس برس کی تعلیم وتربیت سے یہ کس قدر متاثر ہوئے ہیں آیا کتاب الٰہی سے اپنے دین کی تکمیل سمجھ سکتے ہیں؟ اور واقعہ بھی یوں ہی ہے کیونکہ اس کے بعد آپ گھنٹوں بقید صحت رونق افروز رہے لیکن آپ نے اس تحریر کا ذکر نہیں دہرایا۔ صاف ثابت ہے کہ اگر وہ ضروری ہوتا تو ضرور معرضِ تحریر میں آجاتا کیونکہ ضروری اور واجبی امر کو واضح نہ کرنا ایک تبلیغی نقص ہے۔

(۱۰) یہ کہ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سو پچاس[۱۵۰] احادیث مروی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ سو چھیاسی۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچسو انتالیس احادیث کا مجموعہ مروی ہے۔ اب اگر حدیث کی کتابت آپ کے مخالف ہو تو یہ احادیث کیسے روایت فرماتے بلکہ ان احادیث کے علاوہ اور ہزاروں فتاویٰ اور فیصلہ جات وغیرہ آپ سے مروی ہیں جو کہ دوسرے صحابہ کی موجودگی میں ہوئے اور آپ وہ سب اُمور احادیث کی روشنی میں فرماتے تھے۔ ثابت ہوا کتابت حدیث جائز ہے۔

(۱۱) یہ کہ اگر یہ اَمر ناجائز ہوتا تو ثابت ہوتا کہ لکھنے والوں کو آپ سزا دیتے تھے مگر ایسا ہرگز ثابت نہیں کہ کتابت حدیث پر آپ نے کسی کو سزا و تعزیر دی ہو۔ ثابت ہوا کہ حدیث ایک جائز امر ہے۔

ناظرین حضرات! یہاں تک نصف النہار اور شمس و امس کی طرح واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کی طرح حدیث پاک بھی احکام شرعیہ اور حدود و قصاص و دیگر دینی اُمور میں ایک مستقل اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی طرح یہ بھی واجب الاتباع بکمل دینی حصول نجات کا مستقل ذریعہ ہے اس کا انکار و اقرار قرآن مجید کے انکار و اقرار کی طرح ہے۔ دربار الٰہی میں قرب و وصال اور ہر طرح کی رسائی کا سبب حدیث پر عمل درآمد زینہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید اور حدیث پاک پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

کتابتِ حدیث پر پہلا قول

اور یہ قول حدیث کی صحت وحجیت میں یوں ہے کہ جب قرآن مجید میں بیان موجود ہو تو پھر حدیث سے استدلال کی ضرورت نہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس پر نماز کا لفظ بولا جا سکتا ہو یا زکوٰۃ کا لفظ بولا جا سکتا ہے اس نے فرض ادا کر دیا مثلاً ایک شخص نے ایک روز دو رکعت نماز پڑھی یا اس نے ساری عمر میں دو رکعت نماز پڑھی تو اس نے نماز ادا کر دی اب اس کو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں اور جس نے ایک چیز کی زکوٰۃ دے دی یا اتنی چیز جس پر زکوٰۃ کا لفظ بولا جا سکے پس اس کی سب زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

مگر یہ مذہب جمہور اسلام اور قرآن مجید اور صریح احادیث صحیحہ کے برخلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اور ناقابلِ عمل اور یہی وجہ ہے کہ اس پر کوئی معتدبہ جماعت نظر نہیں آتی۔

حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے

حدیث اس مبارک قلب پاک کے تاثرات کا نام ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوا۔ حدیث اس زبانِ پاک کے ارشادات عالیہ ہیں جس نے قرآن مجید سُنایا پڑھایا۔ حدیث قرآن کریم کی وہ تفسیر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سکھائی اور نہایت تفصیل سے ذہن نشین کرائی۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ احکامات ہیں جو کہ تمام قسم کے ذہنی عقلی اعمالی خوبیوں کے محرک ہیں اور ان جملہ جرائم کا قطعی ذریعہ انسداد ہیں جن کو عادل حکومتیں مٹا کر ملکی حالات کی اصلاح کیا کرتی ہیں۔ حدیث قرآن کی طرح ان لطائف اور حکمتوں کی تعلیم ہے جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک آنے والی مخلوق کے لیے جاری فرمائی ہے۔ حدیث ان اخلاق وملکات کی تدریس ہے جن سے جرائم ملکی، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، رشوت ستانی، شراب نوشی

بدکاری، بے حیائی، غریب کشی وغیرہ جیسے مذموم اقدامات سے نفرت دلاتی ہے۔

حدیث احکام الٰہیہ اور ارشادات ربانیہ کا پرتو ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی اُسوۂ حسنہ مبارکہ ہے جو کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین رہنما ہے حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تریسٹھ سالہ زندگی اخلاق و عادات عالیہ کا وہ مجموعہ ہے جس پر عمل درآمد عین عبادت اور اطاعت خدائے قدوس ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان فیصلوں کا نام ہے جن پر عمل درآمد ایمان کی شرط ہے۔ حدیث دین و ایمان کی وہ جامع و مانع بنیاد ہے جو کہ معرفت الٰہی کا سنگِ بنیاد ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابرکت تعلیم ہے جس پر عمل کرنے والے کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ہمیشہ کے لیے جنت عطا فرماتا ہے۔ حدیث اسلام اور ایمان کی وہ بنیادی تعلیم ہے جس پر تمام اہلِ بیت صحابہ کرام ائمہ مجتہدین اولیاء اللہ آج تک عمل کرتے آتے ہیں۔ اور نجات کا باعث سمجھتے رہے ہیں۔ اور نجات کا باعث سمجھتے رہے ہیں۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ حکم و ارشاد ہے جو کہ معرفت الٰہی اور فراست قرآنی اور اس کے اصل مفہوم سمجھنے کا صحیح معیار ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کا وہ مجموعہ اور مرقع ہے جس پر عمل درآمد کرنے والے کامل الایمان بلکہ ایسے واجب الاطاعت ہو جاتے ہیں کہ اُن کی نافرمانی و گمراہی اور دوزخ کا سبب بن جاتی ہے۔ حدیث جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کلام معجز نظام ہے۔ جس کی محبت جان و مال، اولاد اور دنیا کی تمام دولتوں سے زائد لازمی ہے۔ حدیث وہ پاکیزہ کلمات ہیں جن پر صحابہ کرام اور اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمل کر کے تمام دنیا پر حکومتیں کیں اور جن کے ماننے والے حضرات خلفاء راشدین خالد بن ولید ابو عبیدہ بن جراح ضرار طارق حارث قتادہ محمد بن قاسم صلاح الدین ایوبی محمود غزنوی عالمگیر اورنگ زیب وغیرہ ہم فاتحان اسلام گزرے ہیں اور تا قیامت انشاء اللہ تعالیٰ کفر و شرک کے ایوانوں میں تہلکہ مچا

دینے والے ہیں اور رہیں گے۔ حدیث حضور پرنور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وہ مستند کلام ہے جو کہ سچے پاکباز فضلاء صوفیاء کرام کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے۔ حدیث وہ لائحہ عمل ہے جس پر نماز روزہ حج عمرہ تمام عبادات معاملات اور زندگی کے ہر شعبہ کے جملہ کو الف موقوف ہیں۔ حدیث اس مسودہ مبارکہ کا نام ہے جس کو دس بارہ ہزار صحابہ کرام کے تعاون علمی سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عالم مدینہ طیبہ نے مرتب کیا اور ملکی وملی معاملات میں معیار عمل بنایا۔

بہرصورت حدیث کا ماننا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے اس کے بغیر دین بلکہ قرآن کا ماننا بے معنی ہو جاتا ہے۔ حدیث کا انکار گویا قرآن کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث پر سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حدیث کے اقسام

جس طرح قرآن مجید کی متعدد قسمیں ہیں جن کے ذریعہ سے احکام اور مسائل قرآن سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں وہ تمام اقسام جاری ہوتے ہیں مثلاً قرآن میں خاص عام مشترک موول اگر ہیں تو حدیث میں بھی یہ اقسام نکلتے ہیں بلکہ زیادہ کیونکہ حدیث کی سند اور طریق ثبوت میں کبھی کمزوری آجاتی ہے جس کی وجہ سے حدیث کے اقسام اور بڑھ جاتے ہیں مثلاً حدیث کبھی خبر متواتر ہوتی ہے اور کبھی مشہور اور کبھی خبر واحد وغیرہ ہوتی ہے اور یہ اقسام زائد قرآن مجید میں بوجہ قطعی ثبوت ہونے کے نہیں نکل سکتے۔ لہذا احادیث پر عمل کسی ایک قسم میں منحصر کرنا درست اور صحیح نہ ہوگا۔ یعنی یوں کہنا جائز نہ ہوگا کہ اگر صحیح حدیث میں ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں کیونکہ حدیث کے طرق متعدد ہیں تو ایک طریقہ سے حکم اگر ثابت نہ ہوا تو دوسرے طریقہ سے ثابت ہو جائے گا۔ ایک طریقہ سے ایک حکم ہوگا اور دوسرے طریقہ سے کوئی اور حکم نکلے گا۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث سے حکم نکالنا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ اس کا جو کہ حکم نکالنے کے تمام طریقوں کو جانتا ہو لہذا احادیث کے ظاہری الفاظ پر ہی اکتفا کرنا یا

یہ کہنا کہ یہ حکم حدیث میں نہیں اور حدیث کے ظاہری مفہوم کے علاوہ اور ہر مفہوم کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

حدیث پر عمل پیرا ہونے کی صورت

حدیث کے چونکہ متعدد اقسام ہیں مثلاً صحیح حسن غریب وغیرہ اور ہر شخص ان کو معلوم نہیں کر سکتا لہذا حدیث شریف پر عمل کرنے کی یہ صورت ہے کہ جس حدیث پر جمہور فقہاء اہل سنت کا عمل ہو گا اور ان کے بعد جمہور محدثین اہلسنت کا عمل درآمد ہو گا اس پر عمل کیا جائے گا اور جمہور کے بالمقابل بعض کا قول معتبر نہ ہو گا بلکہ بعض کا قول ترک کر دیا جائے گا اور نظریۂ جمہور کو اپنایا جائے گا۔

اجماعِ اُمّت

بعض وقت کوئی حادثہ ایسا پیش آجاتا ہے جس کا حکم کتاب وحدیث سے اخذ نہیں کیا جا سکتا تو پھر جس نظریہ پر اُمت کے اہل رائے اتفاق کر لیں اسی پر عمل پیرا ہونا شرعاً جائز ہو گا اور یہ عمل موجب اَجر وثواب ہو گا کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کسی ناجائز اور گمراہی پر جمع نہ ہوگی مگر اہل رائے سے مراد عام نہیں بلکہ وہ جو کہ شرعی احکام میں درجہ اجتہاد پر فائز ہوں یعنی علومِ اسلامیہ اور ضروریہ میں مہارت تامہ کے ساتھ متقی زاہد مخلص متشرع بھی ہوں۔ قرآن مجید میں ہے جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جمہور اہلسنت کی مخالفت کرے اس کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ جس پر جمہور علماء کا اتفاق ہو جائے اس پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے اور اس کی مخالفت شریعت کی مخالفت ہے اور اس کی پیروی کتاب وسنت کی پیروی ہے مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حقہ پر اس پر جمہور صحابہ کا اتفاق ہے اجماع ہو گیا۔ لہذا ان کی خلافت شرعی اُمور پر جائز

اور واجب الاطاعت ہے اس کا انکار کرنا ضلالت و جہالت ہے۔

اجماع کے اقسام

اجماع کی چار قسمیں ہیں۔ ایک اجماع تمام صحابہ کرام کا ہے اور بہ منزلہ کتاب اللہ کے ہے۔ دوسری قسم اجماع یہ ہے کہ بعض نے کہا ایسا ہونا چاہیئے اور بعض دوسرے خاموش رہے اور یہ حدیث متواتر کی طرح ہے۔ تیسری قسم تابعین کا اجماع ہے اور یہ حدیث مشہور کی طرح ہے اور چوتھی قسم علماء متاخرین کا سلف کے کسی قول پر اجماع کرنا ہے اور یہ خبر واحد کی طرح ہے جو کہ مشہور نہ ہو۔

اس کے علاوہ اور اقسام بھی ہیں لیکن امر مشترک ان سب میں یہی ہے کہ امر اجماع پر عمل کیا جائے گا۔ بعض پر واجب اور بعض پر جائز۔ نیز یہ اجماع اہل رائے و اجتہاد کا ہو گا جیسا کہ گذرا اس میں عوام کو کچھ دخل نہیں۔

اس سے یہ امر واضح اور روشن ہو گیا کہ اجماع کسی قسم کا ہو وہ بہرصورت کتاب و سنت سے حکم اخذ کیا جا سکتا ہے اجماع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز یہ واضح ہوا کہ عوام کا کسی باپ پر اتفاق کر لینے کے کوئی معنی نہیں رکھتا اور پھر یہ جبکہ شریعت کے برخلاف بھی ہو جیسا کہ آج کل معمول بنا ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اجماع اور جمہوریت یہ تھی کہ ہر شعبہ حیات میں ارباب حل و عقد اور اصحاب بست و کشاد جب کہ کسی چیز کے حکم کی وضاحت کتاب و سنت میں نہ ملے اور عوام اس میں مبتلاء ہیں تو اپنی طبعی فراست و کیاست کی روشنی میں اس کا علاج کریں اور حل نکالیں کہ عوام کی مصیبت بھی حل ہو جائے اور کتاب و سنت کی مخالفت بھی نہ آئے مگر اندھیر ہے کہ آج کتاب و سنت کے حکم کے برخلاف جب لوگ چاہتے ہیں کسی بات پر اتفاق کر لیتے ہیں اور اس کہنے پر مرنے مارنے پر ادھار کھا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت دے۔ آمین ثم آمین۔

قیاس

بعض وقت کسی حکم کی تصریح نہیں ہوتی۔ اختصار کے طور پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں چیز پر اس کو قیاس اور اعتبار کر لو جو اس کا حکم ہے وہی اس کا ہے جیسا قرآن مجید میں ہے فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَاب کبھی ایک حکم کی علت معلوم ہوتی ہے اور دوسری جگہ حکم نہیں ہوتا مگر پہلے حکم کی علت وہاں ہوتی ہے لہذا بوجہ اس علت کے پہلا حکم اس پر جاری کر دیا جاتا ہے اس کو قیاس کہتے ہیں مگر یہ علت معلوم کرنا کہ فلاں چیز حکم کی علت ہے یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ یہ مجتہد کا کام ہے عام آدمی ایسا نہیں کر سکتے۔

مجتہد

مجتہد وہ ہوتا ہے کہ اس کو علومِ اسلامیہ ضروریہ قرآن حدیث، لغت، صرف، نحو، معانی، فقہ، اصول، تفسیر، وراثت، نسب، تاریخ، ناسخ، منسوخ، شانِ نزول۔ ادب و اخلاق وغیرہ محفوظ ہوں اور استخراج و استنباط احکام کی استعداد ہونا استصحاب حال کے نشیب و فراز سے واقف ہونا اور وہ احادیث جو کہ احکام شرعیہ سے متعلق ہوں ان سے واقف ہونا۔ مذاہب سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

قیاس کے اصول و قواعد میں ماہر ہو اور علاوہ اس کے پرہیز گاری میں اعلیٰ درجہ پہ ممتاز ہو علی سبیل الکمال متشرع اوصاف عالیہ سے مالا مال ہو جس میں ان صفات کی کمی ہو خواہ کیسا ہی حاکم کیوں نہ ہو وہ مجتہد کی تقلید کرنے کا پابند ہے اور ان اوصافِ مذکورہ سے متصف ہونا اسی کے آثار اجتہادی اور زہد و تقویٰ سے ظاہر ہو سکتا ہے جیسا کہ کسی فن کے متعارف حضرات کی اعلیٰ مہارت ان کے ظاہری آثار اور بے مثال فن کاری سے ہر عام و خاص کے ہاں مسلم ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کسی عالم متقی کے آثار اجتہادی اس قدر ظاہر ہوں کہ عوام و خواص اس کے لیے منصب اجتہاد تسلیم کرنے پر مجبور رہوں تو وہ مجتہد مسلّم ہوتا ہے۔

اُمّتِ محمّدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اُئمہ اربعہ ابوحنیفہ مالک شافعی احمدبن حنبل رحمہم اللہ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین ولاحقین میں اعلیٰ درجہ کا مانا گیا ہے۔ اس کی وجہ وہی آثار علمی اور علامات زہد وتقویٰ ہیں جس سے آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے آئے ہیں ان میں سے امام الائمہ سراج الاُمۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نعمان بن ثابت کوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تلامذہ مقلدین میں ایسے اکابر اسلام پیدا کیے جنھوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل مخرجہ اور اصول مقررہ کو بے شمار تصانیف میں انتہائی تنقیح وتحقیق سے بیان کیا جو کہ آئندہ واقعات اور صور حادثہ اور تازہ پیش آمدہ حوادث کے لیے دستور العمل کی حیثیت سے متعین ہوئے اس کی چند اقسام ہیں:

(۱) مجتہد مطلق جو کہ سب احکام میں اجتہاد کرے جیساکہ ائمہ اربعہ (۲) مجتہد فی المذہب۔ (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التمیز (۷) اور وہ جو اُمورِ مذکور پر قادر نہ ہوں۔ جیسے امام ابویوسف اور امام محمد آپ کے روبرو آپ کے اصول وقواعد کے مطابق قرآن مجید سے تازہ احکام استنباط کرتے تھے اور اسی وجہ سے یہ مجتہد فی المذہب کہلائے اور جیساکہ حضرت امام ابوجعفر طحاوی۔ ابوالحسن کرخی۔ شمس الائمہ حلوائی شمس الائمہ سرخسی فخر الاسلام بزدوی وغیرہم کہ ان کو حنفی مذہب کے اصول وقواعد کا اتنا علم تھا کہ وہ حسب اصول وقواعد امام ان مسائل کا استنباط کرتے جن میں امام سے روایت نہیں تھی اور اس وجہ سے یہ مجتہد فی المسائل کہلائے اور جیساکہ امام ابوعبداللہ جرجانی رحمہ اللہ وغیرہ کہ اصول وفروع مذہب میں ان کو اتنی مہارت تھی کہ امام یا اصحاب امام کا جو قول مجمل متشابہ اور حکم مبہم ہوتا اس کے امثال ونظائر پر قیاس کرکے اس کی تفصیل کرسکتے تھے اور اس کی وجہ سے اصحاب تخریج کہلائے اور جیساکہ امام اسبیجابی اور علی رازی کہ یہ بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی لیاقت رکھتے تھے اس کی وجہ سے یہ اصحاب ترجیح کہلائے اور جیساکہ وہ حضرات جن کی کتابیں ہمارے زمانہ میں باعث فیض اور عالم گیر قبولیت سے ممتاز ہیں کہ مراتب مذکورہ کے گروہ

مالک نہیں ہیں لیکن روایات متعددہ میں سے اقوی قوی ضعیف اور ظاہر مذہب اور روایت نادرہ میں فرق کر سکتے تھے اور ان طبقات اربعہ مذکورہ سے جو مذہب متعین ہو چکا ہے وہ کنز درمختار، وقایہ، مجمع البحرین وغیرہ میں کمال تنقیح سے مذکور ہے اور بعد کے علمار کرام نے ان کتابوں پر کلی اعتماد کیا ہے اور یہ کتب دراصل طبقات اربعہ مذکورہ کی قوی روایات کی راوی ہیں اور ان کا ثقہ ہونا سب کے نزدیک مسلم ہو چکا ہے اور متون و شروح و فتاویٰ متاخرین جو کہ دستور العمل میں مقرر ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ وہ مذہب حنفی کی تفصیل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفیہ کی ایسی تنقیح ہو گئی تھی گویا کوئی جزئی بلا تحقیق نہیں رہی اور آئندہ اغلب واقعات کے جوابات انہی تحقیقات سے برآمد ہو سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فقہار کا فتویٰ ہے کہ اب اجتہاد ختم ہو چکا ہے۔ اب کوئی جدید مجتہد مطلقاً اغلباً پیدا نہ ہوگا۔ اور یہ کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام الٰہی کے مبلغ اور آپ کی اطاعت جزو ایمان ہے ویسے ہی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغ ہیں اور آپ کی اطاعت لازمی ہے اور کسی غیر مجتہد شخص کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی احکام شرعیہ میں تقلید اس طور پر واجب ہے کہ وہ عام احکام میں اس کا ہی مقلد ہو کسی مسئلہ میں ایک امام کی تقلید اور کسی دوسرے میں دوسرے امام کی تقلید کرنا تلفیق ہے جس سے دین کا لہو ولعب ہونا لازم آتا ہے جو قطعاً حرام ہے اور کسی غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے سے احکام ضروری سے متعلق کسی حدیث پر عمل کرے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام کی تقلید کرے کیونکہ براہِ راست حدیث پر عمل درآمد کرنے کے لیے جو شرائط ہیں وہ صرف مجتہد ہی میں پائی جاتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مجتہد کی چند اقسام ہیں۔ ان سب میں گو غیر معمولی تفاوت موجود ہے لیکن علوم ضروریہ شرعیہ پر سب حاوی ہوتے ہیں اور سب میں یہ شرط ہے کہ یہ قیاس کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ منصب ہر شخص کا نہیں ہے بلکہ خواص اصحاب تشریع حضرات کا ہے لہٰذا ذرا شد وبد اور معمولی استعداد اور محض ترجمہ بینی اور مطالعہ کیشی اور محض تعلی اور تھوڑ

اور بہچوں میں دیگرے نیست کی نعرہ زنی سے مرتبہ اجتہاد پر اپنے کو تصوّر کرنا اور پھر کتاب و سنت اور علماء متقدمین و متاخرین کے نظریات کو بھی پیش نظر نہ رکھنا۔ سینہ زوری اور حق و انصاف کا خون بہانا ہے۔

بہر صورت قیاس درست ہے۔ صحیح ہے اور جائز ہے اور نافذ مگر اپنی شرائط و قیود کے ساتھ اللہ سبحانہ، ہم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلنے کی ہدایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بحث عقیدہ اور اس کی اہمیّت

ناظرین کرام! انسان کی دنیوی اور اُخروی نجات گو ثبوت اعمال صالحہ اور دائمی کردار نیک سے بھی متعلق ہے لیکن صحت عقیدہ کو اس میں اولیّت اور بنیادی حیثیت حاصل ہے بلکہ صحت عقیدہ نجات اُخروی کے لیے ایک معیاری حیثیت رکھتا ہے۔ اعمال کم ہوں یا زائد ان کی صحت و بقا اور ان کا موجب اجر و ثواب ہونا اس پر موقوف ہے کہ عقیدہ صحیح ہو اگر سرے سے عقیدہ ہی نہ ہو یا عقیدہ میں فساد اور نقص ہو تو اعمال کا کوئی اعتبار نہیں سب کے سب اکارت جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں اعمال کا ذکر کیا گیا ہے اس سے پیشتر ایمان کا ذکر کیا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (خلاصہ ترجمہ) کہ انسان کی نجات کامل چار چیزوں پر موقوف ہے - ایمان - عمل صالح - صحیح اُمور کی نشر و اشاعت - مصائب و مشکلات میں صبر و استقلال - ان میں اول کو اوّل ذکر کیا ہے - حدیث میں فرمایا قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (ترجمہ) کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہا۔ اسی طرح اور آیات و احادیث بھی گنائی جاسکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کو اعمال پر اولیت اور تقدیم حاصل ہے پس جب ایمان اور عقیدہ صحیح ہوگا تو اعمال بھی درست ہو سکتے ہیں اور اگر عقیدہ و ایمان میں فساد تصوّر ہوا تو

پھر اعمال کا کچھ اعتبار نہیں سب برباد اور بے اثر ثابت ہوں گے مثلاً ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین پر عقیدہ و ایمان نہ رکھتا ہو یا آپ کی عزت نہ کرتا ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عزت اس کے دل میں نہ ہو یا احادیث صحیحہ کو تاریخ سے زیادہ حیثیت و وقعت نہ دیتا ہو تو ان میں سے ہر بات بجائے خود اتنی مذموم اور قبیح ہے کہ اس کی قباحت اور برائی ہر حسن اعمال اور کثرت کردار کا پورا دفتر بھی کم نہیں کر سکتا۔ جہاں پر یہ قباحت پائی جائے گی وہاں اگر نیکوکاری کے پہاڑ بھی کھڑے ہوں تو بھی یہی جائے گا کہ ان کا کچھ اعتبار نہیں حتّٰی کہ اگر بددین اور بدعقیدہ آدمی دین کی بھی باتیں کرتا ہو تو ان پر بھی ظلمت لپٹی ہوتی ہوتی ہے۔ اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت مخلوط ہوتی ہے اس وجہ سے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ چاہیئے۔ ثابت ہوا کہ اچھے کردار سے جب کہ عقیدہ اچھا اور درست نہ ہو۔ انسان مومن اور مستحق فلاح نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ کفار سے گو بے تعداد اچھے افعال و اقوال صادر ہوں مگر ایمان کے بغیر یہ اعمال موجب نجات نہیں ہوں گے حتّٰی کہ ان کا اقرار ربوبیت بھی بد عقیدہ کی وجہ سے قابل قبول نہ ہوا وہ مغفرت مانگتے ہیں۔ معطی اور خالق رزاق وغیرہ سب مانتے ہیں مگر عقیدہ کی کمزوری کی وجہ سے یہ سب کچھ دربار الٰہی میں قبول نہیں اور منافقین بھی گو وہ کلمہ گو تھے اور صوم و صلوٰۃ پر عامل مبدء و معاد کے قائل صدقہ و خیرات کے عامل لیکن چونکہ ان کا عقیدہ صحیح نہ تھا کہ دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان و عقیدہ نہ تھا لہٰذا یہ سب مردود ہوا اور ناقابل قبول اور ان سے متعلق یوں حکم ہوا اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ بلاشبہ منافقین اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے وہ جہنم کے نیچے طبقہ میں ہوں گے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ عقیدہ کے فساد یا کمزوری کے ہوتے ہوئے پھر اپنے ظاہری اعمال پر اترانا فخر کرنا یا کسی کی تحقیر و توہین کرنا یا صرف اعمال ہی کو ذریعہ نجات خیال کرنا محض جہالت اور نادانی ہے اور عذاب دائمی میں مبتلا ہونے کا پیش خیمہ اللہ تبارک و تعالیٰ عقیدہ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کیا عقیدہ کی صحتِ دائمی ضروری ہے

نجات کامل کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ عقیدہ صحیح ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک وقت عقیدہ صحیح کر لیا جائے اور پھر اس کی صحت ضروری نہ خیال کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ عقیدہ کا ثبوت اور اس کی صحت دائمی اور تا دم آخر ہونی چاہیئے اگر کسی وقت بھی عقیدہ درست نہ رہا تو اس سے پیشتر کیے ہوئے اعمال سب ضائع ہو جائیں گے اور ان پر کچھ ثواب و اجر نہ ملے گا۔

حدیث میں ہے کہ قرب قیامت میں ایسا وقت آئے گا کہ انسان شرعی احکام کی ناواقفیت کی وجہ سے صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر۔ (معاذ اللہ)

مطلب یہ کہ دین و مذہب کی ناواقفیت کی وجہ سے صبح و شام وہ بعض ایسی حرکات و افعال کا ارتکاب کرے گا کہ کافر ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ مومن کو لازم ہے کہ اپنی دولتِ ایمان کو ضائع نہ ہونے دے شیطان اور گمراہ افراد کے تاثرات سے بچتا رہے اور شب و روز یہ دھیان رکھے کہ کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہو جس سے متاع ایمان خورد برد ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے انسان جہنم رسید ہو جائے اور تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں قرآن و حدیث اس پر شاہد عدل ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ "بعض آدمیوں کا ایمان جاتا رہا" اور نجات دائمی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے اِنَّمَا الْعِبْرَۃُ بِالْخَوَاتِیْمِ (ترجمہ) نجات انجام پر موقوف ہے اگر خدا کے فضل سے خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو نجات ورنہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ سب ایمان داروں کو آخر دم تک ایمانی دولت مندی کو محفوظ رکھنے کی سعادت سے مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین

بزرگانِ دین نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایمان کے حصول کے بعد اپنے اعمال پر فخر نہ کرے اترائے نہیں جو کار خیر نصیب ہو یہ سمجھے کہ یہ میرے مولیٰ کریم کی توفیق سے ہے۔ اس کا کرم ہے اعمال صالح کرنے پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور اعمال کے ضائع

ہونے سے ڈرتا رہے اور علماء کرام سے پوچھتا رہے کہ کون سی باتوں اور کاموں سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے۔ شیطان اور گمراہ لوگوں کے وساوس اور خیالات سے بچتا رہے دُعا مانگتا رہے کہ اے اللہ دولتِ ایمان جو تو نے مجھ ناچیز کو محض اپنے فضل کرم سے عطا فرمائی ہے تا آخر میرے ہمراہ رہے اور اسی پر میرا خاتمہ ہو تو اُمید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ایمان محفوظ رہے گا۔

عقیدہ صحیح ہونے کا معیار

معیارِ نجات اور کامل سرخروئی صحت عقیدہ پر موقوف ہے کہ جس کا عقیدہ صحیح ہو گا اس کا عمل بھی صحیح اور نجات و فلاح بھی متوقع مگر اس کی کیا صورت ہے کہ یہ عقیدہ صحیح ہے۔ ہر شخص یہی تصوّر کرتا ہے کہ میرا عقیدہ صحیح ہے لہٰذا ہم بزرگانِ دین اور علماء شرع متین کے ارشادات کی روشنی میں اس پر روشنی ڈالتے ہیں کہ عقیدہ صحیح کیا ہے۔

تفسیر رُوح البیان میں ہے زیر آیت: وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ فرماتے ہیں اِنَّ قَصْدَ السَّبِيْلِ هُوَ دِيْنُ الْاِسْلَامِ وَهُوَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
ترجمہ: بے شک دین اسلام ہی سیدھا راستہ ہے اور وہ اہل سنت والجماعت کا طریقہ ہے۔

علّامہ ذہبی فرماتے ہیں:
اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ (فتوحاتِ وہبیہ شرح اربعین نودیہ صد ۱۷۹)
"یعنی اہل سنت ہی وہ جماعت ہے جو کہ ناجی ہے۔"

تفسیر مواہب الرحمٰن صد ۱۶۳ اہلسنت سچا مذہب ہے۔

تفسیرات احمدیہ صد ۲۳ (ترجمہ) "لیکن تحقیق یہی ہے کہ سچائی اور صداقت اہلسنت والجماعت میں ہے۔

تفسیر مظہری۔ (ترجمہ) فرقہ ناجیہ اہلسنت والجماعت چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی پر جمع ہوا ہے۔ اور جو ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہل بدعت و نار سے ہے۔

حضرت مرزا جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کلماتِ طیبات فارسی ۳۲ مقالات مظہری میں ہے۔ (ترجمہ) "اہل سنت ہی حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔"

شاہ ولی اللہ صاحب فیض الحرمین مشہد دہم (ترجمہ) میں نے غور کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مذاہب فقہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کس مذہب کی طرف مائل ہیں تاکہ میں بھی وہی مذہب منتخب کروں تو معلوم ہوا کہ سب مذاہب فقہ آپ کے نزدیک صحیح ہیں۔

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات ص۱۴۰ پر تحریر کرتے ہیں۔

(ترجمہ) احادیث متواترہ اور آثار کثیرہ سے سلف صالحین صحابہ کرام تابعین اور ان کے بعد والوں کا مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اہل سنت والجماعت عقیدہ اور طریقہ پر ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) آخری نجات کا دارومدار صرف اس پر موقوف ہے کہ تمام اقوال و افعال اور اصول وفروع میں فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کی پیروی کی جائے کیونکہ اہلسنت یہی ایک جنتی فرقہ ہے اس کے علاوہ جتنے فرقے ہیں سب زوال اور ہلاکت کے کنارہ پر کھڑے ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کو ہر ایک جان لے گا مگر اس وقت کا جاننا کچھ نفع نہ دے گا۔

(مکتوبات شرح ۹۶/ب و مکتوب ۶۹/ب۔ اسی طرح مکتوب فارسی ۵۹/ ص ۷۰ و ص ۷۰ پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور ص ۱۱۹ آپ فرماتے ہیں اسماعیل فقیہہ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو احمد حاکم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے نزدیک زیادہ نجات یافتہ کون سا فرقہ ہے۔ پس انھوں نے کہا کہ اہل سنت

حضرت عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ المیزان الکبریٰ ص ۲ ج

"بیشک تم اس کتاب (میزان کبریٰ) کو نظر انصاف سے دیکھو گے تو اس سے

صحیح عقیدہ کی تحقیق ہو جائے گی یعنی بے شک چاروں امام اور ان کے مقلدین (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) ظاہری اور باطنی طور پر خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سبیل الرشاد صـ۲۵ پر فرماتے ہیں جو عامل بالحدیث بزعم خود ہو کر مجتہدین راسخین پر سب و شتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبطہ عن النصوص کو بنظر حقارت دیکھ کر زشت و زبوں جانتے ہیں۔ وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہلسنت اور متبع ہوا انسانی اور داخل گروہ اہل ہوا کے ہیں۔ . . . . . .

نیز فرماتے ہیں جملہ مجتہدین اور اُن کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہو گئے۔ صـ۲۵۔

حضرت علامہ ابن العابدین رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار صـ۲۵۴ ج ۳ ارشاد فرماتے ہیں۔ یعنی جو اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے خلاف بات کرے وہ بدعتی ہے۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ترجمہ "اہل سنت والجماعت ایک پرانا اور مشہور مذہب ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب تھا جو کہ اُنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھا تھا جو اس کی مخالفت کرے وہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔ (منہاج السنہ صـ۲۵۶ ج ۱)

ناظرین کرام! ان مندرجہ حوالجات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور بزرگانِ دین اور سلف صالحین بلکہ مخالفین کا بھی اعتراف ہے کہ مسلک حق اہلسنت والجماعت کا ہی مسلک ہے اور یہی فرقہ ناجیہ ہے اور اس جماعت کے سب مخالف فرقے بدعتی ناری اور صراطِ مستقیم سے دور ہیں ان کی پیروی شریعت کے خلاف ہے ان کی راہ جنت کی راہ نہیں اور ان کا عمل قابل تعریف نہیں۔

اور روز روشن سے زیادہ واضح ہو گیا کہ صراط مستقیم اور نجات یافتہ جماعت اور قابل تقلید لائحہ عمل اور قرون اُولیٰ سے لے کر آج تک اور سلف سے خلف تک سب کا یہی نظریہ ہے۔ مذہب صحیح اور ضروری اطاعت یہی طریقہ اہل سنت والجماعت

کا ہے اور یہی مدار نجات ہے اور یہی اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دربار میں مقبول و منظور ہے۔ انتہائی کوشش ہونی چاہیئے کہ اپنی حیات مستعار میں لائحہ زندگی یہی طریقہ و عقیدہ اہلسنت والجماعت ہو اور اسی پر خاتمہ ہو۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اسی پر خاتمہ فرمائے اور ابدی انعامات اور دائمی احسانات سے مالا مال کرے آمین ثم آمین۔

عقائد حقہ اہلسنت والجماعت کیا ہیں

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ نجات کلی کا ذریعہ گو حقیقت میں اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل و کرم ہے لیکن اعمال صالح کو ذریعہ و سبب بنایا ہے۔ جس کے اعمال صالح بڑھ جائیں گے اور وزنی ہوں گے اس کو وہ محض اپنے فضل و کرم سے جنت میں ابدی انعامات سے مالا مال کرے گا اور ان اعمال کا ثبوت و بقا عقیدہ کی صحت پر موقوف ہے کہ اگر عقیدہ صحیح ہے تو اعمال کا اعتبار ہے ورنہ نہیں اور عقیدہ جو کہ نجات و فلاح کا ذریعہ بن سکے وہ عقیدہ صرف اہلسنت والجماعت کا ہے تو ضرور ہے کہ عقائد حقہ اہلسنت والجماعت کی ذرا تفصیل کر دی جائے تاکہ ہر طرح کی افراط و تفریط اور کمی و بیشی سے اپنے عقیدہ کو محفوظ رکھا جا سکے۔

عقائد متعلقہ ذات و صفات الٰہیہ

عقیدہ اللہ ایک ہے اس کی ذات صفات افعال اقوال اسماء حسنیٰ احکام میں حقیقتہً کوئی شریک نہیں وہ سب میں منفرد و مستقل ہے۔ اس کا وجود ذاتی ہے عطائی نہیں جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے وہ کسی کا کسی شے میں محتاج نہیں اور سب جہان اس کا محتاج، اس کی ذات و صفات کا عقل احاطہ نہیں کر سکتی اور وہ سب پر محیط ہے۔ ہاں اس کے افعال

کے واسطے سے اس کی صفات کا اجمالی وجود معلوم ہوتا ہے اور صفات سے اس کی ذات کی قدرے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ عقیدہ اس کی صفات نہ اس کی ذات ذات کا عین ہیں اور نہ ہی غیر بلکہ نفس ذات کا مقتضی اور عین ذات کو لازم ذات کی طرح نہ ان کی ابتداء ہے نہ انتہا نہ مخلوق ہیں نہ زیر قدرت۔ عقیدہ ذات وصفات الٰہیہ کے سوا تمام چیزیں حادث یعنی عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ عقیدہ نہ وہ کسی کا باپ نہ بیٹا۔ نہ اس کا کوئی رشتہ دار نہ بیوی۔ عقیدہ جو چیز عقلی طور پر محال اور ناممکن ہو وہ اس سے پاک ہے کہ محال کا معنی یہ ہے کہ موجود نہ ہو سکے اور اگر محال ممکن اور موجود ہو جائے تو محال نہ رہا مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل، وغیرہ عیوب اس پر سب قطعاً محال ہیں کہ ان کی خدا کی طرف نسبت عقل محال سمجھتی ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ ان عیوب پر اللہ کو قدرت ہے مگر وہ کرتا کہنا نہیں بالکل ناجائز ہے اور یوں بھی کہ یہ عیوب نقص ہے اور ہر نقص اللہ پر عقلی طور پر بھی محال اور ناممکن ہے اور اس کی تعظیم و تنزیہہ کے خلاف ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اگر کذب جہل وغیرہ پر اللہ کو قادر نہ مانیں تو وہ ہر چیز پر قادر نہ ہوا کیونکہ ہر چیز پر قادر ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر ممکن و مقدور پر قادر (یعنی ہر چیز جو ہو سکتی ہے اس پر وہ قادر ہے) نہ کہ محالات پر بھی کیونکہ وہ پھر محال نہ رہے گا بلکہ ممکن ہو جائے گا۔ پس عیوب و نقائص پر قدرت الٰہیہ بایں معنی کہ وہ ان سے موصوف ہو محال اور اس کا امکان بھی محال **عقیدہ** حیات قدرت سننا دیکھنا کلام علم ارادہ اس کی ذاتی صفات ہیں مگر سننا کان سے دیکھنا آنکھ سے اور کلام زبان سے نہیں کہ یہ اجسام کا خاصہ اور وہ جسم سے پاک ہے۔ **عقیدہ** اس کا وصف کلام قدیم و ازلی ہے جو اس کے کلام اور قرآن کو حادث و مخلوق مانے وہ شرعاً کافر ہے۔ اس کا کلام آواز سے پاک ہے۔ یہ قرآن جس کو ہم زبان سے تلاوت کرتے ہیں۔ کان سے سنتے ہیں اور مصاحف میں لکھتے ہیں اس کا کلام قدیم بلاصوت ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور آواز حادث ہے اور جو پڑھا وہ قدیم ہے۔ عقیدہ اس کا علم ازلاً و ابداً تمام جزئیات کلیات معدومات ممکنات محالات کو محیط ہے

وہ ہمارے سب غیب و شہادت کو جانتا ہے اور اس کا علم ذاتی غیر عطائی ہے اور اس کے سوا سب کا عطائی ہے۔ **عقیدہ** وہ ہر چیز کا خالق ہے ذوات ہوں یا افعال اقوال ہوں یا عزائم خواطر ہوں یا ہواجس اچھے ہوں یا بُرے۔ **عقیدہ** حقیقۃً روزی پہنچانے والا وہی ہے ملائکہ وغیرہ ہم محض اسباب و وسائل ہیں لہٰذا غیر اللہ کو وسیلہ اور سبب سمجھ کر روزی دینے والا کہنے پر کوئی مواخذہ نہیں۔ **عقیدہ** ہر بھلائی و برائی اُس نے اپنے علم ازلی کی وجہ سے مقدر فرمائی ہے کہ جیسا ہونے والا تھا اور جیسا کسی نے اپنے اختیار سے کرنا تھا اپنے علم سے جانا اور ویسا ہی لکھ دیا کہ علم معلوم کے مطابق ہوتا ہے یعنی یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ہے ویسا ہم کو ضرور کرنا ہے بلکہ جیسا ہم پیدا ہو کر اپنے اختیار سے کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی زید نے وہ برائی اختیاری طور پر کرتی تھی اور اگر وہ بھلائی کرتا تو بھلائی لکھی جاتی تو اس کے علم یا لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا لہٰذا یہ کہنا کہ اس نے چونکہ ایسا لکھ دیا ہے لہٰذا ہم کرنے پر مجبور ہیں اور بے قصور درست نہیں۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقدیر کا انکار کرنے والوں کو اس اُمت کا مجوسی کہا ہے۔ **عقیدہ** قضاؤ قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ غور و خوض کرنا سبب ہلاکت ہے۔ **عقیدہ** بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف منسوب کرنا اور مشیّت الٰہی کے حوالہ کرنا انتہائی بُری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اس کو منجانب اللہ کہے اور جو بُرائی سرزد ہو اس کو شامت نفس تصور کرے۔ **عقیدہ** قضا تین قسم پر ہے۔ قضا مُبرم حقیقی اور وہ یہ ہے کہ علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں ہوتی۔ دوسری قسم معلق محض اور وہ یہ ہے کہ صحف ملائکہ میں اس کا معلق ہونا ظاہر فرما یا گیا ہو۔ تیسری قسم یہ ہے معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے۔ قسم اول یعنی مبرم حقیقی اس کی تبدیلی ناممکن ہے۔ اکابر محبوبان خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے تو انھیں اس خیال سے واپس فرما دیا جاتا ہے اور دوسری دونوں قسموں میں تبدیلی ہو سکتی ہے لہٰذا جہاں عدم تبدیل

تقدیر مذکور ہو وہاں حقیقی مراد ہے اور جہاں تبدیلی کا جواز وہاں دوسری قسمیں مراد ہیں

عقیدہ اللہ تعالیٰ جہت مکان زمان حرکت سکون شکل صورت جمیع حوادث و انقلابات سے پاک ہے۔ **عقیدہ** وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے نہ وہ سوتا ہے نہ ہی اس کو اونگھ آتی ہے۔ سب سے زیادہ مہربان علم والا معافی دینے والا توبہ قبول کرنے والا عظمت والا جبار و قہار جس کو چاہے پکڑے جس کو چاہے چھوڑے۔ عزت دینے والا ذلیل کرنے والا ہدایت دینے والا قرب بخشنے والا وہی حقیقۃً نفع ونقصان کا مالک ہے اس کے ارادہ کے بغیر حرکت نہیں ہوتی۔ اچھوں سے خوش بروں سے ناراض مالک علی الاطلاق حسب وعدہ اپنے فضل و کرم سے ایمان داروں کو جنت میں داخل کرنے والا اور بمقتضائے عدل و انصاف کفار کو جہنم میں وعدہ فرمایا ہے شرک و کفر کے سوا وہ ہر گناہ چاہے تو معاف کر دے گا اس کے ہر فعل میں بے تعداد حکمتیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہوں یا نہ ہوں اور اس کے افعال کسی اپنی غرض پر مبنی نہیں اور نہ وہ کسی علت و سبب کے محتاج ہیں۔ اُس نے اپنی کمال حکمت کے مطابق اس عالم اسباب میں مسببات کو اسباب کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے مثلاً آنکھ دیکھتی ہے کان سنتا ہے وہ چاہے وہ چاہے تو کان دیکھے اور ہر آنکھ سنے پانی جلائے آگ پیاس بجھائے نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سوجھے کروڑ آگیں ہوں ایک تنکے پر داغ نہ آئے وہ مؤثر حقیقی ہے اس کی تاثیر کے لیے عادی طور پر اسباب و وسائط ہیں ان اسباب میں جس قدر چاہے وہ تاثیر پیدا کرنے والا وہی ہے جس قدر چاہے پیدا کرے۔ اگر چاہے تو آنکھ سے ایک میل یا ہزار میل یا لاکھوں میل پر دکھا دے ہزاروں میل سے سنا دے لہذا اگر کوئی صاحب استعداد یہ کہہ دے کہ مجھ کو اتنے میل پر ہر چیز نظر آتی ہے تو ممکن ہے کیونکہ مؤثر اسباب میں حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہے اور وہ کسی پر اگر کرم کرے کہ وہ دُور سے کسی چیز کو دیکھ لے تو تعجب کی کوئی بات نہیں آخر وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی طاقت غیر محدود ہے اور بے انداز جتنی چاہے ظاہر فرما سکتا ہے۔ اسی طرح ہر چیز کو جو کہ قدرت نے کسی سبب و واسطہ کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے سمجھا جا سکتا ہے۔

اور یہ درست نہیں جو خداداد قوت سے خلاف عادت کے طور پر دیکھنا سننا کام کرنا مدد کرنا بنا بر عالم اسباب مظاہرہ کیا ہو تو اس کو بدعتی کافر اور مشرک کہا جائے اللہ سبحانہ، وتعالیٰ پوری سمجھ عطا فرمائے۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود مستقل ہے ہر کام میں منفرد ہے کسی کام میں غیر کا محتاج نہیں کہ اگر غیر ساتھ نہ ہو تو وہ کام نہ ہو سکے۔ اسی کا نام توحید ہے ذاتی ہو یا صفاتی۔ ذاتی یوں کہ وہ اپنی ذات میں واجب بالذات ہے اپنے وجود اور ثبوت ذات میں مستقل اور غیر کا محتاج نہیں اور یہ وجوب اور الوہیّت اس کی ذاتی وصف ہے کوئی اس میں شریک نہیں۔ اس وجوب ذاتی میں کسی کو شریک کرنا توحید کے خلاف ہے منافی ہے اور شرک اور اسی استقلال ذاتی کی وجہ سے وہی اور صرف وہی پرستش اور عبادت کا مستحق ہے اور غیر کو اس عبادت میں شریک کرنا توحید و استقلال کے منافی ہے اور توحید صفاتی یوں کہ مثلاً صفت علم اللہ تعالیٰ کے لیے ازلاً ابداً ذاتی طور پر بوجہ ایک وصف کمال ہونے کے اس طور پر ثابت ہے کہ ہر چیز موجود ہو یا معدوم اس کے دائرہ علم سے خارج نہیں اور یہی اس کی توحید علمی ہے۔ اور اسی طرح یہ وصف کسی اور کے لیے خیال کر لی جائے تو یہ توحید علمی کے منافی ہے اسی طرح وہ رزاق ہونے میں مستقل ہے۔ سمیع و بصیر ہونے میں مستقل ہے یہاں اس کے رزاق ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ اسباب و ذرائع سے رزق دیتا ہے اور رب ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ اسباب و وسائل وغیرہ سے رزق دیتا ہے اور سمیع ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہر شے جو سنی جا سکتی ہے وہ اس کے دائرہ سماعت سے خارج نہیں اور بصیر ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ ہر شے جو دیکھی جا سکتی ہے وہ اس کے دائرہ بصارت سے خارج نہیں اور اس کے قادر ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی ممکن و مقدور اس کے دائرہ قدرت سے خارج نہیں۔ اسی طرح تمام اوصاف الٰہیہ کو اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اس سے روزِ روشن سے

زائد واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متحقق اور ثبوت کا جو طریقہ ثابت ہے اگر کسی اور اعتبار سے یہ صفات غیر اللہ کے لیے ثابت ہوں تو یہ توحید کے ہرگز منافی نہیں مثلاً یوں کہ غیر اللہ کی رزاقیت ربوبیت سماعت وبصارت اسباب و وسائط کے طور پر اور خدا کے عطا کرنے کی وجہ سے ہے تو یہ توحید صفاتی کے ہرگز منافی نہیں مثلاً یوں کہ غیر اللہ کی رازقیت و ربوبیت سماعت وبصارت اسباب و وسائط کے طور پر اور خدا کے عطا کرنے کی وجہ سے ہے تو یہ توحید صفائی کے ہرگز منافی نہیں اور یہ ظاہر ہے۔ کیونکہ اس قسم کا اطلاق اور استعمال شریعت میں جائز ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے۔ رؤف ورحیم ہے۔ علیم وکریم ہے۔ ستار ہے تو انسان پر بھی شریعت میں یہ الفاظ بولنے جائز ہیں تو اس کی صورت جواز یہی ہے کہ اوصاف اللہ تعالیٰ پر ذاتی اور مستقل طور پر بولے جاتے ہیں اور مخلوق پر مجازی اور عطائی پر بولے جاتے ہیں نہ کہ حقیقی طور پر جیسا کہ جنتوں کے پھلوں پر انگور کھجور کیلا بیری وغیرہ کا نام بولا جاتا ہے ویسے ہی دنیاوی پھلوں اور انگور کھجور وغیرہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے صفات اضافی جیسے رزاق اور صفات فعلی جیسے مکوّن محی وممیت اور ایسے ہی اس کے لیے صفات سلبی اور عدمی جیسے وہ مجسم نہیں ہے محدود متبعصن ومتمکن متجزی نہیں ہے۔ وغیرہ بے شمار اسماء وصفات ہیں مگر ذاتی نہیں اور جس طرح ذاتی صفات کا اطلاق واستعمال غیر اللہ تعالیٰ پر اضافی اور مجازی طور پر جائز ہے اور اسی طرح دوسری صفات کا بھی مجازی طور پر اطلاق غیر اللہ پر جاوی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر کسی طرح کا نقص نہیں آتا کیونکہ توحید کی حقیقت جیسا کہ مذکور ہوا۔ یہی ہے کہ خداوند کریم ذات وصفات میں ہر حیثیت اور اعتبار سے مستقل ومنفرد ہے کسی کا محتاج نہیں۔ ہاں اپنے احکام کے نافذ اور جاری کرنے کے لیے وسائط اور اسباب و وسائط مقرر کردہ کی طرف افعال وحوادث کو منسوب کرنے پر کسی مواخذہ کی وعید نہیں فرمائی کیونکہ اس کے مقرر اور متعین کیے ہوئے اسباب و وسائل کی طرف نسبت بعینہٖ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے گویا اللہ ہی حقیقت میں یہ افعال وحوادث سرانجام دے رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عقاید صحیحہ متعلقہ نبوّت

مسلمان کے لیے جس طرح ذات وصفات باری کا جاننا ضروری ہے کہ کسی ضروری حکم کا انکار یا محال اور غیر ممکن کا اثبات اس کو کافر نہ کر دے۔ اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کے لیے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال اور غیر ممکن کیونکہ واجب کا انکار اور محال اور غیر ممکن کا اقرار شرعاً موجب کفر ہے اور بہت ممکن ہے کہ انسان نادانی سے کسی غلط عقیدہ یا ناجائز بات کہنے سے ہلاک ہو جائے اور جملہ اعمال کو اکارت کر بیٹھے۔ لہٰذا از بس ضروری ہے کہ نبوت و رسالت کی حقیقت و شان سے متعلق یہ صحیح اور درست عقیدہ رکھے۔ **عقیدہ** نبی اس بشر کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول پر بھی وحی ہدایت ہوتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ رسول جیسے بشر ہوتا ہے فرشتہ بھی۔ **عقیدہ** انبیاء علیہم السلام بظاہر سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ ہی عورت۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت اور فضل و کرم سے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ **عقیدہ** نبی ہونے کے لیے اس پر وحی کا ہونا ضروری ہے خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلاواسطہ **عقیدہ** اکثر انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں۔ ان سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ **توراۃ** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ **زبور** حضرت داؤد علیہ السلام پر، **انجیل** حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، **قرآن عظیم** جو کہ سب سے افضل کتاب ہے سب سے افضل رسول حضور پُر نور سید یوم النشور جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر۔ ..

. . . . . . کلام الٰہی کا جو بعض کا بعض سے افضل ہونا بیان فرمایا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے ورنہ اللہ ایک اور اس کا کلام ایک اس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں۔ **عقیدہ** سب کتابیں اور آسمانی صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں ان میں جو کچھ بیان ہوا سب پر ایمان واجب وضروری ہے مگر البتہ یہ بات ہوئی کہ اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے امتوں کو سپرد کی

تھی ان سے اس کا حفظ نہ ہو سکا کلام الٰہی جیسا اُترا تھا ان کے ہاتھوں ویسا باقی نہ رہا بلکہ ان کے شریروں اور نفس پرستوں نے اپنی خواہشوں کے مطابق ان میں کمی وبیشی اور ردّو بدل کر دیا جب کوئی بات ان کتابوں سے ہمارے سامنے آئے تو وہ اگر قرآن کے مطابق ہو تو ہم اس کی تصدیق کریں گے اور اگر مخالف ہوگی تو یہ یقین کر لیں گے کہ یہ ان کی ردّو بدل کی وجہ سے ہے اور اگر موافق و مخالف کچھ معلوم نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ ہم اس کی نہ تصدیق کریں گے نہ تکذیب۔ بلکہ یوں کہیں گے 'اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے اور یہ دین اسلام چونکہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ لہٰذا قرآن عظیم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمّہ رکھی چنانچہ قرآن میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ "بے شک ہم نے قرآن اُتارا اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔ لہٰذا اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی و بیشی ناممکن ہے اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے لہٰذا جو کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا وہ قطعاً کافر ہے کہ مندرجہ بالا آیت کا اس نے گویا انکار کیا ہے اور یہ قرآن اپنی ذاتی فصاحت و بلاغت اور اخبار صحیحہ اور علوم غیب کی وجہ سے اپنی صداقت کی خود دلیل ہے اور یہی وجہ ہے کہ کوئی آج تک اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور نہ ہی تا قیامت کوئی کر سکے گا۔ **عقیدہ** اگلی کتابیں صرف نبیوں کو یاد ہوتی تھیں مگر قرآن مجید عظیم کا یہ معجزہ ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچّہ حفظ کر لیتا ہے۔ **عقیدہ**۔ قرآن مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیئے یونہی قرآن مجید کی بعض آیات نے اور بعضوں کو منسوخ کر دیا۔ **عقیدہ**۔ وحی نبوت انبیاء علیہم السلام کے لیے خاص ہے جو اس کو غیر نبی کے لیے مانے کافر ہے۔ نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے اس کے جھوٹا ہونے کا احتمال نہیں۔ **عقیدہ** نبوت کسبی نہیں کہ آدمی ریاضت و عبادت سے حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے دیتا ہے ہاں دیتا !

اُسی کو دیتا ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رزیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے حسب و نسب و جسم قول و فعل حرکات و سکنات وغیرہ میں ہر ایسی بات سے منزّہ ہوتا ہے جو باعثِ نفرت ہو اور اس کو عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہوتی ہے۔ کسی حکیم یا فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصّہ تک نہیں پہنچ سکتی اور جو اس کو کسبی مانے اور کہے کہ کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** جو شخص نبی کی نبوت کا زوال جائز مانے کافر ہے۔ **عقیدہ**۔ نبی کا معصوم ہونا ضروری اور بدیہی ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کسی معصوم نہیں۔ اماموں کو نبیوں کی طرح معصوم سمجھنا بد دینی اور گمراہی ہے۔ عصمتِ انبیاء کا معنی یہ ہے کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو لیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعًا محال ہے بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انھیں محفوظ رکھتا ہے۔ ان سے گناہ نہیں ہوتا مگر ہو تو شرعًا محال بھی نہیں۔ **عقیدہ** انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب خیانت جہل وغیرہ صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اجماعی طور پر معصوم ہیں اور کبائر سے مطلقًا معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ **عقیدہ**۔ انبیاء کرام نے جملہ احکام الٰہیہ کی مکمل تبلیغ کی ہے جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا خوف یا تقیہ کے طور پر یا اور کسی وجہ سے کوئی حکم نہیں پہنچایا وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** احکام تبلیغیہ میں انبیاء سے سہو و نسیان محال ہے۔ **عقیدہ** ان کے جسموں کا برص جذام وغیرہ ایسے امراض سے جن سے دوسروں کو نفرت ہوتی ہے پاک ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ **عقیدہ** اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے مگر یہ علم غیب کہ ان کو ہے اللہ کے دیئے سے ہے لہذا ان کا علم عطائی ہوا اور علم عطائی اللہ کے لیے

محال ہے کہ اس کی کوئی صفت کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا ذاتی ہے۔
جو لوگ انبیاء علیہم السلام سے علم غیب عطائی کا انکار کرتے ہیں وہ ایمان کے خلاف ہے کیونکہ عطائی غیب یہ مخلوق کا خاصہ ہے اور ذاتی اللہ کی وصف ہے اور اس کی اُلوہیت کے شایانِ شان۔ اور یہ کہنا کہ ہر ذرہ کا علم نبی کے لیے مانا جائے تو خالق ومخلوق کی مساوات لازم آتی ہے۔ یہ محض باطل کہ مساوات تو جب لازم آتی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی اتنا اور ایسا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ غلط ہے کیونکہ ذرات عالم متناہی اور محدود ہیں اور اس کا علم غیر متناہی اور غیر محدود نیز ذاتی اور عطائی کے فرق سے مساوات کا خیال ختم ہو جاتا ہے۔ محض علم غیب کے اطلاق سے مساوات ہرگز نہیں آتی ورنہ لازم آئے گا کہ وجود میں ممکن اللہ کے ساتھ مساوی ہو جائے کہ ممکن بھی موجود ہے اور اللہ بھی موجود حالانکہ وجود میں مساوی کہنا شرعاً کفر ہے۔ شرک ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ذاتی وعطائی کا فرق کیا جائے مثلاً

اولین وآخرین کے علوم کی نسبت آپ کا علم اعلیٰ واکمل ہے۔ آخر عمر شریف تک تمام کائنات آسمان وزمین جملہ اسمائے حسنیٰ آیاتِ کبریٰ اُمورِ آخرت علاماتِ قیامت بہشتیوں ودوزخیوں کے حالات اور ماکان ومایکون کا علم بحیثیت رسالت آپ کو حاصل ہو چکا ہے۔ تمام علوم ملکیہ بشریہ سے آپ کا علم اکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ کے علم میں فرق یہ تفصیل ذیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بالفعل غیر محدود اور مطلق ہے اور آپ کا علم غیر مطلق محدود اور بالفعل محدود اور محاط ہے۔ حتیٰ کہ آپ کا علم باری تعالیٰ کے علم سے سات سمندروں میں سے ایک بوند کی مانند ہے یعنی قلیل اور اللہ کا علم بغیر ذرائع ووسائل ازلی ابدی ہے اور آپ کا علم حصولی اور بذریعہ وحی الہام کشف رویا بصیرت مقدسہ اور حادث ہے۔ آپ کے جملہ احکام اور تمام خبریں سچی اور حق ہیں اور شک ووہم جہل وغیرہ نقائص سے اور شیطانی مداخلت سے پاک ومنزہ ہیں۔ کسی فعل میں سہو ونسیان جو آپ سے واقع ہوا ہے وہ اللہ کے ارادے سے ہوا اور اس حکمت کے لیے وقوع میں آیا کہ آپ اپنی اُمت کو سہو ونسیان کے احکام بیان کریں۔

ایسا سہو و نسیان شانِ نبوت میں قادح اور عیب نہیں بلکہ عالم لاہوت اور ذاتِ الٰہی میں استغراق کی وجہ سے عالم دنیا سے ذہول و نسیان ایک طرح کا کمال ہے۔ آپ کے سہو و نسیان کو اپنے سہو و نسیان پر قیاس کرنا اور بقصد تحقیر آپ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔ تمام انسانی عوارض یعنی بیماری تکلیف بدنی وغیرہ جو انبیاء علیہم السلام پر وارد ہوتے ہیں۔ ظاہری صورت میں تو عام انسانوں کے عوارض کی مثل ہیں مگر نتائج و آثار باطنی و حکمت حقیقیہ الٰہیہ کے لحاظ سے تمام انسانوں کے عوارض سے برتر اور اعلیٰ ہیں جیسا کہ واحد عددی کا بحیثیت اوّل ہونے دوسرے یا تیسرے مرتبہ میں ہونا محال ہے ایسا ہی اس حقیقت سے (کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رُوح سب سے اوّل مخلوق ہے اور آپ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔ آپ افضل الخلق ہیں۔ آپ اللہ کے خلیفۂ اعظم اور مظہر اتم ہیں قیامت میں لوادِ حمد شفاعتِ کبریٰ اور مقام محمود پر سرافراز ہوں گے۔ آپ کو ہر وصف میں اولیت حاصل ہے اور اوصاف حمیدہ جو آپ میں متحقق ہیں) آپ کی نظیر و مثال ناممکن و محال ہے۔ مثلاً جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اوّل مخلوق باعثِ ایجادِ خلق۔ افضل المخلوقات خاتم النبوت صاحب لولاک خلیفۂ اعظم مظہر اتم شفیع محشر علی الاطلاق مرجع کل وغیرہ ہوئے تو اب اگر آپ کی مثل اور نظیر تسلیم کی جائے تو وہ بھی ان اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف ہو گی اور یہ درست نہیں کیونکہ اگر مثل و نظیر کو بھی اول الخلق مثلاً مان لیں تو چونکہ اولیت میں تقسیم اور تعدد نہیں ہو سکتا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول الخلق نہ رہیں گے۔ تو گویا آپ اول الخلق ہیں بھی اور نہیں بھی اور یہ دو ضدوں کا اجتماع ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ حقیقتہً اوّل الخلق ہیں تو آپ کی نظیر اوّل الخلق نہ ہو سکے گی تو گویا آپ کی نظیر اوّل الخلق ہے بھی اور نہیں بھی اور یہ گویا دو ضدّوں کا اجتماع ہے اور اجتماع ضدین نہ صرف شرعی بلکہ عقلی طور پر بھی محال ہے اور محال کی حقیقت ہی یہ ہے کہ وہ وجود میں نہیں آسکتا لہٰذا آپ کی نظیر و مثال ممتنع بالذات و محال ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اور نظیر کی تجویز محال کو ممکن بنانا اور شانِ

رسالت میں صریح گستاخی ہے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل ونظیر کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ نوع انسان کے ساتھ آپ مشترکۃ الحقیقہ ہوں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی ماہیت میں کوئی اور شریک نہیں۔

(۱) مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی جلد اوّل ص۲۲۸ مقصد ثالث سطر ص۲۳ ارشاد فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ خَلْقَ بَدْنِهِ الشَّرِیْفِ عَلٰی وَجْهٍ لَمْ یَظْهَرْ قَبْلَهٗ، وَلَا بَعْدَهٗ خَلْقُ اٰدَمِیٍّ مِثْلُهٗ، بِلَفْظِهٖ (مواهب لدنیه)

ترجمہ: "خوب جان لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لاوے اللہ تعالیٰ پر کہ اس نے پیدا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن شریف کو ایسی صورت پر ان کے برابر نہ کوئی پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ ان کے بعد ہوگا یعنی ان کی مثل ونظیر کوئی نہیں ہوگا"

(۲) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد سوم مکتوب ۱۰۰

ترجمہ: "اور جاننا چاہیئے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوں۔ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔ . . .

اس دقیقہ کا بیان یہ ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہٗ کے صفات ثمانیہ

حقیقۃً اگرچہ دائرۂ وجوب میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کے باعث جو ان کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے ان میں امکان کی بو پائی جاتی ہے اور جب صفاتِ حقیقیہ قدیمیہ میں امکان کی بو پائی جاتی ہے تو حضرت واجب الوجود جل شانہ کے صفات اضافیہ میں بطریق اولیٰ امکان ثابت ہوگا اور ان کا قدیم نہ ہونا ان کے امکان پر پہلی دلیل ہوگا۔ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اس امکان سے ظاہر ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو کہ تمام ممکناتِ عالم میں ثابت ہے۔ ممکناتِ عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آنحضرت کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقتِ امکان کا منشاء عالم ممکنات میں سے ہی نہیں بلکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا نیز عالمِ شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے تو جب جہان میں ان سے زیادہ لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے مقصود ہو سکتا ہے۔"

(۳) مصری تفسیر کبیر جلد ثانی صفحہ ۴۸۴ سطر ۲۲ پر ہے زیر آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ الْاٰیَۃَ فرماتے ہیں وَاعْلَمْ اَنَّ تَمَامَ الْکَلَامِ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَنَّ النَّفْسَ الْقُدْسِیَّۃَ النَّبُوَّۃَ مُخَالِفَۃٌ بِمَاھِیَّتِہٖ لِسَائِرِ النُّفُوْسِ الخ بلفظہٖ یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے مخالفت ہے۔

(۴) تفسیر کبیر جلد دوم ص ۴۲۹ و ص ۴۱۳ مصری زیر آیت:

"اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ وَذَکَرَ الْحَلِیْمُ فِیْ کِتَابِ الْمِنْھَاجِ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا بُدَّ وَاَنْ یَکُوْنُوْا مُخَالِفِیْنَ لِغَیْرِھِمْ فِی الْقُوَی الْجِسْمَانِیَّۃِ وَالْقُوَی الرُّوْحَانِیَّۃِ۔"

ترجمہ: "یعنی جانو کہ رسالت کہاں رکھی جاتی ہے اور حلیمی نے کتاب منہاج میں ذکر کیا ہے کہ تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے قوی بدنی اور قوی روحانی میں جدا ہوں"۔

(۶) شفا قاضی عیاض اور شرح ملا علی قاری میں صوم وصال کے جواب میں یوں نقل کیا ہے:

قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اَیْ عَلٰی ھَیْئَتِکُمْ وَمَاھِیَّتِکُمْ اَنْ یُّطْعِمَنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ۔ (الشفاء)

ترجمہ: "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (صوم وصال میں) کہ تحقیق میں تمہاری ہیئت کا نہیں ہوں یعنی تمہاری ماہیت اور حقیقت خو خصلت شکل اور مثل کا نہیں ہوں۔ کہ مجھ کو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے"۔

دوسری حدیث میں یوں فرمایا اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلُکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی دوسری جگہ فرمایا لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ یعنی میں تم سے کسی کے مانند نہیں ہوں اور حدیث میں یوں ارشاد فرمایا کہ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم سے میری مثل کون ہے؟

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی ماہیت وحقیقت میں اور افراد انسانیہ سے ممتاز ہیں اور ذاتی طور پر ان میں کوئی شرکت نہیں تو ان کی ظاہری بشریت کو دیکھ کر یہ رٹ لگائے جانا کہ وہ ہمارے جیسے بشر تھے کسی طرح بھی درست نہیں جب کہ آپ کی ظاہری بشریت بھی ایک امتیازی شان رکھتی ہو۔ اس پر صرف ایک حوالہ سماع فرمایئے۔۔ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ بوصیری کے اس شعر

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ
وَاَنَّہٗ خَیْرُ الْخَلْقِ کُلِّہِمٖ

کی روشنی میں ارشاد فرماتے ہیں: مراد در تکلم در احوال و در صفات مبارک دے

وتحقیق ان ضعف تمام است کہ آن متشابہ ترین متشابہات است نزد من کہ تاویل آں ہیچکس نداند وہر کسی ہر چہ گوید بر قدر اندازِ فہم خود و دانش خود گوید او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از فہم و دانش تمام عالم برتر است اورا چناں ہست کہ بجز خدا کسی نہ شناسد چنانچہ خدا را بحز وے کسے نہ شناخت (ترجمہ) یعنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال وصفات کی واقعی تشریح کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ آپ کے متعلقات متشابہات سے بھی زیادہ پیچیدہ ہیں۔ ان کی حقیقت کوئی نہیں جانتا جس نے جو کچھ اس سلسلہ میں کہا اپنی سمجھ کے مطابق کہا۔ حضور کی ذات وصفات تمام جہان کی سمجھ سے بالاتر ہے اس کی حقیقت کو ان کا خالق ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ خدا کی ذات کو حقیقۃً سوا ان کے کوئی نہیں جانتا۔
(مدارج شریف)

واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اوصاف کی طرح آپ کی بشریت بھی دقیق متشابہات سے ہے لہٰذا اس ظاہری بشریت کو ملاحظہ کرتے ہوئے یہ کہنا کہ ہماری بشریت اور ان کی بشریت ہر درجہ سے ایک ہی حقیقت رکھتی ہیں کسی وجہ سے جائز نہیں۔ کافروں نے انبیاء علیہم السلام کو جو بشر تاکیدی طور پر کہا ہے وہ اس عقیدہ پر تھا کہ ان کا نظریہ تھا کہ بشریت اور رسالت دونوں ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اب جب انبیاء کرام علیہم السلام نے نبوت کا اعلان کیا تو اپنے نظریہ کے ماتحت کہ بشریت اور رسالت جمع نہیں ہو سکتیں کہنے لگے کہ تم رسالت کا دعویٰ کرتے ہوئے گویا اپنی بشریت کا انکار کر رہے ہو مگر تمہاری بشریت قطعی ہے حتمی ہے۔ لہٰذا تمہاری نبوت غیر مسلم ہے اور تم رسول نہیں بلکہ یقینی طور پر بشر ہی ہو نہ کہ رسول۔ مگر آج بشریت میں جو اتنا جھگڑا ہو رہا ہے وہ مسلمان اور کافر کے درمیان نہیں بلکہ باہمی مسلمانوں کا ہے ہر مسلمان بشریت اور رسالت کے اجتماع کا قائل ہے۔ ایک شخص بشر اور نبی ہر دونوں ہو سکتا ہے تو پھر نزاع اور جھگڑا کیسا؟ درحقیقت بات یہ ہے جو فریق بشر بشر کہنے کو برا محسوس کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ پر بشر کا اطلاق و استعمال ناجائز ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ استعمال

صحیح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ کو ان القاب اور الفاظ سے یاد کیا جائے جن سے آپ کی عظمت و برتری کا ثبوت ہو جیسا کہ قرآن وحدیث اور علماء دین نے اس کی تصریح کی ہے اور پھر جب کہ بشر بشر اور پھر اپنے جیسا اور بڑا بھائی وغیرہ الفاظ کہنے سے آپ کی شان میں کسی طرح کی کمی یا بے ادبی کا شبہ اور وہم پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہو تو لازمی طور پر بشر کہنے کی بجائے تعظیمی الفاظ استعمال کرنا ضروری اور لازمی امر ہے اور جو فریق بشر بشر کہنے پر اصرار کرتا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر بشر کا اطلاق اسی معنی کے لحاظ سے کرتے ہیں جو کہ شان نبوت کے شایان نہیں مثلاً کہ وہ ہمارے جیسے انسان ہیں انسانی عوارض رکھتے ہیں وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ وہ بڑے بھائی اور ہم چھوٹے وہ ہماری طرح مر کر مٹی میں مل گئے۔ ان کو کسی کی کیا خبر ان کو تو اپنا بھی پتہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو تقویت الایمان اور کتاب التوحید وغیرہ اور ہم نے اپنی کتاب "شفاعت کی حقیقت" میں ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بعض اوقات بنا بر تحدیث نعمت اور شکر یہ خود اپنی اوصاف عالیہ سمات حمیدہ اور اختیارات مفوّضہ اور تصرفات عطائیہ وغیرہ بیان فرماتے ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے تو اب ان کا عوام کو یوں کہنا کہ ہم تمہارے جیسے بشر ہیں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسر نفسی کے طور پر یا کسی اور مصلحت کی وجہ سے ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ بلا امتیاز عوام کی طرح بشر ہیں۔

بہر نہج ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر گو بشریت کا اطلاق درست اور جائز ہے لیکن ایمان دار اور محب صادق کی شان یہ ہے کہ اپنے آقا و مولیٰ کو عزت سے دیکھے اور معزز القاب سے یاد کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو با ادب ایمان دار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اگر کسی نبی علیہ السلام کو بشر کے لفظ سے یاد فرمایا ہے تو وہ خالق و مالک ہے۔ جب چاہے اور جس طرح چاہے اپنی مخلوق کو یاد کر سکتا ہے اس کا حق ہے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے مگر خداوند

تعالیٰ پر قیاس کر کے کسی کو کیا حق کہ وہ بھی اسی طرح پکارنا شروع کر دے۔ والد اگر اپنی اولاد کو نام لے کر یا کسی اور انداز سے پکارے تو کیا اولاد کو بھی اسی طرح حق پہنچتا ہے کہ والد کو یاد کرنے میں باپ کا طریقہ استعمال کرے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بہرصورت اللہ سبحانہ وتعالیٰ آقا و مولیٰ ہے جس طرح چاہے اپنی مخلوق کو پکارے۔ دوسرے کو اس پر قیاس کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے انبیاء علیہم السلام کو کسی مصلحت کی وجہ سے مثلاً ارخاءِ عنان وغیرہ سے فرمایا ہو کہ تم مخالفین کے رُوبرو تھوڑی دیر کے لیے گو درحقیقت ایسا نہیں تسلیم کر لو کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں لیکن اللہ سبحانہٗ نے محض اپنے فضل سے ہمیں دولتِ نبوت سے مالا مال کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عموماً جب انبیاء کرام علیہم السلام کو وہ اپنی بشریت مان لینے کا ارشاد فرماتا ہے تو یوں کلام فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی اللہ کے حکم سے بات مان لیجئے تو اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام ہر وجہ سے عوام کی طرح بشر ہی ہیں اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشریت کا استعمال عوام وخواص پر ایک جہت اور ایک ہی حیثیت سے کیا ہو کیونکہ یہ عقلاً اور شرعاً ناممکن ہے۔ عقلاً اس وجہ سے کہ ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ بڑے اور شریف حضرات سے سلجھا ہُوا پاکیزہ عزت والا کلام کیا جاتا ہے۔ اور شرعاً اس لیے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام پر بشریت کا اطلاق عوام کی بشریت کی طرح تسلیم کر لیا جائے تو اس وقت کلام الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے کلام میں تناقض اور اختلاف پیدا ہو جائے گا کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کلام میں انبیاء کرام کی انتہائی صفت وثنا بیان فرمائی ہے اور ان کی عوام سے ایک امتیازی شان ظاہر فرمائی ہے تو اب ان پر اگر بشریت کے اطلاق سے عوام کی ہی بشریت سمجھ لیا جائے تو بلاشبہ کلامِ الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ثابت ہوُا کہ عوام اور خواص کی بشریت میں ایک امتیازی فرق ہے اور آپ کے جسم اطہر کو بعض عوارض انسانی لاحق تھے مگر آپ کی روح اور ذات

مبارک اوصاف انسانی سے برتر اور تغیرات و آفات اور انسانی عیوب و نقائص سے پاک اور اعلیٰ صفاتِ ملکیہ سے متصف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین حیثیتیں ہیں

اوّل ظاہر باعتبار صورت انسانی دوم ملکی سوم حقّی یعنی وہ مرتبہ جس کو بس خدا ہی جانتا ہے اور اس سے یہ اشکال بھی دُور ہو گیا کہ نبیوں نے علیہم السلام خود تسلیم کیا ہے کہ ہم تمھاری طرح محض بشر ہیں جیسا قرآن میں وارد ہے اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو ثابت ہوُا کہ نبی سب بشر اور اقراری بشر ہیں اور اشکال دُور یوں ہوُا۔ اوّل اس طرح کہ یہ کسر نفسی کے طور پر انھوں نے تسلیم کیا ہے جیسا کہ بزرگوں کا طریق کار مشہور و معروف ہے۔ دوم یوں کہ یہ از قبیل ارخاء عنان یعنی مخالف کے بعض اجزاء کلام کو مان کر اس کو مائل بہ اصلاح کرنا اور پھر اس کو قائل کرنا یعنی ہم تمھاری خاطر تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں کہ ہم بشر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کبھی بشر کو نبی بنا دے تو اس میں کیا حرج ہے وہ مالک ہے جس پر چاہے اور جب چاہے فضل و کرم کر دے اَللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ اور سوم یوں کہ انبیاء علیہم السلام نے بشریت کو اس طور پر تسلیم کیا ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم بشر ہیں مگر ہم سے جو معجزات اور امور خارقہ للعادۃ صادر ہوتے ہیں ان کی وجہ سے خدائی اور الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ ہی تم ہم کو ایسا سمجھو جیسا کہ تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر ان کو ابن اللہ کہہ دیا اور ان کی پرستش میں لگ گئے بلکہ ہم ایسے بشر ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے احسان کیا ہے اور اپنی مخلوق کی نجات کے لیے ہماری رہنمائی کو ضروری قرار دیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اعتراف بشریت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ درحقیقت ہر وجہ سے ہماری طرح ہیں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ہم عوام کی طرح ان کا ذکر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو با ادب بننے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

نیز انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی خبر دینے کے لیے آتے ہیں کیونکہ جنت و دوزخ حشر و نشر عذاب و ثواب غیب نہیں تو اور کیا ہے کیا یہ چیزیں حواس سے

معلوم ہو سکتی ہیں انبیاء کرام کا منصب یہی ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جہاں عقل و حواس کو رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے اور اولیاء کرام کو بھی انبیاء کرام کے واسطہ سے علم غیب ہوتا ہے۔ **عقیدہ** انبیاء کرام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کسی غیر نبی کو کسی نبی پر فضیلت دے وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** نبی کی تعظیم فرضِ عین بلکہ اصل تمام فرائض ہے کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے۔ **عقیدہ** حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے بعض کا ذکر صریح قرآن میں ہے اور بعض کا نہیں۔ جن کے اسماء طیبہ صراحتہً قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ حضرت آدم و نوح و ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و یوسف و موسیٰ ہارون و شعیب و لوط و ہود و داؤد و سلیمان و ایوب و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس، الیسع یونس و ادریس، ذوالکفل و صالح و حضور سیّد المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ **عقیدہ** انبیا کرام علیہم السلام کی تعداد معین کرنا درست نہیں کہ روایات مختلف ہیں۔ اعتقاد یوں رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔ **عقیدہ** انبیاء علیہم السلام کے درجے مختلف ہیں۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب سے افضل ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور حضور علیہ السلام کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم علیہم السلام کا۔ ان حضرات کو مرسلین اولوالعزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاء و مرسلین انس و جن و جمیع مخلوقات الہیہ سے افضل ہیں جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں اور بلاتشبیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ **عقیدہ** تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے حضور عظیم وجاہت و عزت والے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذ اللہ چوہڑے چمار کی مثل یا ان سے مرتبہ میں کم بتانا کھلی گستاخی اور کفر ہے۔ **عقیدہ**

نبی کے وجود نبوت میں سچے ہونے کی دلیل یہ کہ نبی اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ فرما کر محالات عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور منکریں کو اس کے مثل کی طرف بلاتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس کے دعویٰ کے مطابق امر محال عادی کو ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب اس سے عاجز رہتے ہیں۔ اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ ہو جانا اور ید بیضا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو جلا دینا اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات تو بہت ہیں۔ **عقیدہ**۔ جو شخص نبی نہ ہو اور نبوت کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ کر کے کوئی محال عادی اپنے دعویٰ کے مطابق ظاہر نہیں کر سکتا ورنہ سچے اور جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔ **فائدہ** نبی سے جو بات قبل نبوت خلاف عادت ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں اور ولی سے جو ایسی بات خلافِ عادت صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں اور عام مومنین سے جو صادر ہو اس کو معونت کہتے ہیں اور کفار سے جو ان کے موافق ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں اور ان کے خلاف اگر ظاہر ہو تو اہانت ہے۔ **عقیدہ** انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسا کہ وہ دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی یعنی ان کی رُوح مستور ہوئی۔ پھر بدستور زندہ ہو گئے اور بظاہر جسمانی تصرفات کفن و دفن تک معدوم رہے۔ ان کی حیات شہیدوں کی حیات سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے اسی وجہ سے شہید کا ترکہ تقسیم ہو گا۔ اس کی بیوی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے۔ بخلاف انبیاء کے وہاں یہ جائز نہیں۔

(یہاں تک جو عقائد بیان ہوئے ہیں ان میں تمام انبیاء شریک ہیں۔ اب وہ اُمور جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں ان کے کچھ بیان کیے جاتے ہیں)

عقیدہ اور انبیاء کی بعثت خاص کسی ایک قوم کی طرف ہوتی مگر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جملہ مخلوق انسان و جن بلکہ ملائکہ حیوانات جمادات نباتات سب کی طرف مبعوث ہوئے جس طرح انسان کے ذمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت فرض

ہے۔ یونہی ہر مخلوق پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے۔
عقیدہ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ وانس وجن حور وغلمان حیوانات جمادات غرض تمام عالم کے لیے رحمت ہیں اور مسلمانوں پر نہایت ہی شفیق ومہربان۔
عقیدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الانبیاء علیہم السلام ہیں یعنی اللہ عزوجل نے سلسلہ نبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم کر دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے یا جائز اور ممکن جانے وہ کافر ہے۔ عقیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم افضل مخلوق الٰہی ہیں کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہ جمع کر دیئے گئے اور ان کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصہ نہیں بلکہ اوروں کو جو کچھ ملا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ اقدس سے ملا بلکہ کمال اس لیے کمال ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے کرم سے اپنے نفس ذات میں کامل واکمل ہیں۔ حضور کا کمال کسی وصف سے نہیں بلکہ اس وصف کا کمال ہے کہ کامل کی صفت بن کر خود وہ کمال کامل ومکمل ہو گیا جس میں پایا جائے اس کو کامل بنا دے۔ عقیدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل اور نظیر ناممکن ومحال ہے جو کسی صفت خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کو حضور کا مثل ونظیر بتائے وہ کافر وگمراہ ہے۔

گمراہ ہے یا کافر

عقیدہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق جویائے رضا مولیٰ یعنی اللہ کی رضا کی متلاشی اور اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کا متلاشی وطالب ہے۔ عقیدہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی وعرش بلکہ بالائے عرش تک رات کے ایک خفیف سے حصہ میں مع جسم انور تشریف لے گئے اور وہ قربِ خاص حاصل ہوا کہ کسی ملک وبشر کو بھی حاصل نہ ہوا اور

نہ ہوگا اور جمال الٰہی بچشم سر دیکھا اور کلام الٰہی بلا واسطہ سنا اور ارضی و سماوی تمام ملکوت کو بالتفصیل ملاحظہ فرمایا۔ **عقیدہ** تمام مخلوق اول و آخر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نیاز مند ہے یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔ **عقیدہ** بروز قیامت شفاعت کبریٰ کا مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فتح باب شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار التجا شفاعت لائیں گے اور اللہ عزوجل کے حضور مخلوقات میں صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفیع ہیں اور یہ شفاعت کبریٰ مومن و کافر مطیع و عاصی سب کے لیے ہے کہ وہ انتظار جو سخت جاں گداز ہوگا۔ جس کے لیے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی بدولت ملے گا جس پر اولین و آخرین مخالفین و موافقین کافرین سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی حمد کریں گے اسی کا نام مقام محمود ہے اور شفاعت کے اور اقسام بھی ہیں مثلاً بہتوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے جن میں چار ارب نوّے کروڑ کی تعداد معلوم ہے اس سے اور بہت زیادہ جو اللہ و رسول کے علم میں ہیں۔ بہتیرے وہ ہوں گے جن کا حساب ہوگا اور مستحق جہنم ہو چکے ہوں گے ان کو جہنم سے بچائیں گے اور بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے اور بعضوں کے درجات بلند فرمائیں گے اور بعضوں سے تخفیف عذاب فرمائیں گے۔ **عقیدہ** ہر قسم کی شفاعت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے حاصل و ثابت ہے شفاعت بالوجاہت شفاعت بالمحبۃ شفاعت بالاذن ان میں سے کسی کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔ **عقیدہ** شفاعت کا منصب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو دیا جا چکا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ مجھے منصب شفاعت عطا ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ مغفرت چاہو اپنے خاصوں کے

گناہوں اور عام مومنین و مومنات کے گناہوں کی فرمایئے۔ شفاعت اور کس کا نام ہے۔ زیادہ تفصیل "شفاعت کی حقیقت" ہماری کتاب میں ملاحظہ ہو۔ **عقیدہ** حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت تمہاری راہ مدار ایمان بلکہ ایمان اسی محبت کا نام ہے۔ جب کسی میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت مال و اولاد اور تمام جہان سے زیادہ ہو وہ آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ **عقیدہ** حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ اطاعت الٰہی بے اطاعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ناممکن ہے یہاں تک کہ آدمی اگر فرض نماز میں ہو اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور سے کلام کرے بدستور نماز میں ہے اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا ہے۔ **عقیدہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقاد عظمت جزو ایمان و رکن ایمان ہے اور فعل تعظیم بعد ایمان فرض سے مقدم ہے اس کی اہمیت کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی منزل صہبا پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ مولیٰ علی نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جا رہا ہے مگر اس خیال سے کہ زانوں سر کاؤں تو شاید خواب مبارک میں خلل آئے۔ زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ جب چشم اقدس کھلی مولیٰ علی نے اپنی نماز کا حال بیان کیا۔ حضرت نے حکم دیا ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ مولیٰ علی نے نماز ادا کی پھر ڈوب گیا اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلاۃ وسطیٰ نماز عصر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نیند پر قربان کر دی کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور ہی کے صدقہ میں ملیں۔ **دوسری حدیث** اس کی تائید میں یہ ہے کہ غار ثور میں پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو آنے کو عرض کی آپ تشریف لے گئے اور ان کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ زیارت

رہتا تھا اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی عرض حال کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگا دیا۔ فوراً آرام ہو گیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی۔ شعر

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اور نماز میں صحابی کو آواز دینے کا قصہ۔ ابو قتادہ کی آنکھ کا قصہ۔ ابو طالب کی دعا شفار کا قصہ۔ علامہ بوصیری کی صحت اور مرض فالج کا واقعہ معتبر کتابوں میں مذکور ہے۔ عقیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر جس طرح اس وقت تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس عالم دنیا میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اب بھی اسی طرح فرض اعظم ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک آئے تو بکمال خشوع و خضوع و انکسار بادب سنے اور نام پاک سنتے ہی درود شریف پڑھنا واجب سمجھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَصَحْبِہِ الْعِظَامِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

آپ کے آثار شریفہ اور سلف صالحین کے آثار کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو دعا کے قبول ہونے کا ذریعہ خیال کرنا صدق ایمان کی علامت ہے۔ آپ کی امت کی خیر خواہی کرے اور مسلمانوں میں باتباع سلف صالحین آپ کی تعظیم کے مباح طریقے جو ہر ملک میں رائج ہیں ان کا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت بجالانا تقاضائے ایمان ہے چونکہ میلاد شریف کی مجلسوں میں قیام کرنا عشاق بارگاہ کا معمول ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کو خلاف شرع بتانا صریح غلطی اور بے بنیاد تعصب ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کی علامت یہ بھی

ہے کہ بکثرت ذکر کرے اور درود شریف کی کثرت کرے اور نام پاک لکھے تو اس کے بعد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا لکھے۔ بعض لوگ براہ اختصار صلعم یا ؐ لکھتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے اور محبت کی یہ بھی علامت ہے کہ آل واصحاب مہاجرین وانصار وجمیع متعلقین ومتوسلین سے محبت رکھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے عداوت رکھے اگرچہ وہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا کنبہ کے کیوں نہ ہوں اور جو ایسا نہ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اپنے سب عزیزوں و قریبیوں باپ بھائیوں اور وطن کو چھوڑا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ورسول سے بھی محبت ہو اور ان کے دشمنوں سے بھی الفت۔ ایک کو اختیار کرو کہ دو ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں چاہے جنت کی راہ چلو یا جہنم کی۔ نیز علامت محبت یہ ہے کہ شانِ اقدس میں جو الفاظ استعمال کیے جائیں ادب میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ کوئی ایسا لفظ جس میں کم تعظیمی کی بو بھی ہو کبھی بھی زبان پر نہ لائے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارے تو نامِ پاک کے ساتھ ندا نہ کرے کہ یہ جائز نہیں بلکہ یوں کہے یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ۔ اگر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو تو روضہ شریف کے سامنے ہاتھ کے فاصلہ سے دست بستہ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے کھڑا ہو کر سر جھکائے ہوئے صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔۔ قریب نہ جائے نہ اِدھر اُدھر دیکھے اور خبردار خبردار آواز کبھی بلند نہ کرنا کہ عمر بھر کا سارا کیا دھرا اکارت جائے اور محبت کی یہ بھی نشانی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال واحوال لوگوں سے دریافت کرے اور ان کی پیروی کرے

عقیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل وعمل وحالت کو جو بنظرِ حقارت دیکھے کافر ہے۔ **عقیدہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں تمام جہان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں جسے چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہان ان کا محکوم ہے

اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم رہے۔ تمام زمین ان کی ملکیت ہے۔ تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے زیرِ فرمان جنت و دوزخ کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عطا کا ایک حصّہ ہے احکام شرعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف کر دیں۔ عقیدہ ۸ سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملا روزِ میثاق تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصبِ اعظم ان کو دیا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام حضور کے اُمتی سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نیابت میں کام کیا۔ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا۔ بایں معنی وہ ہر جگہ تشریف فرما ہیں۔

کالشمس فی وسط السماء ونورھا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

مگر کورِ باطن کا کیا علاج

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے اسمائے گرامی رب تبارک و تعالیٰ کے ہم نام ہیں جیسے رؤف و رحیم، حریص، عزیز وغیرہ اور انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر خطاب فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سوائے چار مقام

کے قرآن مجید میں نام لے کر نہیں پکارا بلکہ معظم خطابات سے نوازا ہے مثل رسول نبی طٰہٰ
حٰمٓ قٓ یٰسٓ مدثر مزمل وغیرہ وغیرہ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو نام لے
کر پکارنے سے ممانعت کر دی جیسے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا خیر خلق اللہ، یا رحمتہ
للعالمین وغیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج جسدی کے علاوہ معراج نومی بھی دیگر
انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح تقریباً تینتیس ۳۳ مرتبہ ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ
علیہ و آلہ وسلم کو بے شمار معجزات میں قرآن ایسا معجزہ عطا ہوا کہ تا قیامت اس کا کوئی
مقابلہ نہ کر سکے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو صحابہ جہاد میں گئے اللہ تعالیٰ
نے ان کے گھوڑوں کے پاؤں کی قسم کھائی۔ ان شہروں کی جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
صدقہ میں ازواج مطہرات جہاں کی ازواج سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بول مبارک میں خوشبو آتی تھی اور براز زمین لقمہ کر جاتی تھی۔
حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے ملک الموت بھی قبض روح پر بلا اجازت
مجاز نہ ہوا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر پاک کے بغیر نماز و اذان ناتمام
رہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود اقدس پر مکھی نہ بیٹھی۔ حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم آگے پیچھے برابر مشاہدہ فرماتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا سایہ نہ تھا اور آپ پر دھوپ میں بادل سایہ بن جایا کرتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت روئے زمین کے بت سرنگوں
ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے آتش کدہ
ایران سرد ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز قیامت قبر شریف سے سب سے
اوّل باہر تشریف لائیں گے اور عرش الٰہی کے بائیں جانب کھڑے ہوں گے بروز
قیامت آپ کو لواء حمد عطا ہوگا اور آپ کے جھنڈے کے نیچے سب انبیاء آرام
فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو حوض کوثر عطا فرمایا ہے جس سے آپ اپنے
امتیوں کو پلائیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سب سے اوّل

ربِّ سلّم فرما کر اپنی اُمت کو پل صراط سے پار اُتاریں گے بروزِ قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں کے امام و خطیب ہوں گے۔ بروزِ محشر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پیشتر دیدارِ الٰہی سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصیات بے شمار ہیں جن کو قلم احاطہ میں نہیں لا سکتا۔ صرف یہ چند نمونہ از خروارے کے طور پر اپنے ایمان اور ایقان کو بڑھانے کے لیے ذکر کیے گئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیا علیہم السلام سے متعلق تفصیلی مکالمہ

اللہ سبحانہ، و تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں اور مکالمات ذکر فرمائے ہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق انداز مکالمہ ایک نرالی حیثیت رکھتا ہے جس سے آپ کی دیگر انبیاء علیہم السلام پر رفعت شان کا پتہ چلتا ہے۔ دیکھئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے کلام یوں نقل فرمایا:۔ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (ترجمہ) مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ اُٹھائے جائیں یعنی بروزِ قیامت۔

اور حبیب لبیب جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خود ارشاد فرمایا: يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (ترجمہ) جس دن خدا رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔ دیکھئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں صحابہ کرام بھی اس بشارتِ عظمیٰ سے مشرف ہوئے اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمنائے وصال نقل کی اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ عنقریب مجھے ہدایت فرمائے گا اور حبیب، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ (۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی سَيَهْدِيْنِ اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ملائکہ معزز مہمان ہوئے هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا

کہ فرشتے ان کے لشکری اور سپاہی بنے وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا (۵) حضرت کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے فرمایا کہ انھوں نے خدا کی رضا چاہی وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرمایا فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰھَا۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طور پہ کلام فرمایا اور اسے سب پر ظاہر فرمایا اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فَوْقَ السَّمٰوٰتِ مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (۷) حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا: لَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت قسمیہ طور پر فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتا وہ تو نہیں مگر وحی جو القا ہوتی ہے (۸) حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنَ الٰہی میری مدد فرما اس وجہ سے کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا کہ وَیَنْصُرَكَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا (۹) حضرت نوح و حضرت خلیل علیہما الصلوٰۃ والسلام سے اپنی امتوں کے لیے دعا نقل فرمائی رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ اور حضور علیہ الصلوٰۃ کے لیے خود ارشاد فرمایا کہ اپنی امت کے لیے دعائے مغفرت مانگو وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ (۱۰) حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ذکر جمیل پیچھے رہنے کی دعا کی وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۱۱) حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا لوط علیہ السلام کی امت سے رفع عذاب کے سلسلہ میں قبول نہ کی یٰۤاِبْرٰھِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا اور حضور علیہ السلام سے ارشاد فرمایا مَا كَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ

وَ اَنْتَ فِیْھِمْ (۱۲) حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج درخت دنیا پر ہوئی نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَۃِ الْمُبَارَکَۃِ مِنَ الشَّجَرَۃِ اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سدرۃ المنتہیٰ اور فردوس اعلیٰ جنت ماویٰ تک بیان فرمائی عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاوٰی (۱۲) حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا کہ انھوں نے اپنے رقیبوں سے مدد لی۔ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا:۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ؛ خلاصہ یہ کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وصلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختار شریعت ہونے کے بعض واقعات

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ خصائص کبریٰ میں ایک باب باندھتے ہیں۔ بَابُ اخْتِصَاصِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِاَنَّہٗ یَخُصُّ مَنْ شَاءَ مِنَ الْاَحْکَامِ۔ یعنی یہ باب اس میں ہے کہ خاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔ اس میں علامہ موصوف نے تقریباً دس نظائر نقل فرمائے ہیں۔ ہم یہاں کچھ یہ اور کچھ علامہ قسطلانی سے لے کر نقل کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ششماہہ بکری کا بچہ ایک صحابی کو قربانی کرنے کیلئے منظور فرمایا

بخاری و مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ماموں ابوبردہ نے نماز عید سے پہلے غلط فہمی سے قربانی کر لی۔ چونکہ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ قبل

از نماز قربانی درست نہیں۔ دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور میں قبل از نماز قربانی کر چکا ہوں۔ اب میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اِجْعَلْهُ مَكَانَهٗ وَلَنْ تَجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ (ترجمہ) اس کی جگہ اس کو قربان کر دو مگر تمھارے بعد اتنی عمر کی قربانی کسی اور کے لیے ہرگز جائز نہیں۔

اس کی شرح ارشاد الساری شرح بخاری اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں خُصُوْصِيَةً لَهٗ لَا تَكُوْنُ لِغَيْرِهٖ اِذْ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَخُصَّ مَنْ شَاءَ مِنَ الْاَحْكَامِ (ترجمہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خصوصیت ابو بردہ کو بخشی اس میں دوسرے کا حصّہ نہیں۔ اس لیے کہ وہ ہستی مقدس مختار تھی کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرما دیں۔

(۲) پھر ایک اور صحابی کو ششماہہ بکری کا بچّہ قربانی کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لیے قربانی کے لیے جانور عطا فرمائے۔ اِن کے حصّہ میں ششماہی بکری آئی۔ اُنھوں نے عرض کیا۔ ارشاد ہوا ضَحِّ بِهَا تو اسی کو قربان کر دے . . . . . . سنن بیہقی میں بسند صحیح اس حدیث کے آگے اور اتنا زاید ہے۔ وَلَا رُخْصَةَ فِيْهَا لِاَحَدٍ بَعْدَكَ اور تمھارے بعد کسی کو ششماہہ بکری کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں ذکر فرمایا کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر قول صحیح (ترجمہ) قول صحیح یہ ہے کہ احکام شرعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں کر دیئے گئے۔

(۳) ایک صحابیہ کو عدت چار ماہ دس روز معاف فرما کر تین دن تک سوگ کر لینے کے بعد اجازت نکاح دے دی۔

طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب

ان کے شوہر اول حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں فرمایا تَسَلَّبِي ثَلٰثًا ثُمَّ اصْنَعِي مَاشِئْتِ تم تین روز سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔ حالانکہ قرآن مجید میں چار ماہ دس روز تک موت کی عدت صراحتہً مذکور ہے۔

(۴) ایک صحابی روزہ رمضان شریف توڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پناہ لیتے ہیں اور روزہ کے کفارہ سے بری ہو کر دربار بیکس پناہ سے خرمے لے کر واپس گھر جاتے ہیں۔

صحاح ستہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دربار بے کس پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ حضور میں ہلاک ہو گیا۔ ارشاد ہوا کیا بات ہوئی۔ عرض کی کہ میں نے رمضان شریف میں اپنی بیوی سے نزدیکی کر لی ہے۔ ارشاد ہوا غلام آزاد کر سکتا ہے۔ عرض کی! سرکار نہیں! ارشاد فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ عرض کی! حضور نہیں! فرمایا پھر لگاتار دو ماہ کے روزے رکھ۔ عرض کی اس کی بھی ہمت نہیں۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں خرمے لائے گئے۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خرمے اس کو عطا کر دیئے اور فرمایا کہ جا تو ان کو مسکینوں میں تقسیم کر دے۔ عرض کی حضور اپنے سے زیادہ کوئی مسکین نہیں فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ اذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ یعنی سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر اتنا ہنسے حتیٰ کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا کہ جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔ اسی طرح صحیح مسلم مسند بزاز معجم، اوسط، طبرانی دار قطنی، سنن ابو داؤد وغیرہ میں ہے۔

سبحان اللہ۔ ایسا کفارہ کہیں نظر آتا ہے۔ کسی نے کبھی سنا ہے جرم کریں اور خرمے لے کر اپنے گھر واپس جائیں اور کفارہ سے بری ہو جائیں۔

(۵) شریعت میں مردوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو شخصوں کے لیے ریشم کو حلال و جائز فرما دیا۔

صحاح ستہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَیْرِ فِیْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِحَکَّۃٍ کَانَتْ بِھِمَا (ترجمہ) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام کے بدن پر خشک خارش تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ریشم پہننے کی اجازت فرما دی۔

(۶) سونے کا ہر زیور مرد پر حرام ہے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء کو سونے کی انگوٹھی پہنا دی۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے یہاں تک کہ ایک سونے کی انگوٹھی باقی رہ گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت براء کو بلا کر پہنا دی اور فرمایا خُذْ اِلْبَسْ مَا کَسَاکَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ لے اور پہن لے جو اللہ اور اس کے رسول تجھے پہناتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو سونے کے کنگن پہننے کی پیش گوئی کی۔ جس کی وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کنگھن سراقہ کو پہنائے۔

دلائل النبوۃ بیہقی میں بطریق حسن مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک کو فرمایا کَیْفَ بِکَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی وہ وقت تیرا کیسا وقت ہو گا جب تجھے کسریٰ شاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ جب عہدِ فاروقی میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن کمربند تاج خدمت فاروقی میں حاضر کیے گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کنگن سراقہ بن مالک کو پہنائے اور فرمایا ہاتھ اٹھا کر کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَلَبَھُمَا کِسْرٰی بْنَ ھُرْمُزَ وَاَلْبَسَھُمَا سُرَاقَۃَ الْاَعْرَابِیَّ (ترجمہ) اور وہ بہت بڑا

ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھین کر سراقہ اعرابی کو پہنا دیئے۔

حدیث مشہور سے ثابت ہے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنے ناجائز ہیں مگر آپ نے اُم المومنین صدیقہ کو اجازت دے دی۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے انموذج اللبیب میں لکھا ہے اور زرقانی شرح مواہب میں بھی مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس و عبدالرحمٰن بن ازہر نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ہم نے اُم المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھتی ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ جب یہ حضرت صدیقہ کی خصوصیت تھی اوروں کے لیے یہ جائز نہیں۔

ایک شخص دو نماز سے زائد نہ پڑھنے کی شرط پر اسلام لایا۔ آپ نے منظور فرمایا۔
مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال مسلم مروی ہے اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ عَلٰی اَنَّہٗ یُصَلِّیْ صَلٰوتَیْنِ لَاغَیْرُ فَقَبِلَ ذٰلِکَ مِنْہُ (ترجمہ) ایک صاحب خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس شرط پر ایمان لائے کہ دو ہی نمازیں پڑھا کرے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا۔ الحمد للہ۔

اسی طرح اور متعدد واقعات درج کیے جا سکتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو احکامِ شرعیہ میں اختیار دے رکھا تھا کہ آپ ان میں جو تصرف اور تغیّر و تبدل کریں گے وہ منظور کر لیا جائے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے نائب اور خلیفۂ اکبر ہیں۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان کا ہر کام اللہ ہی کا کام ہے۔ انھوں نے اللہ کی مرضی کے

خلاف کوئی کام نہیں کیا اور پھر جب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا و آخرت میں رضا چاہتا ہے تو جو کام کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کریں گے اس پر اللہ راضی ہوگا اور وہ کام موجب اجر و ثواب ہوگا۔ یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ یہ کام قرآن کے خلاف ہے۔ یہ تصرف اللہ کے حکم کے خلاف ہے بلکہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی رضا سے اور اس کے دیئے ہوئے اختیارات کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

معزز ناظرین! تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل یہ چند خصوصیات جناب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر مذکور ہوئیں۔ اب ہم وہ چند خصوصیات جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور اُمتوں کے بالمقابل آپ کی اُمت مرحومہ کو عنایت ہوئیں کا ذکر کرتے ہیں سماعت فرمائیے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں آپ کی اُمت کے بعض خصوصیات

آپ کی اُمت کے لیے تمام روئے زمین مسجد اور نماز کے قابل بنا دی گئی صرف نجاست سے پاک ہونا شرط ہے۔

آپ کی اُمت کی آسانی کے لیے پانی پر قدرت نہ ہونے کے وقت تیمم کی اجازت ہو گئی۔

آپ کی اُمت کے لیے تین بار دھونے سے چیز کا نجاست سے پاک ہونا مرحمت ہوا۔

آپ کی اُمت پر پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی اور ثواب پچاس نمازوں کا وعدہ ہوا بلکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا زیادہ عطا ہوا۔

آپ کی اُمت ہی کو جمعہ مبارک ہوا۔
آپ کی اُمت کے لیے جمعہ مبارکہ میں قبولیت کی ایک گھڑی عصر کے بعد متعین ہوئی۔
آپ کی اُمت کو لیلۃ القدر کی رات ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل عطا ہوئی۔
آپ کی اُمت کو ہی یوم عرفہ یوم عاشورہ ملا جس کی بڑی فضیلت ہے۔
آپ کی اُمت کے دلوں میں جو وساوس و خطرات پیدا ہوں وہ معاف کر دیئے گئے۔
آپ کی اُمت سے خطاء و نسیان پر مواخذہ معاف کر دیا گیا۔
آپ کی اُمت ہی کو یہ شرف ملا کہ گناہ کے بعد صحیح توبہ کر لینے پر گناہ کی معافی ایسی ہوتی ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں۔
آپ کی اُمت تمام نبیوں کی اُمتوں سے زیادہ ہو گی۔
آپ کی اُمت تمام نبیوں کی اُمتوں سے پہلے قبر سے اُٹھائی جائے گی۔
آپ کی اُمت تمام نبیوں کی اُمتوں میں بروز محشر روشن پیشانی اور روشن دست و پا سے ظاہر ہو گی۔
آپ کی اُمت کے آگے پل صراط پر ایک نور ہو گا۔
آپ کی اُمت کا حساب و کتاب سب اُمتوں سے پہلے ہو گا۔
آپ کی اُمت سب اُمتوں سے پہلے جنت میں داخل ہو گی۔
آپ کی اُمت بروز محشر دیگر انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ احکام کی شہادت دے گی۔
آپ کی اُمت سے حافظ قرآن صالح العمل اپنے اعزہ و اقرباء کی سات پشت تک کا شفیع ہو گا۔
آپ کی اُمت کا عالم باعمل اپنی چودہ پشتوں کی شفاعت کا مجاز بنایا جائے گا۔

آپ کی اُمت کی عورتوں کی سردار سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں گی۔

آپ کی اُمت کے نوجوانوں کے سردار سیدنا امام حسن و امام حسین سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے۔

آپ کے اُمتی سب انبیاء کے اُمتیوں سے ممتاز ہوں گے۔

آپ کی اُمت کے اولیاء تمام انبیاء کرام کی اُمتوں کے اولیاء سے افضل ہوں گے

آپ کی اُمت جب تک جنت میں نہ جائے گی سب اُمتوں پر اس میں داخل ہونا حرام ہوگا۔

آپ کی اُمت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ اول اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔

آپ کی اُمت سے کوئی اگر اچھی بات کا ارادہ کرے اور پھر اس کو نہ کرے تو بھی ایک نیکی ملتی ہے۔ اور اگر کرے تو دس گنا زائد بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ اَجر ملتا ہے کہ بقدرِ خلوص بڑھتا جائے گا۔ مگر اگر بُرے کام کا ارادہ کرے اور نہ کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر کرے تو ایک کے بدلے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔

آپ کی اُمت سے کئی آدمی بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

آپ کی اُمت ہی ہے جن کے دلوں میں کتاب الٰہی مکمل طور پر محفوظ ہو جاتی ہے۔

آپ کی اُمت کے غرباء سادات کے لیے صدقہ و زکوٰۃ کا استعمال بصورت حیلہ جائز قرار دیا گیا۔

آپ کی اُمت کے گناہ سچی اور صحیح توبہ و استغفار سے گرا دیئے جانے کا وعدہ کر دیا گیا۔

آپ کی اُمت کے کپڑوں اور بدنوں کی نجاست و پلیدی پانی کے استعمال سے دور ہو سکتی ہے۔

برادرانِ عزیز! ہم چوں قسم اور متعدد خصوصیات ہیں جو کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ آپ کی اُمت اور صرف آپ کی اُمت کا ہی خاصہ ہیں دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُمتیں ان سب سے محروم ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب اُمت کا فرض اولین ہے کہ آپ کی حیات طیبہ اور کردار زندگی کو اپنی طرزِ زندگی کے لیے مشعلِ راہ بنائے اور تادمِ آخر آپ کی محبت میں سرشار ہو کر شکریہ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کی اُمت پر رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ضروری تنبیہ

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے جو لغزشیں سرزد ہوئیں ان کا ذکر تلاوت قرآن اور روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال مولیٰ کریم عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے۔ وہ اس کے پیارے بندے ہیں۔ اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور از خود ان کا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ ہوگا۔ پھر ان کے یہ افعال جن کو زلت و لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزار ہا حکم و مصالح پر مبنی ہزار ہا فوائد و برکات کی مثمر ہوتی ہیں۔ ایک لغزش حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے اگر وہ نہ ہوتی تو جنت سے نہ اُترتے دنیا آباد نہ ہوتی نہ کتابیں اُترتیں نہ ہی رسول آتے نہ جہاد ہوتے۔ لاکھوں کروڑوں مثوبات کے دروازے بند رہتے ان سب کا فتح باب ایک لغزش آدم کا نتیجہ مبارکہ و ثمرہ طیبہ ہے بالجملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی لغزشیں اور تو کس شمار میں ہیں۔ صدیقین کی حسنات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔

مشہور ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ

عقائد متعلقہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

فرشتے اجسام نوری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت بخشی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں **عقیدہ** یہ وہی کام کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہو نا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاءً وہ اللہ کے معصوم بندے ہیں۔ ہر قسم کے صغائر اور کبائر سے پاک ہیں۔ **عقیدہ** ان کی مقرر کردہ خدمات متعدد اور مختلف ہیں۔ بعض کے ذمہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں وحی لانا۔ کسی کے متعلق پانی برسانا کسی کے متعلق ہوا چلانا۔ کسی کے روزی پہنچانا۔ کسی کے ذمہ ماں باپ کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا۔ کسی کے متعلق بدنِ انسان میں تصرف کرنا۔ کسی کے متعلق انسان کی اس کے دشمنوں سے حفاظت کرنا۔ کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کر کے اس میں حاضر ہونا۔ کسی کے متعلق انسان کے نامہ اعمال لکھنا اور بہتوں کا دربار رسالت میں حاضر ہونا۔ کسی کے متعلق سرکار میں مسلمانوں کی صلوٰۃ وسلام پہنچانا۔ بعضوں کے متعلق مردوں سے سوال کرنا۔ کسی کے متعلق قبض روح کرنا۔ بعضوں کے نزدیک عذاب کرنا۔ کسی کے متعلق صور پھونکنا۔ یعنی یہ سب کاروبار اللہ تعالیٰ ہی سرانجام دیتا ہے۔ کہ وہی خالق مالک قادر علیم بصیر وغیرہ ہے۔ لیکن ان کاروبار کو چلانے اور سرانجام دینے کے لیے ملائکہ کو اسباب ووسائل بنایا ہے اور اللہ کے مقرر کردہ وسائل ملائکہ ہوں یا کوئی اور سے دینا لینا گویا اللہ ہی سے لینا دینا کہنا ہے اور وسائل کا کرنا اللہ ہی کا کرنا ہے۔ **عقیدہ** ملائکہ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ **عقیدہ** ان کو قدیم وخالق ماننا کفر ہے اسی طرح ان کو کاروبار کی سرانجام دہی میں مستقل خیال کرنا کفر ہے۔ **عقیدہ** ان کی تعداد وہی جانے جس نے ان کو پیدا فرمایا ہے اور یا اس کے بتانے سے اس کا رسول۔ **عقیدہ** کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے جاہل لوگ اپنے کسی دشمن یا مبغوض یا مکروہ کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آگیا ایسا کہنا سخت ناجائز ہے۔ **عقیدہ** فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور فرشتہ اس

قوۃ کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ **عقیدہ** سب ملائکہ سے چار فرشتے دربار الٰہی میں زیادہ مقرب ہیں۔ اوّل جبرائیل علیہ السلام جو پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی لانے پر مقرر ہیں۔ دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام جن کا کام مینہ برسانا ہے اور مخلوق کے رزق کا اہتمام کرنا ہے۔ تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کو صور پھونکیں گے۔ چوتھے حضرت عزرائیل علیہ السلام جو موت کے وقت رُوح قبض کرتے ہیں۔ **عقیدہ** ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ نہیں ہے۔ یعنی ان میں اولاد پیدا ہونے کا سلسلہ نہیں وہ قدرت الٰہیہ سے انفرادی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ دنیاوی کھانے پینے کے عادی نہیں۔ صرف ذکر الٰہی ان کی غذا ہے۔ شب و روز اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ کبھی غافل دست نہیں ہوتے اور نہ کسی وقت نافرمانی کرتے ہیں۔ ہمہ تن ہمہ وقت اطاعت الٰہی میں منہمک رہتے ہیں۔ **عقیدہ** دربار الٰہی میں ہر فرشتے کا مقام متعین ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ **عقیدہ** زمین و آسمان میں کوئی جگہ نہیں۔ جہاں پر فرشتے نہ ہوں۔ بڑی کثرت رکھتے ہیں۔ منقول ہے کہ ستر ہزار فرشتے ہر روز بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں جو کعبۃ اللہ شریف کے مقابلہ میں ساتویں آسمان پر ہے جو ایک دفعہ طواف کر چکے وہ پھر دوبارہ کبھی نہیں آئیں گے۔ **عقیدہ** اجزاء عالم میں ہر جزء پر ایک فرشتہ موکل و مقرر منتظم ہے جو کہ اس کا مدبر و محافظ ہے۔ بالخصوص ہر انسان پر کئی فرشتے متعین ہیں۔ بعضے اس کا کردار لکھتے ہیں اور بعضے شیاطین جن و انس سے اس کی نگرانی کرتے ہیں اور بعض نیک باتوں کا القاء کرتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں شیاطین ہیں جو کہ بندوں کے دلوں میں خیالات کاسدہ فاسدہ ڈالتے رہتے ہیں۔

جنّ کا بیان

جنّ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔ ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں یہ سب انسان کی طرح ذو عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں۔ ان میں

توالد و تناسل اور سلسلہ اولاد کا ہوتا ہے۔ کھاتے پیتے مرتے جیتے ہیں۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی مگر ان کے کفار بلحاظ انسان کے بہت زیادہ ہیں اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی سُنی بھی اور بدمذہب بھی اور ان میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔ ان کے وجود کا انکار یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

عالم برزخ کا بیان

دنیا و آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کا نام برزخ ہے مرنے کے بعد اور قیامت سے پیشتر تمام انس و جن کا حسب مراتب اس میں رہنا ہوتا ہے اور یہ عالم اس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو برزخ میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف۔

عقیدہ جب انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت اس کا روح قبض کرنے کے لیے حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور اُس شخص کے داہنے بائیں حد نگاہ تک فرشتے دکھائی دیتے ہیں مسلمان کے آس پاس رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور کافر کے دائیں بائیں عذاب کے۔ اس وقت ہر شخص پر اسلام کی حقانیت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ اس لیے کہ حکم ایمان بالغیب کا ہے اور اب غیب نہ رہا۔ بلکہ یہ چیزیں مشاہدہ ہو گئیں۔ **عقیدہ** مرنے کے بعد بھی رُوح کا تعلق بدن انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ اگرچہ رُوح بدن سے جدا ہو گئی مگر بدن پر جو گزرے گی روح ضرور اس سے آگاہ و متاثر ہو گی۔ جس طرح حیاتِ دنیا میں ہوتی ہے بلکہ اس سے زائد دنیا میں ٹھنڈا پانی سرد ہوا نرم فرش لذیذ کھانا سب باتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مگر راحت و لذت روح کو بھی پہنچتی ہے اور ان کے عکس جسم پر ہی وارد ہوتی ہیں اور کلفت و اذیت رُوح پاتی ہے اور روح کے لیے خاص راحت الم کے الگ

الگ اسباب ہیں جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے بعینہ یہی سب حالتیں برزخ میں ہیں ۔
عقیدہ مرنے کے بعد مسلمان کی رُوح حسب مرتبہ مختلف مکانوں میں رہتی ہے ۔ بعض کی چاہ زمزم شریف میں اور بعض کی قبر پر بعض کی زمین و آسمان کے درمیان ۔ بعض کی پہلے دوسرے ساتوں آسمانوں تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلند اور بعض کی زیر عرش قندیلوں میں اور بعض کی اعلیٰ علیین میں مگر کہیں بھی ہوں اپنے جسم سے ان کا تعلق بدستور رہتا ہے جو کوئی قبر پر آئے اسے دیکھتے پہچانتے اس کی بات سنتے ہیں بلکہ رُوح کا دیکھنا قرب قبر ہی سے مخصوص نہیں اس کی مثال حدیث میں فرمائی ہے کہ ایک طائر پہلے قفس میں بند تھا اور اب آزاد کر دیا گیا ۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتیں ہیں ۔ عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ ایسا دیکھتی ہیں جیسے یہاں حاضر ہیں جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے جہاں چاہے جائے ۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رُوح کے لیے دور و نزدیک سب برابر ہے ۔
کافروں کی خبیث روحیں بعض کی ان کے مرگھٹ یا قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہ برہوت میں کہ یمن میں ایک نالہ ہے بعض کی پہلی دوسری ساتویں زمین تک اور بعض کی اس کے بھی نیچے سجّین میں کہیں ہوں جو اس کی مرگھٹ یا قبر پر گزرے اسے دیکھتی پہچانتی بات سنتی ہیں مگر کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں کہ قید میں ہیں ۔ عقیدہ یہ خیال کہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا جانور کا جس کو تناسخ اور آواگون کہتے ہیں محض باطل و فریب ہے اور اس کا یقین کرنا کفر ہے ۔
عقیدہ موت کا معنی روح کا بدن سے جدا ہو جانا ہے نہ یہ کہ رُوح کو فنا مانے بدمذہب ہے ۔ عقیدہ مردہ کلام بھی کرتا ہے اور اس کے کلام کو عوام جن و انس کے علاوہ اور تمام حیوانات وغیرہ سنتے ہیں ۔ عقیدہ مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں اس وقت اس کو قبر دباتی ہے اگر وہ مسلمان ہو تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں پیار میں اپنے بچہ کو زور سے چپٹا لیتی ہے ۔ اور اگر کافر ہے تو اس کو زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی ادھر ہو جاتی ہیں ۔ جب دفن کرنے

والے دفن کر کے وہاں سے چلتے ہیں۔ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس وقت اُس کے پاس دو فرشتے اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان کی شکلیں نہایت خوفناک اور ڈراؤنی ہوتی ہیں۔ ان کے بدن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں سیاہ اور نیلی اور دیگ کے برابر اور شعلہ زن ہیں اور ان کے مہیب بال سر سے پاؤں تک اور ان کے دانت کئی ہاتھ لمبے کہ جن سے زمین چیرتے ہوئے آئیں گے۔ ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ مردے کو جھنجھوڑتے اور جھڑک کر اٹھاتے اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں۔ پہلا سوال مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے۔ دوسرا سوال مَا دِیْنُكَ۔ تیرا دین کیا ہے۔ تیسرا سوال مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا رَبِّیَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے اور دوسرے کا جواب دے گا دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے تیسرے سوال کا جواب دے گا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ کہیں گے تجھے کس نے بتایا کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ بعض روایتوں میں آیا کہ سوال کا جواب پاکر کہیں گے کہ ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا اس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو جنت کی نسیم اور خوشبو اس کے پاس آتی رہے اور جہاں تک نگاہ پھیلے گی وہاں تک اس کی قبر کشادہ کردی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ تو سو جا جیسا کہ دولہا سوتا ہے۔ یہ خواص کے لیے عموماً ہے اور عوام میں ان کے لیے جن کو وہ چاہے ورنہ وسعت قبر حسب مراتب مختلف ہے بعض کے لیے ستر ستر ہاتھ لمبی چوڑی اور بعض کے لیے جتنی وہ چاہے زیادہ حتیٰ کہ جہاں تک نگاہ پہنچے اور عصاۃ اور گنہ گاروں میں بعض پر عذاب بھی ہوگا۔ ان کی معصیت کے لائق پھر ان کے پیران عظام یا مذہب کے امام اور اولیاء کرام کی شفاعت یا محض رحمت سے جب وہ چاہے گا نجات پائیں گے۔

اور بعض نے کہا مومن گنہگار پر عذاب قبر شب جمعہ آنے تک ہے اس کے آتے ہی اُٹھا لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں حدیث سے اتنا ثابت ہے کہ جو مسلمان شب جمعہ یا روز جمعہ یا رمضان مبارک کے کسی دن رات میں مر گیا۔ سوال نکیرین وعذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور یہ جو ارشاد ہوا کہ اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دیں گے۔ یہ یوں ہو گا کہ پہلے اس کے بائیں ہاتھ کی طرف سے جہنم کی کھڑکی کھولیں گے جس کی لپیٹ اور جلن اور گرم ہوا اور سخت بدبو آئے گی۔ معاً بند کر دیں گے۔ اس کے بعد داہنی طرف سے جنت کی کھڑکی کھولیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اگر ان سوالوں کے صحیح جواب نہ دیتا تو تیرے واسطے وہ تھی اور اب یہ ہے تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت کی قدر جانے کہ کیسی بلائے عظیم سے بچا کر نعمتِ عظمیٰ عطا فرمائی اور منافق کے لیے اس کا عکس ہو گا۔ پہلے جنت کی کھڑکی کھولیں گے تاکہ اس پر اس خوشبو ٹھنڈک راحت نعمت کی جھلک دیکھے گا اور معاً بند کر دیں گے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دیں گے تاکہ اس پر اس بلائے عظیم کے ساتھ حسرت عظیم بھی ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مان کر یا ان کی شانِ رفیع میں ادنیٰ گستاخی کر کے نعمت کھوئی اور کیسی آفت پائی اور اگر وہ مردہ منافق ہے تو سب سوالوں کے جواب میں یہ کہے گا کہ هَاه هَاه لَا اَدْرِی افسوس مجھے تو کچھ معلوم نہیں کُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ یَقُوْلُوْنَ شَیْئًا فَاَقُوْلُ میں لوگوں کو کہتے سنتا تھا خود بھی کہتا تھا۔ اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا کہ یہ جھوٹا ہے اس کیلیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف کا ایک دروازہ کھول دو اس کی گرمی اور لپیٹ اس کو پہنچے گی اور اس پر عذاب دینے کے لیے دو فرشتے مقرر ہوں گے جو اندھے اور بہرے ہوں گے۔ ان کے ساتھ لوہے کا گرز ہو گا کہ پہاڑ پر اگر مارا جائے تو خاک ہو جائے۔ اس ہتھوڑے سے اس کو مارتے رہیں گے نیز سانپ اور بچھو اس کو عذاب پہنچاتے رہیں گے۔ نیز اعمال اپنی مناسب شکل پر متشکل ہو کر کتا یا بھیڑیا اور شکل کے بن کر اس کو ایذا پہنچائیں گے اور نیکوں کے اعمال حسنہ

مقبول و محبوب صورت پر متشکل ہو کر دکھائی دیں گے۔ **عقیدہ** عذاب قبر حق ہے
اور یوں ہی تنعیم قبر حق ہے اور دونوں جسم و رُوح دونوں پر ہیں۔ جیسا کہ اُوپر گزرا جسم
اگرچہ جل جاوے گل جائے خاک ہو جائے مگر اس کے اجزاء اصلیہ قیامت تک باقی
رہیں گے ان پر ثواب و عذاب وارد ہو گا اور انھیں پر روزِ قیامت دوبارہ ترکیبِ
جسم فرمائی جاوے گی وہ کچھ ایسے باریک اجزاء ہیں ریڑھ کی ہڈی میں جن کو عجب
الذنب کہتے ہیں کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آ سکتے ہیں، نہ آگ انھیں جلا سکتی ہے نہ زمین
ان کو گلا سکتی ہے وہی تخم جسم ہیں اسی وجہ سے بروزِ قیامت روحوں کا اعادہ اسی جسم
میں ہو گا نہ کسی اور جسم میں بالائی زائد اجزاء کا گھٹنا بڑھنا جسم کو نہیں بدلتا جیسے بچہ
کتنا چھوٹا پیدا ہوتا ہے پھر کتنا بڑا ہوتا ہے۔ قوی ہیکل جوان بیماری میں گھل کر کتنا
حقیر رہ جاتا ہے۔ پھر نیا گوشت پوست آ کر مثل سابق ہو جاتا ہے۔ ان تبدیلیوں سے
کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ شخص بدل گیا۔ یونہی روزِ قیامت میں دوبارہ لوٹنے کی حقیقت
ہے وہی گوشت اور ہڈیاں کہ خاک یا راکھ ہوں گے ان کے ذرے کہیں بھی منتشر
ہو گئے ہوں۔ ربّ عزوجل انھیں جمع فرما کر اس پہلی شکل پر لا کر انھیں پہلے اجزاء
اصلیہ پر کہ محفوظ ہیں ترکیب دے گا۔ اور ہر رُوح کو اسی جسم سابق میں بھیجے گا اس کا
نام حشر ہے۔ عذاب و تنعیم قبر کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔ **عقیدہ**۔ مردہ
اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہے پھینک دیا گیا۔ کہیں ہو اس سے وہیں
سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اس کو پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جسے شیر
کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و عذاب ثواب جو کچھ ہو پہنچے گا۔ **عقیدہ**
انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اور علماء دین و شہداء، و حافظان قرآن کو جو
قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہوں اور وہ جسم جس نے
کبھی اللہ عزوجل کی نافرمانی نہ کی ہو اور وہ کہ اپنے اوقات کو دُرود شریف میں مستغرق
رکھتے ہوں۔ ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی جو انبیاء علیہم السلام کی شان میں خبیث
کلمہ کہے کہ وہ مر کے مٹی میں مل گئے۔ گمراہ بد دین خبیث مرتکب توہین ہے۔ قبر کا

ضغطہ یعنی مردے کو دبانا حق ہے۔ اور یہ ضغطہ مومن کو بھی ہوتا ہے۔

معاد و حشر کا بیان

بے شک زمین و آسمان جن و انس و ملک سب کے سب ایک روز فنا ہونے والے ہیں۔ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشگی اور بقا ہے دنیا کے فنا ہونے سے پیشتر چند نشانات ظاہر ہوں گے۔ (۱) تین خسف ہوں گے یعنی آدمی زمین میں دھنس جائیں گے۔ ایک مشرق میں۔ دوسرا مغرب میں۔ تیسرا جزیرہ عرب میں (۲) علم اُٹھ جائے گا۔ یعنی علماء اُٹھا لیے جائیں گے یہ مطلب نہیں کہ علماء تو باقی رہیں اور ان کے دلوں سے علم محو کر دیا جائے (۳) جہالت کی کثرت ہو گی۔ (۴) زنا اور فسق و فجور کی زیادتی ہو گی اور اس بے حیائی کے ساتھ بدکاری ہو گی جیسے گدھے جفتی کھاتے ہیں۔ بڑے چھوٹے کسی کا لحاظ پاس نہ ہو گا (۵) مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔ (۶) علاوہ اس بڑے دجال کے اور تیس دجال ہوں گے کہ وہ سب دعویٰ نبوت کریں گے حالانکہ نبوت ختم ہو چکی جن سے بعض گزر چکے جیسے مسیلمہ کذاب طلیحہ بن خویلد اسود عنسی سجاح عورت کہ بعد کو اسلام لے آئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہم اور جو باقی ہیں وہ ضرور ہوں گے (۷) مال کی کثرت ہو گی نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے (۸) ملک عرب میں کھیتی باغ اور نہریں ہو جائیں گی (۹) دین پر قائم رہنا اتنا دشوار ہو گا جیسے مٹھی میں انگارا لینا یہاں تک کہ آدمی قبرستان میں جا کر تمنا کرے گا کہ کاش میں اس قبر میں ہوتا (۱۰) وقت میں برکت نہ ہو گی یہاں تک کہ سال مثل مہینہ کے اور مہینہ مثل ہفتہ کے اور ہفتہ مثل ساعت کے اور دن ایسا ہو جائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگی اور جلد بھڑک کر ختم ہو گئی یعنی بہت جلد وقت گزرے گا (۱۱) زکوٰۃ دینا لوگوں پر گراں ہو گا کہ اس کو تاوان خیال کریں گے (۱۲) علم دین پڑھیں گے مگر دین کے لیے نہیں (۱۳) مرد اپنی عورت کا مطیع

ہو گا۔ (۱۴) ماں باپ کی نافرمانی کرے گا۔ (۱۵) اپنے احباب سے میل جول رکھے گا۔ اور ماں باپ سے جدائی۔ (۱۶) مسجد میں لوگ چلائیں گے (۱۷) گانے باجے کی کثرت ہو گی (۱۸) اگلوں پر لوگ لعنت کریں گے ان کو برا کہیں گے (۱۹) درندے جانور آدمی سے کلام کریں گے۔ جوتے کا تسمہ کلام کرے گا اس کے بازار جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا بتائے گا بلکہ خود انسان کی ران اسے خبر دے گی (۲۰) ذلیل لوگ جن کو تن کا کپڑا پاؤں کی جوتیاں نصیب نہ تھیں۔ بڑے بڑے محلوں میں فخر کریں گے (۲۱) دجال کا ظاہر ہونا کہ چالیس روز میں حرمین طیبین کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کرے گا۔ چالیس روز میں روز سال بھر کی برابر ہو گا اور دوسرا مہینہ بھر کی برابر اور تیسرا ہفتہ کی برابر اور باقی روز چوبیس چوبیس گھنٹوں کے ہوں گے اور وہ بہت تیزی کے ساتھ سیر کرے گا جیسے بادل جس کو ہوا اڑاتی اس کا فتنہ بہت شدید ہو گا۔ ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوں گے جن کا نام وہ جنت و دوزخ رکھے گا جہاں جائے گا یہ بھی جائے گی مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہو گی وہ حقیقۃً آگ ہو گی۔ اور جو جہنم دکھائی دے گا وہ آرام کی جگہ ہو گی اور وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا جو اس پر ایمان لائے گا اس کو اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو اس کا انکار کرے گا اس کو جہنم میں داخل کرے گا مردے جلائے گا زمین کو حکم دے گا وہ سبزہ اگائے گی۔ آسمان سے پانی برسائے گا اور ان لوگوں کے جانور لمبے چوڑے خوب تیار اور دودھ والے ہو جائیں گے اور ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح دل کے دل اس کے ہمراہ ہو جائیں گے اسی قسم کے بہت سے شعبدے دکھائے گا اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے ہوں گے۔ اور شیاطین کے تماشے جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں اسی لیے اس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ حرمین شریفین میں جب جانا چاہے گا ملائکہ اس کا منہ پھیر دیں گے۔ البتہ مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے کہ وہاں جو لوگ بظاہر مسلمان بنے ہوں گے اور دل میں کافر ہوں گے اور وہ جو علم الٰہی میں دجال پر ایمان لا کر کافر ہونے والے ہیں۔ ان زلزلوں

کے خوف سے شہر سے دور بھاگیں گے اور اس کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ دجال کے ساتھ
یہود کی فوجیں ہوں گی اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا ک ف ر یعنی کافر جس کو ہر مسلمان
پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا۔ جب وہ ساری دنیا میں پھر پھرا کر ملک شام کو جائے
گا اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے جامع مسجد دمشق کے شرقی منارہ پہ نزول
فرمائیں گے۔ صبح کا وقت ہوگا نماز فجر کے لیے اقامت ہو چکی ہوگی۔ حضرت امام مہدی
کو کہ اس جماعت میں موجود ہوں گے امامت کا حکم دیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں گے وہ لعین دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی
خوشبو سے پگھلنا شروع ہوگا جیسا کہ پانی میں نمک پگھلتا ہے اور ان کی سانس کی
خوشبو دور تک پہنچے گی وہ بھاگے گا یہ تعاقب اور پیچھا فرمائیں گے اور اس کی پیٹھ میں
نیزہ ماریں گے اس سے وہ واصل جہنم ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول فرمانا
اس وقت ہوگا تو معلوم ہوا کہ آپ کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ اگر کوئی
شخص دوسرے کو مال دے گا تو وہ قبول نہ کرے گا۔ نیز اس زمانہ میں عداوت، بغض و
حسد آپس میں بالکل نہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل
کریں گے یعنی اس کا حکم فرمائیں گے تمام اہل کتاب جو قتل سے بچیں گے۔ سب ان پر
ایمان لائیں گے۔ تمام جہان میں ایک دین، ایک دین اسلام ہی ہوگا اور مذہب
ایک مذہب اہلسنت، بچے سانپ سے کھیلیں گے اور شیر اور بکری ایک ساتھ چریں
گے۔ چالیس برس تک اقامت فرمائیں گے یعنی پہلی حیاتی ملا کر نکاح کریں گے اولاد
بھی ہوگی۔ بعد وفات روضہ اقدس مہد اطہر میں دفن ہوں گے۔ (۲۳) حضرت
امام مہدی کا ظاہر ہونا اس کا اجمالی واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں جب جگہ جگہ کفر کا تسلط
ہو گا۔ اس وقت تمام ابدال بلکہ تمام اولیاء سب جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو
ہجرت کر جائیں گے۔ صرف وہیں اسلام ہوگا اور ساری دنیا کفرستان ہو جائے گا۔ رمضان
شریف کا مہینہ ہوگا۔ ابدال طوافِ کعبہ میں مصروف ہوں گے اور حضرت امام مہدی بھی
وہاں ہوں گے۔ اولیاء انھیں پہچانیں گے۔ ان سے درخواست بیعت کریں گے

وہ انکار کریں گے دفعتہً غیب سے ایک آواز آئے گی ھٰذا خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ فَاسْمَعُوْا لَہٗ وَاَطِیْعُوْہُ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو تمام لوگ اس کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لے کر ملک شام کو تشریف لے جائیں گے بعد قتل دجال حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حکم الٰہی ہو گا کہ مسلمانوں کو کوہِ طور پر لے جاؤ اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں (۲۴) یاجوج ماجوج کا خروج مسلمانوں کے کوہِ طور پر جانے کے بعد ہو گا یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے۔ یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر (جس کا طول ۱۰ میل ہو گا) جب گزرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا پھر دنیا کے فساد و قتل و غارت سے جب وہ فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کر لیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے خدا کی قدرت کہ ان کے تیر اُوپر سے خون آلودہ گریں گے یہ اپنی انہیں حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام معہ اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہو گی جو آج تمہارے نزدیک سو اشرفیوں کی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مل کر دُعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مر جائیں گے۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام پہاڑ سے اُتریں گے دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے اور بدبو سے بھری پڑی ہے۔ ایک بالشت زمین بھی خالی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے پھر دُعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرند بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ چاہے گا پھینک آئیں گے اور ان کے تیر و کمان ترکش کو سات برس تک جلائیں گے۔ پھر اس کے بعد بارش ہو گی کہ زمین کو ہموار کر چھوڑے گی اور زمین کو حکم ہو گا کہ وہ اپنے پھلوں کو اگائے اور

اپنی برکتیں اُگل دے اور آسمانوں کو حکم ہوگا کہ اپنی برکتیں انڈیل دے تو یہ حالت ہوگی کہ ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سایہ میں دس آدمی بیٹھیں گے اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک خاندان کو کفایت کرے گا (۲۵) دھواں ظاہر ہوگا جس سے زمین سے آسمان تک اندھیرا ہو جائے گا (۲۶) دابۃ الارض کا نکلنا یہ ایک جانور ہے اس کے ہاتھ میں عصا موسیٰ اور انگشتری سلیمان علیہما السلام ہوگی۔ عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نشان نورانی بنائے گا اور انگشتری سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سیاہ دھبہ کرے گا اس وقت تمام مسلمان و کافر اعلانیہ ظاہر ہوں گے یہ علامت کبھی نہ بدلے گی جو کافر ہے ہرگز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے وہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا (۲۷) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس وقت کا اسلام معتبر نہیں ہوگا۔ (۲۸) وفات سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک زمانہ کے بعد جب قیام قیامت کو صرف چالیس برس رہ جائیں گے۔ ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی۔ جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی رُوح قبض ہو جائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے اور انھیں پر قیامت قائم ہوگی۔

یہ چند نشانیاں بیان کی گئیں ان میں بعض واقع ہو چکیں اور کچھ باقی ہیں جب نشانیاں پوری ہو لیں گی اور مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے سے وہ خوشبودار ہوا گزرے گی جس سے تمام مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی۔ اس کے بعد پھر چالیس برس کا زمانہ ایسا گزرے گا اس میں کسی کے اولاد نہ ہوگی یعنی چالیس برس سے کم عمر کا کوئی لڑکا نہ رہے گا اور دنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے اور اچھی بات کہنے والا کوئی نہ ہوگا کوئی اپنی دیوار لیپتا ہوگا کوئی کھانا کھاتا ہوگا غرض لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ دفعتہً حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک ہوگی اور رفتہ رفتہ بہت بلند ہو جائے گی۔ لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے اور بیہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے۔ آسمان زمین پہاڑ یہاں تک کہ صور اور اسرافیل اور تمام ملائکہ فنا ہو جائیں گے اس وقت سوا اس واحد حقیقی کے کوئی نہ ہوگا وہ فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

آج کسی کی بادشاہت ہے۔ کہاں ہیں جبارین کہاں ہیں متکبرین مگر ہے کوئی جو جواب دے پھر خود ہی فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسرافیل کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور پھونکتے ہی تمام اولین و آخرین ملائکہ انس و جن و حیوانات موجود ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر مبارک سے یوں برآمد ہوں گے کہ داہنے ہاتھ میں صدیق اکبر کا ہاتھ بائیں ہاتھ میں فاروق اعظم کا ہاتھ رضی اللہ عنہم پھر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے مقابر میں جتنے مسلمان دفن ہیں سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔ **عقیدہ** قیامت بلاشبہ قائم ہوگی اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ **عقیدہ** حشر صرف رُوح کا نہیں بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے جو کہے صرف روحیں اُٹھیں گی جسم زندہ نہیں ہوں گے وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** دنیا میں جو رُوح جس جسم کے ساتھ متعلق تھی اس رُوح کا حشر اسی جسم میں ہوگا۔ یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ رُوح متعلق کر دی جائے گی۔ **عقیدہ** جسم کے اجزاء اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہو گئے اور مختلف جانوروں کی غذا ہو گئے ہوں مگر اللہ تعالیٰ ان سب اجزاء کو جمع فرما کر قیامت کے دن اُٹھائے گا۔ قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن ننگے پاؤں ناختنہ شدہ اُٹھیں گے۔ کوئی پیدل کوئی سوار اور ان میں بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر دس ہوں گے۔ کافر منہ کے بل چلتا ہوُا میدان حشر کو جائے گا۔ کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ کسی کو آگ جمع کرے گی۔ یہ میدان حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا۔ زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اس کنارہ پر رائی کا دانہ اگر گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے۔ اس دن زمین تانبے کی ہوگی اور سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ راوی حدیث نے فرمایا۔ معلوم نہیں میل سے مراد سرمہ کی سلائی ہے یا میل مسافت اگر میل مسافت بھی ہو تو کیا بہت فاصلہ ہے کہ اب چار ہزار برس کی راہ کے فاصلہ پر ہے اور اس طرف آفتاب کی پیٹھ ہے پھر

بھی جب سر کے مقابل آجاتا ہے گھر سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے اس وقت کہ ایک میل کے فاصلہ پر ہو گا اور اس کا منہ اس طرف کو ہو گا۔ تپش اور گرمی کا کیا پوچھنا اور اب مٹی کی زمین ہے مگر گرمیوں کی دھوپ میں زمین پر پاؤں نہیں رکھا جاتا۔ اس وقت جب تانبے کی ہو گی اور آفتاب کا اتنا قرب ہو گا اس کی تپش کوئی بیان کر سکے۔ اللہ پناہ میں رکھے بھیجے کھولتے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر جو پسینہ زمین نہ پی سکے گی وہ اُوپر چڑھے گا کسی کے ٹخنوں تک ہو گا کسی کو گھٹنوں تک، کسی کے کمر کمر، کسی کے سینہ، کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑ جائے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہو گی محتاج بیان نہیں۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی۔ بعضوں کی زبانیں منہ سے نکل کر باہر آئیں گی۔ دل اُبل کر گلے کو آجائیں گے۔ ہر مبتلا بقدر گناہ تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا۔ جس نے چاندی سونے کی زکوٰۃ نہ دی ہو گی اس مال کو خوب گرم کر کے اس کی کروٹ اور پیٹھ اور پیشانی پر داغ کریں گے۔ جس نے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی ہو گی اس کے جانور قیامت کے دن خوب تیار ہو کر آئیں گے اور اس شخص کو وہاں لٹائیں گے اور وہ جانور اپنے سینگوں سے مارتے اور پاؤں سے روندتے اس پر گزریں گے جب سب اسی طرح گزر جائیں گے پھر ادھر سے واپس آکر یونہی اس پر گزریں گے اسی طرح کرتے رہیں گے یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو و علیٰ ہٰذا القیاس پھر باوجود ان مصیبتوں کے کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہو گا۔ بھائی سے بھائی بھاگے گا۔ ماں باپ اولاد سے پیچھا چھڑائیں گے۔ بی بی بچے الگ جان چرائیں گے۔ ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار کون کسی کا مددگار ہو گا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہو گا اے آدم دوزخیوں کی جماعت الگ کر۔ عرض کریں گے کتنے میں سے کتنے۔ ارشاد ہو گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔ یہ وقت وہ ہو گا کہ بچے مارے غم کے بوڑھے ہو جائیں گے۔ حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا۔ لوگ ایسے دکھائی دیں گے کہ نشہ میں ہیں حالانکہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ غرض کس کس مصیبت کا بیان

کیا جائے۔ ایک ہو دو ہوں ہزار ہوں تو کوئی بیان بھی کیا کرے ہزار ہا مصائب اور وہ بھی
ایسے شدید کہ الامان الامان اور یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے دو چار دن دو چار ماہ کی نہیں بلکہ
قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔ قریب آدھے کے گزر چکا ہے اور ابھی
تک اہل محشر اس حالت میں ہیں اب آپس میں مشورہ کریں گے کہ اپنا سفارشی ڈھونڈھنا
چاہیئے کہ ہم کو ان مصیبتوں سے رہائی دلائے ابھی تک تو یہی نہیں پتہ چلتا ہے کہ آخر
کدھر کو جانا ہے۔ یہ بات مشورہ سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام سب کے باپ
ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جنت میں رہنے کو جگہ دی
اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے وہ ہم کو اس مصیبت
سے نجات دلائیں گے۔ غرض اُفتاں و خیزاں کس کس مشکل سے ان کے پاس حاضر ہوں
گے اور عرض کریں گے۔ اے آدم آپ ابوالبشر ہیں اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے دستِ
قدرت سے بنایا اور اپنی چنی ہوئی رُوح آپ میں ڈالی اور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کروایا
اور جنت میں آپ کو رکھا۔ تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے آپ کو صفی کیا۔ آپ
دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجیئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس
سے نجات دلائے۔ فرمائیں گے میرا یہ مرتبہ نہیں مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے۔ آج
رب عزوجل نے ایسا مظاہرہ غضب فرمایا ہے کہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا نہ آئندہ
فرمادے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ عرض کریں کریں گے آخر کس کے پاس ہم جائیں
فرمائیں گے نوح کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لیئے بھیجے
گئے تو لوگ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور
ان کے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کے حضور ہماری
شفاعت کیجیئے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے، یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں
اس کے لائق نہیں۔ مجھے اپنی پڑی ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ عرض کریں گے کہ
آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ کہ
ان کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ خلّت سے ممتاز فرمایا ہے لوگ یہاں حاضر ہوں گے

وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس کے قابل نہیں مجھے اپنا اندیشہ ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجیں گے۔ وہاں بھی یونہی جواب ملے گا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ وہاں بھی یوں ہی جواب کہ میرے کرنے کا یہ کام نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب ظاہر فرمایا ہے کہ ایسا نہ کبھی فرمایا اور نہ کبھی فرمائے گا۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے تم ان کے حضور حاضر ہو جن کے ہاتھ پر فتح رکھی گئی ہے جو آج بے خوف ہیں اور وہ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں تم **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو وہ خاتم النبیین ہیں وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ انھیں کے حضور حاضر ہو وہ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اب لوگ پھرتے پھراتے ٹھوکریں کھاتے روتے چلاتے دہائی دیتے حاضر بارگاہِ بے کس پناہ ہو کر عرض کریں گے کہ اے محمد اللہ کے نبی حضور کے ہاتھ پر اللہ عزوجل نے فتح باب رکھا ہے آج حضور مطمئن ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے۔ حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس مصیبت میں ہیں اور کس حال کو پہنچے حضور بارگاہِ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلائیں۔ آپ جواب میں ارشاد فرمائیں گے اَنَا لَہَا میں اسی کام کے لیے ہوں اَنَا صَاحِبُکُمْ میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے ہو۔ یہ فرما کر بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے۔ ارشاد ہوگا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَہ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ اے محمد اپنا سر اُٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے، دوسری روایت میں ہے وَقُلْ تُطَعْ فرماؤ تمہاری اطاعت کی جائے گی پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم از کم بھی ایمان ہوگا اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اسے جہنم سے نکالیں گے۔ یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہو اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے

اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔ اب تمام انبیاء اپنی اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے اولیاء کرام، شہداء، علماء، حفاظ، حُجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہُوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا نابالغ بچے جو مَر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے۔ ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا۔ کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجا کے لیے ڈھیلا دیا تھا۔ علماء کرام ان تک کی شفاعت کریں گے۔ **عقیدہ** حساب حق ہے اعمال کا حساب ہونے والا ہے۔ **عقیدہ** حساب کا منکر کافر ہے۔ کسی سے تو حساب اس طرح لیا جائے گا کہ پوشیدہ ہی اس سے پوچھا جائے گا۔ تو نے یہ کیا اور یہ کیا۔ عرض کرے گا ہاں اے رب یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اقرار کر لے گا۔ اب یہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ اب گئے۔ فرمائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیرے عیب چھپائے اور اب بخشتے ہیں اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی باز پرس ہو گی جس سے یوں سوال ہُوا وہ ہلاک ہوا کسی سے فرمائے گا کہ اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہ دی تجھے سردار نہ بنایا اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ کو مسخر نہ کیا ان کے علاوہ اور نعمتیں یاد دلائے گا۔ عرض کرے گا ہاں تو نے سب کچھ دیا تھا پھر فرمائے گا تو کیا تیرا خیال تھا کہ مجھ سے ملنا ہے۔ عرض کرے گا کہ نہیں، فرمائے گا تو جیسے تو نے ہمیں یاد نہ کیا ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔۔ بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر فرمائے گا کہ تو نے کیا کیا۔ عرض کرے گا کہ تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا نماز پڑھی روزے رکھے صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا نیک کاموں کا ذکر کیا جائے گا۔ ارشاد ہو گا تو اچھا تو ٹھہر جا تجھ پر گواہ پیش کیے جائیں گے۔ اپنے جی میں سوچے گا مجھ پر کون گواہی دے گا۔ اس پر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اعضاء کو حکم ہو گا بول چلو اس وقت اس کی ران اور ہاتھ پاؤں گوشت پوست ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا تھا ایسا تھا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے ستر ہزار بے حساب جنت میں داخل

ہوں گے اور ان کے طفیل ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور رب العزت ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا۔ معلوم نہیں ہر جماعت میں کتنے ہوں گے اس کا شمار وہی جانے۔ تہجد پڑھنے والے بلاحساب جنت میں جائیں گے۔ اس اُمت میں وہ شخص بھی ہو گا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا ہو گا جہاں تک نگاہ پہنچے وہ سب کھولے جائیں گے۔ رب عزوجل فرمائے گا۔ ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے۔ میرے فرشتوں کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا۔ عرض کرے گا نہیں اے رب۔ پھر فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر ہے۔ عرض کرے گا نہیں اے رب۔ فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہو گا۔ اس وقت ایک پرچہ جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ہو گا نکالا جائے گا اور حکم ہو گا فَكِيلُوْا عرض کرے گا اے رب یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ ہو گا۔ پھر ایک پلے پر یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ۔ وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا بالجملہ اس کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے۔ تھوڑی چیز بھی کثیر ہے۔ عقیدہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ نیکوں کا داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں، کافر کا سینہ توڑ کر اس کا بایاں ہاتھ اس سے پس پشت نکال کر پیٹھ پیچھے دیا جائے گا۔ عقیدہ حوض کوثر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت ہوا حق ہے اس حوض کوثر کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے۔ اس کے کناروں پر موتی کے قبے ہیں چاروں کونے برابر یعنی زاویے قائمہ ہیں۔ اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ اور اس پر برتن ستاروں سے بھی گنتی میں زیادہ جو اس کا پانی پئے گا کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ اس میں جنت سے دو پرنالے ہر وقت گرتے ہیں۔ ایک سونے کا۔ دوسرا چاندی کا۔ عقیدہ میزان حق ہے اس پر لوگوں کے اعمال نیک و بد تولے جائیں گے۔ نیکی کا پلہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اُٹھے دُنیا کا سا معاملہ نہیں جو کہ بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے

عقیدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل مقام محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین حضور کی حمد و ستائش کریں گے۔ **عقیدہ** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک جھنڈا عطا ہوگا جس کو لواء الحمد کہتے ہیں۔ تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔ **عقیدہ** صراط مستقیم ہے۔ یہ ایک پل ہے کہ پشت جہنم پر کھڑا کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر فرمائیں گے۔ پھر اور انبیاء مرسلین پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسب اختلاف اعمال پل صراط پر یہ لوگ مختلف طرح سے گزریں گے۔ بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہوگیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرندا اڑتا ہے اور بعض جیسے چال چلے گا اور پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہوں گے) لٹکتے ہوں گے جس کے بارے میں حکم ہوگا اسے پکڑ لیں گے مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرادیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔ یہ تمام اہل محشر تو پل پر گزرنے میں مشغول مگر وہ بے گناہ گنہگاروں کا شفیع پل کے کنارہ پر کھڑا ہوا کمال گریہ وزاری سے اپنی اُمت عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کر رہا ہے رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ الٰہی ان گنہگاروں کو بچالے اور ایک اسی جگہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دن تمام مقامات میں دورہ فرماتے رہیں گے۔ کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے۔ اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوض کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرما رہے ہیں اور وہاں سے پل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ غرض ہر جگہ انھیں کی دہائی ہر شخص انھیں کو پکارتا، انھیں سے فریاد کرتا ہے اور ان کے سوا کسی کو پکارے کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے۔ دوسروں کو کیا پوچھے صرف ایک ہی ہیں جنھیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالم کا باران کے ذمہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَللّٰھُمَّ نَجِّنَا مِنْ اَھْوَالِ الْمَحْشَرِ بِجَاہِ

هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِيْمِ
اٰمِيْن یہ قیامت کا دن کہ حقیقتاً قیامت کا دن ہے جو پچاس ہزار برس کا دن ہو گا
جس کے مصائب بے شمار ہوں گے۔ مولیٰ عزوجل کے جو خاص بندے ہیں ان کے
لیے اتنا ہلکا کر دیا جائے گا کہ معلوم ہو گا اس میں اتنا وقت صرف ہوا جتنا ایک وقت
کی نماز فرض میں صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعض کہتے تھے تو پلک
جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا۔ وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ
اَوْهُوَ اَقْرَبُ قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے پلک جھپکنا بلکہ اس سے بھی کم۔
سب سے اعظم و اعلیٰ جو مسلمانوں کو اُس روز نعمت ملے گی وہ عزوجل کا دیدار ہے
کہ اس نعمت کے برابر کوئی نعمت نہیں جسے ایک بار دیدار میسر ہو گا ہمیشہ ہمیشہ
اس کے ذوق میں مستغرق رہے گا۔ کبھی نہ بھولے گا اور سب سے پہلے دیدار الٰہی حضور
اقدس صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہو گا۔ یہاں تک تو حشر کے اہوال و احوال مختصر بیان
کئے گئے۔ ان تمام مرحلوں کے بعد اب اسے ہمیشگی کے گھر میں جانا ہے۔ کسی کو آرام
کا گھر ملے گا جس کی آسائش کی کوئی انتہا نہیں اس کو جنت کہتے ہیں یا تکلیف کے
گھر میں جانا پڑے جس کی تکلیف کی کوئی حد نہیں اسے جہنم کہتے ہیں۔ **عقیدہ**
جنت و دوزخ حق ہیں ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ عقیدہ جنت و دوزخ
کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب موجود ہیں یہ نہیں کہ اس وقت تک
مخلوق نہ ہوئیں قیامت کے دن بنائی جائیں گی۔ **عقیدہ** قیامت و قبر و حشر و
حساب و ثواب و عذاب و جنت و دوزخ سب کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں
مشہور ہیں جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے مگر ان کے نئے معنی گھڑے (مثلاً ثواب
کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب اپنے برے اعمال کو دیکھ کر غمگین
ہونا یا حشر فقط روحوں کا ہونا) وہ حقیقتہً ان چیزوں کا منکر ہے اور ایسا شخص کافر ہے
اب جنت، و دوزخ کی مختصر کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

جنّت کا بیان

جنّت ایک مکان ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سُنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا کھٹکا گزرا جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشنی ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند و سورج کی روشنی جاتی رہے اور اس کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حور اپنی ہتھیلی زمین و آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حُسن کی وجہ سے خلقت فتنہ میں پڑ جائے اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اس کی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام زمین و آسمان اس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹا دے جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ جنت کتنی وسیع ہے۔ اس کو اللہ اور رسول ہی جانیں۔ اجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے جو کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اس درجہ کی کیا مسافت ہے اس کے متعلق کوئی روایت خیال میں نہیں البتہ ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو برس تک گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور وہ ختم نہ ہو جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز۔ گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہو گی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہو گی کہ مونڈھے سے مونڈھا چھلتا ہو گا بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چرچرانے لگے گا اس میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں۔ ایسے صاف و شفاف کہ اندر کا حصّہ باہر سے اور باہر کا اندر سے

دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہیں ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی۔ زمین زعفران کی کنکریوں کی جگہ موتی اور یاقوت اور ایک روایت ہے کہ جنت عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے۔ ایک یاقوت سُرخ کی ایک زبرجد سبز کی اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے۔ موتی کی کنکریاں عنبر کی مٹی جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل تک ہوگی۔ جنت میں چار دریا ہیں ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر ان سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جارہی ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں بلکہ زمین کے اُوپر اُوپر رواں ہیں۔ نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبو کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں۔ آپ سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں وہ پاک شراب ان سب باتوں سے پاک ومنزہ ہے۔ جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ کھانے ملیں گے۔ جو چاہیں گے وہی کچھ موجود ہوگا۔ اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اسی وقت بھنا ہوا اس کے پاس آجائے گا اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے ہاتھ میں آجائیں گے۔ ٹھیک اندازے کے موافق پانی دودھ شراب ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ وہاں نجاست گندگی پاخانہ پیشاب تھوک ناک پانی کا میل بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے ایک خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا۔ سب کھانا ہضم ہو جائے گا اور ڈکار اور پسینہ سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔ ہر آدمی کو سو آدمیوں کے کھانے پینے جماع کی طاقت دی جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح وتقدیس تکبیر قصداً بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی کم سے کم ہر شخص کے سرہانے دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے۔ خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں سونے کا اور ہر پیالے میں نئے نئے رنگ کی نعمت ہوگی جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی۔ ہر نوالے

ہیں ستر مزے ہوں گے ہر مزہ دوسرے سے ممتاز اور وہ معاً محسوس ہوں گے ایک کا
احساس دوسرے سے مانع ہوگا۔ جنتیوں کے لباس نہ پرانے ہوں گے نہ ان کی جوانی فنا
ہوگی، پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے
چودھویں رات کا چاند اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ۔ جنتی سب ایک
دل ہوں گے ان کے آپس میں کوئی اختلاف و بغض نہ ہوگا۔ ان میں ہر ایک کو حورعین میں
کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی۔ پھر بھی گوشت کے
باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا جیسے سفید شیشے میں شراب سرخ دکھائی
دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انھیں یاقوت سے تشبیہہ دی اور یاقوت
ہیں سوراخ کر کے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے
چہرہ کو اس کے رخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھیگا اور اس پر ادنیٰ درجہ کا
جو موتی ہوگا وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کر دے اور ایک روایت ہیں
ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا جو سینہ کی طرف سے کپڑے
اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے
تو جو دیکھے بیہوش ہو جائے اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں۔ مرد جب اس
کے پاس جائے گا اسے ہر بار کنواری پائے گا مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو
تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ
سے سمندر شیریں ہو جائے اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں
میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت
کی عورت سات سمندروں میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں جب
کوئی بندہ جنت میں جائے گا تو اس کے سرہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت
اچھی آواز سے گائیں گی مگر ان کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی
حمد و پاکی ہوگا وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ایسی آواز کہیں نہ سنی ہوگی
اور یہ بھی گائیں گی کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مریں گی ہم چین و راحت

رہیں گے تکلیف میں نہ پڑیں گے۔ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گے۔ مبارک باد اس کے لیے جو ہمارا اور ہم اس کے لیے ہوں۔ سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے۔ سب بے ریش ہوں گے سرگیں آنکھیں۔ تیس[۳] برس کے عمر کے معلوم ہوں گے کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔ ادنیٰ جنتی کے لیے اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیاں ہوں گی اور ان کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان روشنی کر دے اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل و وضع اور پوری عمر یعنی تیس سال خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی جنت میں نیند نہیں کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر انھیں دنیا کے ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرش الٰہی ظاہر ہوگا اور اپنے رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا اور ان جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے۔ نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد کے منبر، سونے اور چاندی کے منبر اور ان میں کا ادنیٰ مشک و کافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں اپنے گمان میں۔ کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھا کر سمجھیں گے اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسا کہ آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلی فرمائے گا ان میں سے کسی کو فرمائے گا اے فلاں بن فلاں تجھے جس دن تو نے ایسا ایسا کیا تھا۔ دنیا کے بعض معاصی یاد لائے گا بندہ عرض کرے گا تو اے رب کیا تو نے مجھے بخش نہ دیا۔ فرمائے گا۔ ہاں مغفرت کی وسعت کی وجہ سے تو اس مرتبہ کو پہنچا وہ سب اسی حالت میں ہوں گے کہ ابر چھائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا کہ اس کی سی خوشبو ان لوگوں نے نہ پائی تھی اور عزوجل فرمائے گا کہ جاؤ اس کی طرف جو میں نے تمھارے لیے تیار کر رکھی ہے۔ جو چاہو لو۔ پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے

ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ چیزیں ہونگی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنیں نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا اس میں جو چاہیں گے ان کے ساتھ کر دی جائے گی اور خرید و فروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے۔ چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا اس کا لباس پسند کرے گا۔ ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کرے گا کہ میرا لباس اس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں میں واپس آئیں گے۔ ان کی بیبیاں استقبال کریں گی اور مبارک باد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ہمارے پاس سے آپ گئے تھے۔ جواب دیں گے کہ پروردگار جبار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہو جانا سزاوار تھا۔ جنتی جب باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور اس پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ سب سے کم درجہ کا جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم اور خدّام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور ان میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ عزوجل کے وجہ کریم کے دیدار سے ہر صبح و شام مشرف ہوگا۔ جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں۔ عرض کریں گے تو نے ہمارے منہ روشن کیے جنت میں داخل کیا جہنم سے نجات دی۔ اس وقت پردہ کہ مخلوق پر تھا اُٹھ جائے گا دیدار الٰہی سے بڑھ کر انھیں کوئی چیز نہ ملے گی۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا زِيَارَةَ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ بِجَاهِ حَبِيْبِكَ الرَّؤُفِ الرَّحِيْمِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمُ۔ اٰمین

دوزخ کا بیان

یہ ایک مکان ہے اس جبار و قہار کے جلال و قہر کا مظہر ہے جس طرح اس کی رحمت و نعمت کا انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک کہ پہنچیں وہ

ایک کرشمہ ہے اس کی بے شمار نعمتوں سے اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف و اذیت کہ ادراک کی جائے ایک ادنیٰ حصّہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا قرآن مجید اور احادیث میں جو اس کی سختیاں مذکور ہیں ان میں سے کچھ اجمالاً بیان کرتا ہوں کہ مسلمان دیکھیں اور اس سے پناہ مانگیں اور ان اعمال سے بچیں جن کی سزا جہنم ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے جہنم کہتی ہے اے رب مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو اس کو پناہ دے۔ قرآن مجید میں بکثرت ارشاد ہوا کہ جہنم سے بچو، دوزخ سے ڈرو۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو سکھانے کے لیے کثرت کے ساتھ اس سے پناہ مانگتے جہنم کے شرارے (پھول) وہ اُدنچے اُونچے محلوں کی برابر اُڑیں گے گویا زرد اُونٹوں کی قطار پیہم آتے رہیں گے۔ آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے یہ جو دنیا کی آگ ہے اس آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جز وہے جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا اسے آگ کی جوتیاں پہنادی جائیں گی جس سے اس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے سب سے ہلکے درجہ کا جس پر عذاب ہوگا اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا کہ اگر ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لیے تو سب فدیہ میں دے دے گا۔ عرض کرے گا ہاں۔ فرمائے گا کہ جب تو پشتِ آدم میں تھا تو ہم نے اس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تو نے نہ مانا جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہو گئی۔ پھر ہزار برس اور یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی تو اب وہ نری سیاہ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قسم کھا کر عرض کی اگر جہنم سے سوئی کے نکے کی برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اور قسم کھا کر کہا کہ اگر جہنم کا کا کوئی داروغہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کل کے کل اس کی ہیبت سے مرجائیں اور بقسم بیان کیا اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو کانپنے لگیں اور انھیں قرار نہ ہو یہاں تک کہ نیچے کی زمین تک دھنس جائیں۔

یہ دنیا کی آگ (جس کی گرمی اور تیزی سے کون واقف نہیں کہ بعض موسم میں تو اس کے قریب جانا شاق ہوتا ہے پھر بھی یہ آگ) خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ لے جائے مگر تعجب ہے انسان سے کہ جہنم میں جانے کا کام کرتا ہے اور اس آگ سے نہیں ڈرتا جس سے آگ دنیا ڈرتی ہے اور پناہ مانگتی ہے۔ دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے۔ روایت میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارہ سے اس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی جہنم کی تہ تک نہ پہنچے گی اور اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا حالانکہ یہ پانچ سو برس کی راہ ہے پھر اس میں مختلف طبقات و وادیں و کوئیں ہیں۔ بعض وادیں ایسی ہیں کہ جہنم بھی ہر روز ستر مرتبہ یا زاید ان سے پناہ مانگتا ہے یہ خود اس مکان کی حالت ہے اگر اس میں اور کچھ عذاب نہ ہوتا تو یہی کیا کم تھا مگر کفار کی سرزنش کے لیے اور طرح طرح کے عذاب مہیا کیے گئے ہیں۔ لوہے کے ایسے بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے کہ اگر کوئی گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو تمام جن وانس جمع ہو کر اس کو اٹھا سکتے نہیں۔ اونٹ جو سب بڑے اونٹوں سے بڑا اونٹ ہوتا ہے کی گردن برابر بچھو اور اللہ جانے کس قدر بڑے سانپ کہ اگر ایک مرتبہ کاٹ لیں تو اس کی سوزش درد بے چینی ہزار برس تک رہے۔ تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی مثل سخت کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا کہ منہ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گر جائے گی۔ سر پر گرم پانی بہا جائے گا۔ جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی۔ خاردار تھوہر کھانے کو دیا جائے گا وہ ایسا ہو گا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں گر اتے تو اس کی سوزش و بدبو تمام اہل دنیا کی معیشت برباد کر دے اور وہ گلے میں جا کر اڑے گا اس کے اتارنے کے لیے پانی مانگیں گے ان کو وہ کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی تمام کھال گر کر اس میں گر پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور وہ شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں گی۔ پیاس اس بلا کی ہو گی کہ اس پانی پر ایسے گریں

گے جیسے تونس کے مارے ہوئے اُونٹ پھر کفار کھانے سے عاجز آکر باہم مشورہ کر کے مالک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکاریں گے ہزار برس تک جواب نہ دیں گے ہزار برس کے بعد فرمائیں گے، مجھ سے کیا کہتے ہو اس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے ہزار برس تک رب العزت عزوجل کو اس کی رحمت کے ناموں سے پکاریں گے جو ہزار برس تک جواب نہ دے گا۔ اس کے بعد فرمائے گا تو یہ فرمائے گا "دُور ہو جاؤ جہنم میں پڑے رہو مجھ سے بات نہ کرو"، اس وقت کفار ہر طرح کی خیر سے نا اُمید ہو جائیں گے اور گدھے کی آواز کی طرح چلا کر روئیں گے، ابتداءً آنسو نکلیں گے جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون روئیں گے روتے روتے گالوں میں خندقوں کی مثل گڑھے پڑ جائیں گے۔ رونے کا خون اور پیپ اس قدر ہو گا کہ اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو چلنے لگیں جہنمیوں کی شکلیں ایسی مکروہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے مر جائیں اور جسم ان کا ایسا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانہ سے دوسرے تک سوار کے لیے تین دن کی راہ ہے۔ ایک ایک ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہو گی۔ کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہو گی۔ زبان ایک کوس دو کوس تک منہ سے باہر گھسٹتی ہو گی کہ لوگ اس کو روندیں گے۔ بیٹھنے کی جگہ اتنی ہو گی جیسے مکہ سے مدینہ تک اور وہ جہنم میں منہ سکوڑے ہوں گے کہ اُوپر کا ہونٹ سمٹ کر بیچ سر کو پہنچ جائے اور نیچے کا لٹک کر ناف کو آ لگے گا۔ ان مضامین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی شکل جہنم میں انسانی شکل نہ ہو گی کہ یہ شکل احسنِ تقویم ہے اور یہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے کہ اس کے محبوب کی شکل سے مشابہ ہے بلکہ جہنمیوں کا وہ حلیہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر آخر میں کفار کے لیے یہ ہو گا کہ اس کے قد برابر آگ کے صندوق میں اسے بند کر دیں گے۔ پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قفل لگایا جائے گا پہلا صندوق دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی اور اس میں آگ کا قفل لگایا جائے گا۔ پھر اسی طرح اس کو ایک اور صندوق میں رکھ کر آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا

اب کوئی آگ میں نہ رہا اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ اس کے لیے عذاب ہے۔ جب سب جنتی جنت میں داخل ہوں گے اور جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لیے اس میں رہنا ہے۔ اس وقت جنت و دوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی طرح لاکر کھڑا کریں گے پھر منادی جنت والوں کو پکارے گا وہ دوڑتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے کا حکم ہو۔ پھر جہنمیوں کو پکارے گا وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید اس مصیبت سے رہائی ہو جائے۔ پھر ان سب سے پوچھے گا کہ اسے پہچانتے ہو سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے وہ ذبح کر دی جائے گی اور کہے گا اے اہل جنت ہمیشگی ہے اب مرنا نہیں اور اے اہل نار ہمیشگی ہے اب موت نہیں۔ اس وقت ان کے لیے خوشی پر خوشی ہے اور ان کے لیے غم بالائے غم۔ نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

ایمان وکفر کا بیان

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان تمام باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں اور کسی ایک ضروری امر دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ ضروریاتِ دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت انبیاء کی نبوت جنت و نار حشر و نشر وغیرہ مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔ حضور کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علماء میں نہ شمار کیے جاتے ہوں مگر علماء کی صحبت سے شرف یاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں نہ وہ کہ دیہاتوں اور جنگل کے رہنے والے ہوں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا البتہ ان کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے وہ حق ہے ان سب پر اجمالی طور

پر ایمان لاتے ہیں۔ **عقیدہ** اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اعمال بدن تو اصلاً جزو ایمان نہیں رہا، اقرار اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقعہ نہ ملا تو عند اللہ وہ مومن ہے اور اگر موقعہ ملا اور اس سے مطالبہ کیا گیا اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے اور اگر مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھیں گے نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں گے مگر عند اللہ مومن ہے اگر کوئی امر خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔ **عقیدہ** مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ زبان سے کسی ایسی چیز کا انکار نہ کرے جو ضروریاتِ دین سے ہے اگرچہ باقی باتوں کا اقرار کرتا ہو۔ اگرچہ وہ یہ کہے کہ صرف زبان سے انکار ہے دل میں انکار نہیں کہ بلا اکراہ شرعی مسلمان کلمہ کفر صادر نہیں کر سکتا وہی شخص ایسی بات منہ پر لائے گا جس کے دل میں اتنی ہی وقعت ہے کہ جب چاہا انکار کر دیا اور ایمان تو ایسی تصدیق ہے جس کے خلاف اعتقاد کی اصلاً گنجائش نہیں۔ **مسئلہ** اگر کلمہ کفر جاری کرنے پر کوئی شخص مجبور کیا گیا یعنی اسے مار ڈالنے یا اس کا عضو کاٹنے کی صحیح دھمکی دی گئی تو یہ دھمکانے والے کو اس بات کے کرنے پر قادر سمجھے تو اس حالت میں اس کو رخصت دی گئی ہے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں وہی اطمینان ایمانی ہو جو پیشتر تھا مگر افضل جب بھی یہی ہے کہ قتل ہو جائے اور کلمہ کفر نہ کہے۔ **مسئلہ** عمل جوارح داخل ایمان نہیں البتہ بعض اعمال جو قطعاً منافی ایمان ہوں ان کے مرتکب کو کافر کہا جائے گا جیسے بت یا چاند سورج کو سجدہ کرنا اور قتل نبی یا نبی کی توہین یا مصحف شریف یا کعبہ معظمہ کی توہین اور کسی سنت کا ہلکا بتانا یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔ یونہی بعض اعمال کفر کی علامت ہیں جیسے زنار باندھنا، سر پہ چوٹیاں رکھنا، قشقہ لگانا ایسے افعال کے مرتکب کو فقہائے کرام کافر کہتے ہیں تو جب ان اعمال سے کفر لازم آتا ہے تو ان کے کرنے والے کو از سرِ نو اسلام لانے اور اس کو اپنی عورت سے تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ **عقیدہ** جس چیز کی حِلت نص قطعی سے ثابت ہو اس کو حرام کہنا اور جس کی حرمت یقینی ہو اسے حلال بتانا کفر ہے۔ جب کہ یہ حکم ضروریات دین سے ہو یا منکر اس حکم قطعی سے آگاہ ہو۔ **مسئلہ** اصول عقاید

میں تقلید جائز نہیں بلکہ جو بات ہو یقین قطعی کے ساتھ ہو خواہ وہ یقین کسی طرح بھی حاصل ہو۔ اس کے حصول میں بالخصوص علم استدلال کی حاجت نہیں۔ ہاں بعض فروع عقائد میں تقلید ہو سکتی ہے۔ اسی بناء پر خود اہل سنت میں دو گروہ ہیں۔ ماتریدیہ کہ امام علم الہدیٰ حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہ کے متبع ہوئے اور اشاعرہ کہ حضرت امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں۔ یہ دونوں جماعتیں اہل سنت کی ہی ہیں اور دونوں حق پر ہیں آپس میں صرف بعض فروع کا اختلاف ہے اس کا اختلاف حنفی شافعی مالکی حنبلی کا سا ہے کہ دونوں اہل حق ہیں کوئی کسی کی تضلیل و تفسیق نہیں کر سکتا۔ **مسئلہ** ایمان قابل زیادتی و نقصان نہیں اس لیے کہ کمی و بیشی اس میں ہوتی ہے جو مقدار یعنی لمبائی چوڑائی موٹائی یا گنتی رکھتا ہو اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق کیف یعنی ایک حالت اذعانیہ ہے۔ بعض آیات میں ایمان کا زیادہ ہونا جو فرمایا ہے۔ اس سے مراد مومن بہ اور مصدق بہ یعنی جس پر ایمان لایا گیا اور جس کی نئی تصدیق کی گئی کہ زمانہ نزول قرآن میں اس کی کوئی حد معین نہ تھی بلکہ احکام نازل ہوتے رہتے اور جو حکم نازل ہوتا اس پر ایمان لازم ہوتا نہ کہ نفس ایمان خود گھٹ بڑھ جاتا ہو البتہ ایمان قابل شدت و ضعف ہے کہ یہ کیف کے عوارض سے ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تنہا ایمان اس امت کے تمام افراد کے مجموعہ ایمانی پر غالب ہے۔ **عقیدہ** ایمان و کفر میں واسطہ نہیں یعنی آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر تیسری صورت کوئی نہیں کہ نہ مسلمان ہو نہ کافر۔ **مسئلہ** نفاق کہ زبان سے دعویٰ ایمان کرنا اور دل میں۔ اسلام سے انکار یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ ایسے لوگوں کے لیے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے اس نام کے ساتھ مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا۔ نیز نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرما دیا کہ یہ منافق ہے۔ اب اس زمانہ میں کسی خاص شخص کی نسبت قطع کے ساتھ منافق نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے سامنے جو دعویٰ اسلام کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے۔ جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو منافی ایمان ہے۔ نہ صادر

ہو البتہ نفاق کی ایک شاخ اس زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے تو دعوئ اسلام کے ساتھ ضروریاتِ دین کا انکار بھی ہے **عقیدہ** شرک کے معنی غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت جاننا یعنی الوہیت میں دوسرں کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے۔ اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقۃً شرک نہیں۔ اسی لیے شرع شریف نے اہل کتاب کے احکام مشرکین کے احکام سے جدا فرمائے۔ کتابی کا ذبیحہ حلال مشرک کا مردار کتابی سے نکاح ہو سکتا ہے مشرکہ سے نہیں ہو سکتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتابی سے جزیہ لیا جائے گا۔ مشرک سے نہ لیا جائے گا اور کبھی شرک بول کر مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے۔ جو قرآن مجید میں فرمایا کہ شرک نہ بخشا جائے گا وہ اسی معنی پر ہے یعنی اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہو گی۔ باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے۔ **عقیدہ** مرتکب کبیرہ مسلمان ہے اور جنت میں جائے گا۔ خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے اس کی مغفرت فرمادے یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے بعد یا اپنے کیے کی کچھ سزا پاکر اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔ **مسئلہ** جو کسی کافر کے لیے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور یا کسی مردہ ہندو کو بیکنٹھ باشی کہے وہ خود کافر ہے۔ **عقیدہ** مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو مگر اس سے نہ ہو گا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔ خاتمہ پر بنائے روز قیامت کو معلوم ہو گی اور ظاہر پر مدار حکم شرع۔ سے اس کو یوں سمجھو کہ کوئی کافر مثلاً یہودی یا نصرانی یا بت پرست مر گیا تو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کفر پر مرا مگر ہم کو اللہ اور رسول کا حکم یہی ہے کہ اسے کافر جانیں اس کی زندگی میں اور موت کے بعد تمام وہی معاملات اس کے ساتھ کریں جو کافروں کے لیے ہیں۔ مثلاً میل جول شادی بیاہ نماز جنازہ کفن دفن جب اس نے کفر کیا تو فرض

ہے کہ ہم اسے کافر ہی جانیں اور خاتمہ کا حال علم الٰہی پر چھوڑیں جس طرح جو ظاہر مسلمان ہو اور اس سے کوئی قول و فعل خلاف ایمان نہ ہو فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی مانیں اگرچہ ہمیں اس کے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ اس زمانہ میں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ میاں جتنی دیر اسے کافر کہو گے اتنی دیر اللہ اللہ کرو کہ یہ ثواب کی بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ کافر کافر کا وظیفہ کرو۔ مقصود یہ ہے کہ اسے کافر جانو اور پوچھا جائے تو قطعاً کافر کہو نہ یہ کہ اپنی صلح کل سے اس کے کفر پر پردہ ڈالو۔

تنبیہ

آج متعدد فرقے اسلام کے مدعی موجود ہیں جو کہ اہل سنت والجماعت سے نکل کر اور ناموں سے موسوم ہیں۔ ان سے ہر فرقہ اپنے آپ کو صراط مستقیم پر سمجھتا ہے اور ہر طرح کی دینی دنیاوی اُخروی فلاح کا اپنے کو مستحق سمجھتا ہے۔ حالانکہ ان میں اکثر بعض ضروریات دین کے منکر معلوم ہوتے ہیں مثلاً قادیانی۔ پرویزی۔ رافضی، معتزلی خارجی وغیرہم۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان سے میل ملاپ اور اسلامی رواداری برقرار رکھنے کے لیے ان کے خیالات کا اچھی طرح سے مطالعہ کر لیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ایمان کو نقصان پہنچے۔

اِمامت کا بیان

امامت دو قسم کی ہے۔ صُغریٰ اور کُبریٰ۔ امامت صغریٰ امامت نماز ہے اس کا بیان انشاء اللہ العزیز مسائل نماز میں آئے گا۔ امامت کبریٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت علی الاطلاق کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام اُمور دینی و دنیوی میں حسبِ شرع تصرف عام کا اختیار رکھے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے لیے مسلمانوں پر فرض ہو۔ اس امام کے لیے مسلمان آزاد عاقل بالغ بالغ قادر قریشی ہونا شرط ہے۔ ہاشمی علوی معصوم ہونا اس کی شرط نہیں ان کا شرط کرنا روافض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد ہے کہ برحق اُمرائے مومنین خلفاء راشدین

خلفاء ثلاثہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو خلافت سے جدا کریں حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں اور علویت کی شرط نے تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔ حضرت علی علوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ رہی عصمت یہ انبیاء ملائکہ کا خاصہ ہے۔ امام کا معصوم ہونا روافض کا مذہب ہے۔ **مسئلہ** محض مستحق امامت ہونا امام ہونے کے لیے کافی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اہل حل وعقد نے اسے امام مقرر کیا ہو یا امام سابق نے مسلمہ امام کی اطاعت مطلقاً ہر مسلمان پر فرض ہے جبکہ اس کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو۔ خلاف شریعت میں کسی کی اطاعت نہیں۔ **مسئلہ** امام ایسا شخص مقرر کیا جائے جو شجاع اور عالم ہو یا علماء کی مدد سے کام کرے۔ **مسئلہ** عورت اور نابالغ کی امامت جائز نہیں۔ اگر نابالغ کو امام سابق نے امام مقرر کر دیا ہو تو اس کے بلوغ تک کے لیے لوگ ایک والی مقرر کریں کہ وہ احکام جاری کرے اور یہ نابالغ صرف رسمی امام ہوگا اور حقیقتہً اس وقت تک وہ والی امام ہے۔ **عقیدہ** نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق و امام مطلق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اور پھر حضرت عمر فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت مولا علی، پھر چھ مہینے کے لیے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوئے۔ ان حضرات کو خلفائے راشدین اور ان کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نیابت کا پورا حق ادا فرمایا **عقیدہ** بعد انبیاء و مرسلین علیہم السلام تمام مخلوقات الٰہی جن وانس و ملک سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو شخص مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صدیق یا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتائے گمراہ بدمذہب ہے۔ **عقیدہ** افضل کے یہ معنی ہیں کہ اللہ عزوجل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت والا ہو اسی کو کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں نہ کثرتِ اجر کہ بارہا مفضول کے لیے ہوتی ہے۔ **حدیث** میں ہمراہیان سیدنا

امام مہدی کی نسبت آیا ہے کہ ان میں ایک کے لیے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کی ان میں کے پچاس کا یا ہم میں کے فرمایا بلکہ تم میں کے تو اجر ان کا زائد ہوا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہو سکتے۔ نہ یادرت در کنار کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صحابیت، اس کی نظیر بلا تشبیہ یوں سمجھئے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا، اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیے اور وزیر کو خالی پروانۂ خوشنودی مزاج دیا تو انعام انھیں کو زائد ملا مگر کہاں وہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز۔ **عقیدہ** ان کی خلافت بر ترتیب افضلیت ہے یعنی جو عند اللہ افضل و اعلیٰ و اکرم تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا نہ کہ افضلیت بہ ترتیب خلافت یعنی افضل یہ کہ ملک داری و ملک گیری میں زیادہ سلیقہ ہو جیساکہ آجکل سُنّی بننے والے تفضیلیے کہتے ہیں۔ یوں ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے افضل ہوتے ان کی خلافت کو فرمایا کہ لَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا یَفْرِیْ فَرِیَّہٗ حَتّٰی ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو فرمایا فِیْ نَزْعِہٖ ضُعْفٌ وَاللّٰہُ یَغْفِرُ لَہٗ۔

عقیدہ خلفاء اربعہ راشدین کے بعد بقیہ عشرہ مبشرہ و حضرات حسنین و اصحاب بدر و اصحاب بیعت الرضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے افضلیت ہے اور یہ سب جنتی ہیں۔ **عقیدہ** تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل خیر و فلاح ہیں اور عادل۔ ان کا جب ذکر کیا جائے تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے۔ **عقیدہ** کسی صحابی کے ساتھ سوء عقیدت بد مذہبی و گمراہی و استحقاق جہنم ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بغض ہے ایسا شخص رافضی ہے اگرچہ چاروں خلفاء کو مانے اور اپنے آپ کو سُنّی کہے، مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ماجد حضرت ابو سفیان اور والدہ ماجدہ حضرت ہندہ اسی طرح حضرت سیدنا عمرو بن عاص و حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم حتّٰی کہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنھوں نے قبلِ اسلام حضرت سیدنا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور بعد اسلام

اخبث الناس خبیث مسیلمہ کذاب ملعون کو واصل جہنم کیا۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خیر الناس اور شر الناس کو قتل کیا ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور اس کا قائل رافضی ہے اگرچہ وہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی توہین کے مثل نہیں ہو سکتی کہ ان کی توہین بلکہ ان کی خلافت سے انکار ہی فقہاء کرام کے نزدیک کفر ہے۔ **عقیدہ** کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ **مسئلہ** صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہم جو واقعات ہوئے ان میں پڑنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار اور سچے خادم ہیں۔ **عقیدہ** تمام صحابہ کرام اعلیٰ وادنیٰ (اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں) سب جنتی ہیں وہ جہنم کی بھنک نہ سنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانی مرادوں میں رہیں گے۔ محشر کی وہ بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے کہ یہ ہے وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا یہ سب مضمون قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ **عقیدہ** صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں بعض سے لغزشیں ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے خلاف ہے۔ اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں جہاں صحابہ کرام کی دو قسمیں فرمائیں۔ مومنین قبل فتح مکہ معظمہ اور اُن کو ان پر تفضیل دی اور فرمایا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى سب سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اللہ خوب جانتا ہے جو کہ تم کرتے ہو۔ تو جب اس نے ان کے تمام اعمال جان کر حکم فرما دیا کہ ان سب سے ہم جنت بے عذاب و ثواب کرامت کا وعدہ فرما چکے تو دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے کیا طعن کرنے والا اللہ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ **عقیدہ** امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد تھے ان کا مجتہد ہونا حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صحیح بخاری میں بیان فرما دیا ہے۔ مجتہد سے صواب و خطا دونوں صادر ہوتے ہیں خطا دو قسم ہے۔ خطا عنادی یہ مجتہد کی شان نہیں اور خطاء اجتہادی

اور یہ مجتہد سے ہوتی ہے اور اس میں اس پر عنداللہ اصلاً مواخذہ نہیں مگر احکام دنیا میں وہ دو قسم ہے خطا مقرر کہ اس کے صاحب پر انکار نہ ہوگا یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس سے دین میں کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہو۔ جیسے ہمارے نزدیک مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا۔ دوسری خطا منکر یہ وہ خطا اجتہادی ہے جس کے صاحب پر انکار کیا جائے گا کہ اس کی خطا باعث فتنہ ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلاف اسی قسم کی خطا کا تھا اور فیصلہ وہ جو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مولیٰ علی کی ڈگری اور امیر معاویہ کی مغفرت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ **مسئلہ** یہ جو بعض جاہل کہا کرتے ہیں کہ جب حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا جائے تو رضی اللہ عنہ نہ کہا جائے محض باطل و بے اصل ہے۔ علماء کرام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ مطلق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہنے کا حکم دیا ہے۔ یہ استثناء نئی شریعت گھڑنا ہے۔ **عقیدہ ۸** منہاج نبوت پر خلافت حقہ تیس سال رہی کہ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ مہینے پر ختم ہو گئی۔ پھر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ ہوئی اور آخر زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اول ملوک اسلام ہیں اسی کی طرف توریت مقدس میں ارشاد ہے مولدہ بمکۃ و مہاجرہ طیبۃ و ملکہ بالشام وہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت ہے۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک فوج جرار و جان نثار کے ساتھ عین میدان میں بالقصد و بالاختیار مصالحت کر لی اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر دی۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی اور اس صلح کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند فرمایا اور اس کی بشارت دی کہ امام حسن کی نسبت فرمایا اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ

يُصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ میرا یہ بیٹا ہے اُمید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صُلح کرا دے گا تو امیر معاویہ پر معاذ اللہ فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ حضرت اللہ عزوجل پر طعن کرتا ہے۔ **عقیدہ** ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قطعی جنتی اور یقیناً آخرت میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبہ عروسی ہیں جو انھیں ایذا دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتا ہے اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ ان صاحبوں سے بھی بمقابلہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم خطائے اجتہادی واقع ہوئی۔ مگر ان سب نے بالآخر رجوع فرمائی۔ عرف شرع میں بغاوت قطعاً مقابلہ امام برحق کو کہتے ہیں عناداً ہو یا اجتہاداً ان حضرات پر بوجہ رجوع اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ گروہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حسبِ اطلاق شرع فئۃ باغیہ آیا ہے مگر اب کہ باغی بمعنی معاند و سرکش ہو گیا اور دشنام سمجھا جاتا ہے۔ اب کسی صحابی پر اس کا اطلاق جائز نہیں۔ **عقیدہ** اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ محبوب رب العالمین جل وعلا صلی اللہ علیہ وعلیہما وسلم پر معاذ اللہ تہمت ملعونہ مردودہ سے اپنی عاقبت گرد آلودہ کرنے والا قطعاً یقیناً کافر مرتد ہے اور اس کے سوا اور طعن کرنے والا رافضی تبرائی بد دین جہنمی۔ **عقیدہ** حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً اعلیٰ درجہ کے شہدائے کرام سے ہیں ان میں کسی کی شہادت کا منکر گمراہ بد دین خاسر ہے۔ **عقیدہ** یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس کو ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا نسبت آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے معاملہ میں کیا دخل۔ ہمارے وہ شہزادے وہ بھی شہزادے ایسا کہنے والا مردود خارجی ناصبی مستحق جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماء اہلسنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سکوت یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں گے نہ مسلمان۔

عقیدہ اہلبیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مقتدایانِ اہلسنت ہیں جو ان سے محبت نہ رکھے مردود ملعون ہے۔ **عقیدہ** اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ و اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ و سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قطعی جنتی ہیں اور انھیں اور بقیہ بنات مکرمات اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو تمام صحابیات پر فضیلت ہے۔ **عقیدہ** ان کی طہارت کی گواہی قرآن عظیم نے دی۔

وضو کا بیان

قرآن مجید میں ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ (ترجمہ) اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو (اور وضو نہ ہو) تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ۔"

چند فضائل وضو سے متعلق جو حدیث سے ثابت ہیں ذکر کیے جاتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قیامت کے دن میری اُمت اُس حالت میں بلائی جائے گی کہ ان کے منہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے۔ تو جس سے ہوسکے چمک زیادہ کرے (بخاری و مسلم)

حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ وضو کرتا ہے تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ نکل گئے اور جب منہ دھویا تو اس کے چہرہ کے گناہ نکلے یہاں تک کہ پلکوں کے نکلے اور جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کے گناہ نکلے۔ یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں سے نکلے اور جب سر کا مسح کیا تو سر کے گناہ نکلے اور جب پاؤں دھوئے تو پاؤں کی خطائیں نکلیں۔ یہاں تک کہ ناخنوں سے پھر اس کا مسجد کو جانا اور نماز پڑھنا مزید برآں۔ (موطا و نسائی)

حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو سخت سردی میں کامل وضو کرے اس کے لیے دگنا ثواب ہے۔ (اوسط طبرانی)

حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تم میں سے جو وضو کرے اور کامل وضو کرے اور پھر پڑھے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مسلم)

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن صبح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کو بلایا اور فرمایا اے بلال کس عمل کے سبب تو مجھ سے جنت میں آگے آگے جا رہا تھا۔ میں رات جنت میں گیا تو تیرے پاؤں کی آہٹ اپنے آگے پائی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں جب اذان کہتا ہوں اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں اور میرا جب وضو ٹوٹتا ہے وضو کر لیا کرتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسی سبب سے۔ (ابن خزاعہ)

حدیث میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی کا اور رب تعالیٰ کی حصول رضا کا (احمد)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا) مونچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، انگلیوں کی چنتیں دھونا، بغل کے بال دور کرنا، موئے زیر ناف مونڈنا، استنجا کرنا، کلی کرنا۔ (مشکوٰۃ)

حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ بندہ جب مسواک کر لیتا ہے، پھر نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے ہو کر قرأت سنتا ہے پھر اس سے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ جو شخص مسواک کا عادی ہو مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب ہوگا۔

اور جو افیون کھاتا ہو مرتے وقت اُسے کلمہ نصیب نہ ہو گا۔ العیاذ باللہ۔

وضو کے مسائل

پہلے گزر چکا ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں۔ مُنہ کا دھونا، کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا، سر کا مسح کرنا اور ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔ **فائدہ** تنبیہہ! کسی عضو کے دھونے کا یہ معنی ہے کہ اس عضو کے ہر حصّہ پر کم از کم دو دو بوند پانی بہہ جائے۔ بھیگ جانے، تیل کی طرح پانی چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے۔ نہ اس سے وضو یا غسل ادا ہوا۔ اس امر کا لحاظ بہت ضروری ہے لوگ عموماً اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔ بدن میں بعض ایسی جگہیں ہیں کہ جب تک ان کا خاص خیال نہ کیا جائے ان پر پانی نہ بہے گا جس کی تشریح ہر عضو میں بیان کی جائیگی کسی جگہ موضع حدث پر تری پہنچنے کو مسح کہتے ہیں۔ پہلا فرض منہ دھونا اس طور پر کہ شروع پیشانی سے (یعنی جہاں سے بال اگنے کی انتہا ہو) ٹھوڑی تک طول میں اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک اس حدّ کے اندر جلد کے ہر حصّہ پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے۔ اس میں مونچھوں ڈاڑھی وغیرہ کے بال اگر گھنے ہوں تو بالوں کا ورنہ ان کی جلد کو بھی تر کرنا ضروری رخسار اور کان کی درمیانی جگہ نتھ کا سوراخ ابروؤں کے نیچے اور آنکھوں کے گوشے پلکوں کا بال بال تر کرنا ضروری ہے۔ **دوسرا فرض** ہاتھ دھونا ہے اور کہنیاں بھی اس میں داخل ہیں۔ ہاتھوں کی ہر جگہ تر ہونا ضروری ہے اور ہر قسم کے جائز و ناجائز گہنے چھلّے انگوٹھیاں پہنچیاں کنگن وغیرہ۔ اگر تنگ ہوں تو ان کے نیچے پانی پہنچایا جائے۔ ہاتھوں کی گھائیاں۔ اُنگلیوں کی کروٹیں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہو کلائی پر پورا ان میں پانی کا پھرنا نہایت ضروری امر ہے ورنہ وضو نہ ہو گا۔ تیسرا فرض سر کا مسح کرنا۔ سر کے چوتھائی حصہ پر مسح فرض ہے۔ مسح کے لیے ہاتھ تر ہونا چاہیئے خواہ تری دوسرے عضو سے بچی ہوئی ہو یا نئے پانی سے

ہاتھ تر ہو۔ کسی عضو کے مسح کے بعد جو تری باقی رہ جائے اس سے دوسرے عضو کا مسح درست نہیں بال نہ ہو سر کی جلد پر مسح کی جائے گی۔ سر کے لٹکے ہوئے بالوں پر مسح ہو گی۔ دوپٹہ کپڑے کی ٹوپی پر مسح جائز نہیں ہاں اگر دوپٹہ اور ٹوپی پتلی کی تراوت نیچے پہنچ سکے تو البتہ جائز ہے۔ **چوتھا فرض** پاؤں کو گٹوں تک دھونا ہے۔ پاؤں میں اگر چھلے وغیرہ ہوں تو ان کے نیچے پہنچانا ضروری ہے۔ پاؤں کی گھائیاں انگلیوں کی کروٹیں ایڑیاں کونچیں سب کا دھونا۔ وضو کے اعضا پر پانی کا بہہ جانا ضروری ہے یہ ضروری نہیں کہ قصد اور ارادے سے بہائے بلکہ بلا ارادہ بھی اگر پانی بہہ گیا جیسے مینہ برسا اور اعضاء وضو کے ہر حصّہ پر دو دو قطرے مینہ کے بہہ گئے تو اعضاء دھل گئے اور سر کا چوتھائی حصّہ نم ہو گیا یا کسی تالاب میں گر پڑا اور اعضاء وضو پر پانی گزر گیا تو وضو ہو گیا۔ بہر صورت کوئی چیز بھی اگر اعضاء وضو سے چپک گئی تو اس کو ہٹا کر نیچے پانی کا بہانا ضروری ورنہ وضو نہ ہو گا۔

وضو کی سنتیں

وضو پر ثواب حاصل کرنے کے لیے حکم الٰہی بجالانے کی نیت سے وضو کرنا لازمی ہے ورنہ وضو تو ہو گا مگر ثواب نہ ملے گا۔ بسم اللہ سے شروع کرے پہلے ہاتھوں کو گٹوں تک تین تین بار دھوئے۔ مسواک کرے اور کم از کم تین تین مرتبہ دائیں بائیں اور نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھوئے اور مسواک نہ بہت نرم ہو نہ بہت سخت اور پیلو زیتون نیم وغیرہ کڑوے درختوں میں سے کسی کی ہو چھنگلیا کے برابر موٹی ہو اور ایک بالشت تک لمبی ہو اور بہت چھوٹی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو اور جب مسواک چھوٹی ناقابل استعمال رہ جائے تو اس کو دفن کر دے اور مسواک یوں پکڑے کہ چھنگلیاں مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں۔ انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو اور مٹھی نہ باندھے اور دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے لمبائی میں نہ کرے اور چت لیٹ کر نہ کرے۔ پہلے دائیں طرف اوپر کے دانت مانجے پھر بائیں

جانب اُوپر کے اور پھر دائیں طرف کے نیچے کے اور پھر بائیں طرف کے نیچے کے، اور جب کرنی ہو تو دھولے اور یہ مسواک نماز کے لیے سنت نہیں بلکہ وضو کے لیے تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے اس سے ہر نماز کے لیے مسواک کا مطالبہ نہیں۔ جب تک تغیر رائحہ نہ ہوگیا ہو ورنہ اس کے دفع کے لیے مسواک کرنا مستقل سنت ہے۔ پھر تین چلو پانی سے تین کلیاں کرے پھر تین چلو سے ناک میں پانی ڈالے ڈاڑھی کا خلال کرے، ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے جو اعضاء دھونے کے ہیں ان کو تین تین بار دھوئے ہر مرتبہ اس طرح دھوئے کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔ پورے سر کا اور کانوں کا مسح کرنا اعضاء کو باترتیب دھونا۔

اعضا دھوتے وقت کیا پڑھنا چاہیئے

شروع میں بسم اللہ شریف پڑھے اور کلمہ شہادت پڑھے نَوَیْتُ اَنْ اَتَوَضَّأَ لِاَدَاءِ الصَّلٰوۃِ عِبَادَۃً لِلّٰہِ۔ کلی کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ اور منہ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ اور سر کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِكَ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ اور کانوں کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اور گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ اور دایاں قدم دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْہِ الْاَقْدَامُ اور بایاں پاؤں دھوتے وقت اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْیًا مَّشْکُوْرًا

وَتِجَارَتِی لَنْ تَبُوْر یا سب جگہ درود شریف پڑھے۔ اور یہی افضل ہے اور وضو سے فارغ ہوتے ہی یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اور بچا ہوا تھوڑا پانی کھڑے ہو کر پی لے کہ شفاء امراض ہے اور آسمان کی طرف منہ کر کے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ فَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اور کلمہ شہادت اور سورۃ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ پڑھے اور اعضاء وضو بغیر ضرورت نہ پونچھے اور پونچھے تو بے ضرورت خشک نہ کرے۔ قدرے نم باقی رہنے دے کہ روزِ قیامت پلہ حسنات میں رکھی جائے گی اور ہاتھ نہ جھٹکے کہ شیطان کا پنکھا ہے۔ بعد وضو میانی پر پانی چھڑک لے اور مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نفل پڑھے اس کو تحیۃ الوضو کہتے ہیں۔

مکروہات وضو

عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ وضو کرنا نجس جگہ بیٹھنا نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔ اعضاء وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا۔ پانی میں رینٹھ یا کھنکار ڈالنا۔ قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکار ڈالنا یا کلی کرنا۔ بے ضرورت دنیا کی باتیں کرنا۔ زیادہ پانی خرچ کرنا۔ اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔ منہ پر پانی مارنا یا منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔ ایک ہاتھ سے منہ دھونا۔ گلے کا مسح کرنا۔ بائیں ہاتھ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔ دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ اپنے لیے کوئی لوٹا مختص کرنا۔ تین جدید پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔ جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضاء وضو پونچھنا۔ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا اور اگر کچھ سوکھا رہ جائے تو وضو ہی نہ ہوگا۔ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے۔ یونہی ہر مکروہ کا ترک سنت ہے۔

غسل کا بیان

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (ترجمہ) اگر تم جنبی ہو تو خوب پاک ہو

جاؤ یعنی غسل کرلو۔

حدیث میں ہے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہانے کے لیے پانی رکھا اور کپڑے سے پردہ کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ران کو دھویا پھر پانی ڈال کر ہاتھوں کو دھویا۔ پھر داہنے ہاتھ سے بائیں پر پانی ڈالا اور منہ اور ہاتھ پھر ہاتھ زمین پر مار کر ملا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ ہاتھ دھوئے پھر اوپر پانی ڈالا اور تمام بدن پر بہایا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہو کر پائے مبارک دھوئے۔ اس کے بعد میں نے بدن پونچھنے کے لیے ایک کپڑا دیا تو حضور نے نہ لیا اور ہاتھوں کو جھاڑتے ہوئے تشریف لے گئے۔

(بخاری، مسلم وغیرہ)

حدیث میں ہے کہ ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں اپنے سر کی چوٹی مضبوط گوندھتی ہوں تو کیا غسل جنابت کے لیے اسے کھول ڈالوں فرمایا نہیں تجھ کو یہی کفایت کرتا ہے کہ سر پر تین لپ پانی ڈالے پھر اپنے اوپر پانی بہالے پاک ہو جائے گی یعنی جب کہ بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں اور اگر اتنی سخت گندھی ہوں کہ جڑوں تک پانی نہ پہنچے تو کھولنا فرض ہے۔ (مسلم)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے جس میں جاندار کی تصویر اور کتا اور جنب ہوں۔ (ابوداؤد)

غسل کے مسائل

غسل کے تین فرض ہیں۔ کلی کرنا کہ منہ کے ہر پرزے گوشے ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہہ جائے۔ ناک میں پانی ڈالنا کہ دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے دھلنا کہ پانی کو سونگھ کر اوپر چڑھائے۔ بال برابر بھی دھلنے سے نہ رہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا ناک میں اگر کوئی مواد ہو تو اس کا چھوڑانا فرض ہے۔ نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض

ہے۔ نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔ تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں
کے تلوؤں تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے پر پانی بہہ جائے جس کی تفصیل یوں خیال
فرمائیے کہ سر کے بال اگر گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر نوک سے جڑ تک بہنا اور گندھے ہوں
تو مرد پر یہ فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ تر کر
لینا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں اور اگر اتنی سخت گندھی ہوں کہ بے کھولے
جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے۔ کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ
کا وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وضو میں بیان ہوا۔ بھووں اور
مونچھوں اور داڑھی کے بال جڑ سے نوک تک اور ران کے نیچے کی کھال کا دھلنا۔
کان کا ہر پرزہ اور اس کے سوراخ کا منہ کانوں کے پیچھے کے بال ہٹا کر پانی بہائے۔
ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دھلے گا۔ بغلیں کہ بے ہاتھ نہ دھلیں گے۔
بازو کا ہر پہلو پیٹھ کا ہر ذرہ پیٹ کی تونداٹھا کر دھوئیں۔ ناف کو انگلی ڈال کر دھوئیں
جب کہ پانی بہنے میں شک ہو۔ جسم کا ہر رونگٹا جڑ سے نوک تک ران اور پیڑو کا
جوڑ، ران اور پنڈلی کا جوڑ جب بیٹھ کر نہائیں۔ دونوں سرینوں کے ملنے کی جگہ
خصوصاً جب کھڑے ہو کر نہائیں رانوں کی گولائی پنڈلیوں کی کروٹیں ذکر و انثیین
کے ملنے کی سطحیں بے جدا کیے نہ دھلیں گی۔ انثیین کی سطح زیریں جوڑ تک انثیین
کے نیچے کی جگہ جڑ تک جس کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے
اور کھال کے اندر پانی چڑھا دے۔ عورتوں پر خاص یہ احتیاطیں ضروری ہیں۔ ڈھلکی
ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر فرج خارج کا ہر گوشہ
ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھویا جائے۔ ہاں فرج داخل میں انگلی ڈال کر دھونا واجب
نہیں مستحب یونہی اگر حیض و نفاس سے فارغ ہو کر غسل کرتی ہے تو ایک
پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لینا مستحب ہے۔
نزکام یا آشوب چشم وغیرہ ہو اور یہ گمان صحیح ہو کہ پانی سر سے بہانے میں مرض میں زیادتی
یا اور امراض پیدا ہو جائیں گے تو کلی کرے ناک میں پانی ڈالے اور گردن سے

نہائے اور سر کے ہر ذرّہ پر بھیگا ہاتھ پھیرے غسل ہو جائے گا بعد صحت سر دھو ڈالے باقی غسل کے دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پکانے والے کے ناخن میں آٹا لکھنے والے کے ناخن وغیرہ پر سیاہی کا جرم عام لوگوں کے لیے مکھی مچھر کی بیٹ اگر لگی ہو تو غسل ہو جائے گا ہاں بعد معلوم ہو جانے کے جدا کرنا اور اس جگہ کو دھونا ضروری ہے پہلے نماز پڑھی ہو گئی۔

غسل کی سنتیں

غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجا کی جگہ دھوئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے پھر نماز کا سا وضو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے ہاں اگر چوکی یا پتھر یا تختے پر نہائے تو پاؤں بھی دھولے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑ لے۔ خصوصاً جاڑے میں پھر تین مرتبہ دائیں مونڈھے پر پانی بہائے پھر بائیں مونڈھے پر تین بار پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار پھر جائے غسل سے الگ ہو جائے۔ اور اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھولے اور نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو اور تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور ملے اور ایسی جگہ نہائے کہ جہاں کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضاء کا ستر تو ضروری ہے اگر اتنا بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کرے مگر یہ احتمال بہت بعید ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ ہی کوئی دُعا کرے اور نہانے کے رومال سے بدن پونچھ ڈالے تو حرج نہیں۔ اگر بہتے پانی مثلاً دریا یا نہر میں نہایا تو تھوڑی دیر اس میں رکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب سنتیں ادا ہو گئیں۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اعضاء کو تین بار حرکت دے اور تالاب وغیرہ ٹھہرے پانی میں نہایا تو اعضاء کو تین بار حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے تین بار دھونے کی سنت ادا ہو جائے گی۔ مینہ میں کھڑا ہو گیا تو یہ بہتے پانی میں کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔ بہتے پانی میں وضو کیا تو وہی تھوڑی دیر اس میں عضو کو

رہنے دینا اور ٹھہرے پانی میں حرکت دینا تین بار دھونے کے قائم مقام ہے۔ سب کے لیے غسل یا وضو میں پانی کی ایک مقدار معین نہیں جیسا کہ عوام میں مشہور ہے یہ غلط ہے ایک لمبا چوڑا دوسرا دبلا پتلا۔ ایک کے تمام اعضاء پر بال دوسرے کا صاف ایک گھنی ڈاڑھی والا دوسرا بے ریش ایک کے سر پر بڑے بڑے بال اور دوسرے کا سر منڈا ہوا وعلیٰ ہذا القیاس سب کے لیے برابر کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ عورت کو حمام میں جانا مکروہ ہے اور مرد جا سکتا ہے مگر ستر ضروری ہے۔ لوگوں کے سامنے ستر کھول کر نہانا حرام ہے۔ بغیر ضرورت صبح تڑکے حمام کو نہ جائے کہ ایک مخفی امر کو لوگوں پر ظاہر کرنا ہے۔

غسل کن چیزوں سے واجب ہوتا ہے

(۱) منی کا اپنی پیشاب کی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر عضو سے نکلنا سبب فرضیت غسل ہے۔ (۲) احتلام یعنی سوتے میں اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی اور اس تری کے منی یا مذی ہونے کا احتمال ہو تو غسل واجب ہے اگرچہ خواب یاد نہ ہو اور اگر یقین ہے کہ یہ نہ مذی ہے نہ منی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور لذت انزال خیال میں ہو غسل واجب نہیں اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں تو غسل نہیں ورنہ ہے۔ (۳) غیبوبۃ حشفہ یعنی مرد کا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے شہوت کے ساتھ ہو یا بغیر شہوت کے انزال ہو یا نہ ہو بشرطیکہ دونوں بالغ ہوں اور اگر ایک بالغ ہے تو بالغ پر غسل واجب ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں مگر غسل کا حکم دیا جائے گا مثلاً مرد بالغ ہے اور لڑکی نابالغ تو مرد پر فرض اور لڑکی نابالغہ کو بھی نہانے کا حکم ہے اور لڑکا نابالغ ہے اور عورت بالغہ تو عورت پر فرض ہے اور لڑکے کو بھی حکم دیا جائے گا۔ (۴) حیض سے فارغ ہونا۔ نفاس کا ختم ہونا۔ بچہ پیدا ہوا اور خون بالکل نہ آیا تو

صحیح یہ ہے کہ غسل واجب ہے۔

پانی کا بیان

قرآن مجید میں ہے وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا یعنی ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اُتارا۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ ہم دریا کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں تو اگر اس سے وضو کریں تو پیاسے رہ جائیں تو سمندر کے پانی سے ہم وضو کریں فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا جانور مرا ہوا یعنی مچھلی حلال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دھوپ کے گرم پانی سے غسل نہ کرو کہ وہ برص پیدا کرتا ہے۔

کس پانی سے وضو جائز ہے اور کس سے نہیں

جس پانی سے وضو جائز ہے اس سے غسل بھی جائز ہے اور جس سے وضو ناجائز اس سے غسل بھی ناجائز۔ لیکن ندی نالے چشمے، سمندر، دریا، جھیل، کوئیں، تالاب اور برف والے پانی سے وضو جائز ہے جس پانی میں کوئی چیز مل گئی ہو کہ بول چال میں اس کو پانی نہ کہیں بلکہ اس کا کوئی اور نام ہو گیا جیسے شربت یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا نہ ہو جیسے شوربا چائے گلاب اور عرق اس سے وضو یا غسل جائز نہیں اگر ایسی چیز ملائیں یا ملا کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا ہو جیسے صابن وغیرہ تو وضو جائز ہے۔ جب تک اس کی رقت زائل نہ ہو اور اگر ستو کی مثل گاڑھا ہو گیا تو وضو جائز نہیں اور اگر کوئی پاک چیز ملی جس سے پانی کے رنگ بو مزے میں فرق آ گیا مگر اس کا پتلا پن نہ گیا جیسے ریتا چونا یا تھوڑی زعفران تو وضو جائز ہے اور جو زعفران کا رنگ اتنا آجائے کہ کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے تو وضو جائز نہیں۔ یونہی پڑیا کا رنگ اور اگر اتنا دودھ مل گیا کہ دودھ کا رنگ غالب نہ ہو تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔ غالب و مغلوب کی پہچان یہ ہے کہ جب تک یہ کہیں کہ یہ پانی ہے جس میں کچھ دودھ

مل گیا تو وضو جائز ہے اور جب اسے کسی کہیں تو وضو ناجائز ہے اور اگر پتے گر نے یا پرانے ہونے کے سبب بدلے تو کچھ ہرج نہیں مگر جب کہ پتے اس کو گاڑھا کر دیں بہتا پانی یہ ہے کہ اگر اس میں تنکا ڈال دیں تو بہا لے جائے یہ پاک اور پاک کرنے والا ہے۔ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ وہ نجاست اس کا رنگ مزہ بو نہ بدلے ورنہ ناپاک ہے۔ اب یہ اس وقت پاک ہوگا کہ نجاست تہہ نشین ہو کر اس کے اوصاف ٹھیک ہو جائیں یا اس میں پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہالے جائے یا پانی کے رنگ مزہ بو ٹھیک ہو جائیں اور اگر پاک چیز نے رنگ بو مزہ بدل دیا تو اس سے وضو اور غسل ناجائز ہے۔ جب تک یہ چیز دیگر نہ ہو جائے۔ چھت کے پرنالے سے مینہ کا پانی گرے وہ پاک ہے اگر چہ چھت پر جا بجا نجاست پڑی ہو جب تک کہ نجاست سے پانی کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے اور اگر مینہ رک گیا اور پانی کا بہاؤ موقوف ہو گیا تو اب وہ ٹھہرا ہوا پانی اور جو چھت سے ٹپکے نجس ناقابل استعمال ہے۔ نالیوں سے برسات کا بہتا ہوا پانی پاک ہے جب تک نجاست کا اثر پانی کے رنگ بو مزہ میں ظاہر نہ ہو جائے مگر وضو و غسل کے سلسلہ میں ایسے پانی کے استعمال سے بچنا بہتر ہے۔ سو مربع ہاتھ کو دہ در دہ اور بڑا حوض کہتے ہیں یہ بہتے پانی کے حکم میں ہے اور مراد وہ در دہ ہے پانی کی سطح ہے اگر پانی اتنا نہ رہا تو وہ اس حکم سے خارج ہے۔

کنوئیں کا بیان

کوئیں میں آدمی یا کسی جانور کا پیشاب یا بہتا ہوا خون یا تاڑی یا سینڈھی یا کسی قسم کی شراب کا قطرہ ناپاک لکڑی یا نجس کپڑا یا ناپاک کوٹی اور چیز گری تو کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔ جن پایوں کو کھایا نہیں جاتا ان کے پاخانہ پیشاب سے ناپاک ہو جائے گا۔ یونہی مرغی اور بطخ کی بیٹ سے ناپاک ہو جائے گا۔ ان سب صورتوں میں سب پانی نکالا جائے گا۔ مینگنیاں اور گوبر لید اگر چہ ناپاک ہیں مگر کوئیں میں اگر گر جائیں تو بوجہ ضرورت ان کا قلیل سا حصہ معاف رکھا گیا ہے۔ پانی کی ناپاکی کا حکم نہیں

دیا جائے گا۔ اور اڑنے والے حلال جانور کبوتر چڑیا کی بیٹ یا شکاری پرند چیل شکرا باز کی بیٹ گر جائے تو ناپاک نہ ہو گا۔ یونہی چوہے چمگادڑ کے پیشاب سے بھی ناپاک نہ ہو گا۔ پیشاب کی بہت باریک بندکیاں مثل سوئی کی نوک کے پیشاب سے بھی ناپاک نہ ہو گا۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہو گا اس کا ایک قطرہ بھی پاک کنوئیں میں گر گیا تو یہ بھی ناپاک ہو گیا۔ دونوں کا ایک ہی حکم ہو گا۔ اسی طرح ناپاک کنوئیں کی رسّی ڈول گھڑا پاک کنوئیں میں گر گیا تو اس کو ناپاک کر دے گا۔ کنوئیں میں آدمی، بکری، کتا یا ان کے برابر اور کوئی دموی جانور یا ان سے بڑا گر کر مر جائے تو کل پانی نکالا جائے گا۔ مرغا مرغی، بلی، چوہا، چھپکلی یا ایسا اور کوئی دموی جانور (جس میں بہتا ہوا خون) اس میں مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے کل پانی نکالا جائے گا۔ اگر یہ سب باہر مرے ہوئے پھر کنوئیں میں گر گئے جب بھی یہی حکم ہے۔ چوہا، چھچھوندر۔ چڑیا۔ چھپکلی۔ گرگٹ یا ان کے برابر یا ان سے چھوٹا کوئی جانور دموی کنوئیں میں گر کر مر گیا تو بیس ڈول سے تیس ڈول تک نکالا جائے۔ کبوتر، مرغی، بلّی گر کر مرے تو چالیس سے ساٹھ ڈول تک نکالیں۔ آدمی اور بکری کا بچہ جو زندہ پیدا ہوا وہ آدمی اور بکری کے حکم میں ہے۔ کچا بچہ جو مردہ پیدا ہوا کنوئیں میں گر جائے تو سب پانی نکالا جائے۔ اگرچہ گرنے سے پہلے نہلا دیا گیا۔ کافر مردہ اگرچہ سو بار دھویا گیا ہو کنوئیں میں گر جائے یا اس کی انگلی یا ناخن پانی سے لگ جائے پانی نجس ہو جائے گا کل پانی نکالا جائے گا۔ جوتا یا گیند پاکنوئیں میں گر گئی اور نجس ہونا یقینی ہے کل پانی نکالا جائے۔ ورنہ بیس ڈول محض نجس ہونے کا خیال معتبر نہیں۔ خشکی اور پانی کے مینڈک کا ایک حکم ہے۔ اس کے مرنے سڑنے سے بھی پانی ناپاک نہ ہو گا مگر جنگلی بڑا مینڈک جس میں بہنے کے قابل خون ہوتا ہے۔ اس کا حکم چوہے کی طرح ہے۔ پانی کے نکلنے میں پانی کے مینڈک کی انگلیوں کے مابین جھلی ہوتی ہے اور خشکی کے نہیں۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہو گیا اور جس قدر پانی نکالنا تھا نکال لیا گیا تو اب وہ رسّی ڈول جن سے پانی نکالا ہے پاک ہو گیا دوبارہ دھونے کی ضرورت نہیں۔ کنوئیں سے جتنا پانی نکالنا ہے

اس میں اختیار ہے کہ ایک دم سے اتنا نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے دونوں صورت میں پاک ہو جائے گا۔

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کا بیان

آدمی چاہے جنب ہو یا حیض۔ نفاس والی عورت اس کا جھوٹا پاک ہے کافر کا جھوٹا بھی پاک ہے مگر اس سے بچنا چاہیئے تھوک رینٹھ کھنکار کہ پاک ہیں ان سے آدمی گھن کرتا ہے۔ اس سے بہت بدتر کافر کے جھوٹے کو سمجھنا چاہیئے اسی طرح شرابی وبھنگی وغیرہ اور ان کے جھوٹے سے بچنا چاہیئے۔ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے چوپائے ہوں یا پرند ان کا جھوٹا پاک ہے جیسے گائے بیل بھینس، بکری، کبوتر تیتر وغیرہ اور بعض گائیں جن کی عادت غلیظ کھانے کی ہوتی ہے ان کا جھوٹا مکروہ ہے اور اگر ابھی نجاست کھائی اور اس کے بعد کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے اس کے منہ کی طہارت ہو جاتی (مثلاً آب جاری میں پانی پینا یا غیر جاری سے تین جگہ پینا) اور اس حال میں پانی میں منہ ڈال دیا تو ناپاک ہو گیا۔ اس طرح اگر بیل بھینسے بکرے نروں نے حسب عادت مادہ کا پیشاب سونگھا اور اس سے ان کا منہ ناپاک ہو گیا اور نگاہ سے غائب نہ ہوئے نہ اتنی دیر گزری جس میں طہارت ہو جاتی تو ان کا جھوٹا ناپاک ہے اور اگر چاہیوں میں منہ ڈالیں تو پہلے تین ناپاک اور چوتھا پاک۔ سوئر، چیتا کتا، شیر، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اڑنے والے شکاری جانور جیسے شکرا، باز، بہری، چیل کا جھوٹا مکروہ ہے۔ گھر میں رہنے والے جانور جیسے چوہا، سانپ، چھپکلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔ گدھے، خچر کا جھوٹا مشکوک ہے۔ جو جھوٹا پانی پاک ہے اس سے وضو اور غسل جائز ہیں۔ مگر جنب نے بغیر کلی کیے پانی پی لیا تو اس جھوٹے پانی سے وضو نا جائز ہے کہ وہ مستعمل ہو گیا۔

اچھے پانی ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو وغسل مکروہ ہے اور اگر اچھا

پانی موجود نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح مکروہ جھوٹے کا پینا بھی مالدار کو مکروہ ہے غریب محتاج کو بنا کراہت جائز۔ اچھا پانی ہوتے ہوئے مشکوک سے وضو غسل جائز نہیں اور اگر اچھا پانی نہ ہو تو اس سے وضو کرنے اور تیمم بھی اور بہتر یہ ہے کہ وضو پہلے کرلے اور اگر عکس کیا یعنی تیمم کیا پھر وضو جب بھی حرج نہیں اور اس صورت میں وضو اور غسل میں نیت کرنی ضرور اور اگر وضو کیا ہو تیمم نہ کیا اور وضو نہ کیا تو نماز نہ ہو گی۔ مشکوک جھوٹے کا کھانا پینا نہیں چاہیئے۔ جس کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اس کا پسینہ اور لعاب بھی ناپاک اور جس کا جھوٹا پاک اس کا پسینہ اور لعاب بھی پاک اور جس کا جھوٹا مکروہ اس کا لعاب اور پسینہ بھی مکروہ۔ گدھے خچر کا پسینہ اگر کپڑے میں لگ جائے کپڑا پاک ہے چاہیے کتنا ہی زیادہ لگا ہو۔

تیمم کا بیان

قرآن مجید میں فرمایا: فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ یعنی وضو کے لیے اگر پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ پاک مٹی مسلمانوں کا وضو ہے اگرچہ دس برس پانی نہ ملے اور جب پانی پائے تو اپنے بدن کو پہنچائے (غسل و وضو کرے) کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (احمد۔ ترمذی)

حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا منجملہ ان باتوں کے جن سے ہم کو لوگوں پر فضیلت دی گئی یہ تین چیزیں ہیں۔ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کے مثل کی گئیں اور ہمارے لیے روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ اور جب ہم پانی نہ پائیں زمین کی خاک ہمارے لیے پاک کرنے والی بنائی گئی۔ (مسلم)

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیر جمل کی طرف سے تشریف لا رہے تھے۔ ایک شخص نے حضور کو سلام کیا۔ اس کا جواب نہ دیا یہاں تک

کہ ایک دیوار کی جانب متوجہ ہوئے اور منہ اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر اس کے سلام کا جواب دیا۔

تیمم کے مسائل

جس کا وضو نہ ہو یا بنانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو وضو و غسل کی جگہ تیمم کرے اور پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ چند صورتیں ہیں :

(۱) ایسی بیماری ہو کہ وضو یا غسل سے اس کے زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو خواہ یوں کہ اس نے خود آزمایا ہو کہ جب وضو یا غسل کرتا ہے تو بیماری بڑھتی ہے یا یوں کہ کسی طبیب مسلمان اچھے لائق اور قابل تجربہ کار نے جو کہ ظاہراً فاسق نہ ہو کہ پانی نقصان کرے گا۔ محض خیال سے بڑھنے کا اندیشہ کافی نہیں یونہی کافر فاسق اور معمولی طبیب کا اعتبار نہیں اگر پانی بیماری کو نقصان نہیں کرتا مگر وضو یا غسل کے لیے حرکت ضرر کرتی ہے یا خود وضو نہیں کر سکتا اور کوئی کرانے والا موجود نہیں تو تیمم کرے۔

(۲) وہاں چاروں طرف ایک ایک میل تک پانی کا پتہ نہیں۔ اگر میل تک مل جانے کی امید ہو تو تلاش کر لینا ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں۔ اگر قریب میں پانی ہونے نہ ہونے کسی کا گمان نہیں تو تلاش کر لینا مستحب ہے اور بغیر تلاش کیے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو ہو گئی۔ اسی طرح میل سے زائد فاصلہ پر پانی ملنے کی توقع ہو تو مستحب وقت تک تاخیر مستحب ہے۔

(۳) اتنی سردی ہو کہ نہلانے سے موت کا اندیشہ ہے یا بیماری ہونے کا سخت خیال ہو اور لحاف وغیرہ اس کے پاس نہیں کہ اوڑھ لے اور نہ ہی آگ ہے کہ تاپ لے تو تیمم جائز ہے۔

(۴) دشمن کا خوف کہ اگر اس نے دیکھ لیا تو مار ڈالے گا یا مال چھین لے گا یا اس طرف سانپ ہے وہ کاٹ کھائے گا یا شیر ہے کہ پھاڑ کھائے گا یا کوئی بدکار ہے اور یہ عورت یا مرد ہے جس کو اپنی بے ابروئی کا گمان صحیح ہے تو تیمم جائز ہے۔

(۵) جنگل میں رسّی ڈول وغیرہ نہیں کہ پانی بھرے تیمم جائز ہے۔ اگر کسی کے پاس رسی ڈول موجود ہے اور ملنے کی اُمید ہے تو مستحب ہے کہ انتظار کرے۔

(۶) پیاس کا خوف ہے یعنی اس کے پاس پانی ہے مگر اگر اس سے وضو وغسل کر لے خود یا دوسرا مسلمان یا اپنا یا دوسرے کا جانور اگرچہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا اور اپنے پانی میں کسی کی پیاس خواہ فی الحال موجود ہو یا آئندہ اس کا صحیح اندیشہ ہو کہ وہ راہ ایسی ہے کہ دور تک پانی کا پتہ نہیں تو تیمم جائز ہے۔ پانی موجود ہے مگر آٹا گوندھنے کی ضرورت ہے جب بھی تیمم جائز ہے۔ شوربے کی ضرورت کے لیے تیمم جائز نہیں۔

(۷) پانی گراں ہونا یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت ہونی چاہیئے اس سے دو چند مانگتا ہے تو تیمم جائز ہے۔ اور اگر قیمت میں اتنا فرق نہیں تو تیمم جائز نہیں۔ پانی مول ملتا ہے اور اس کے پاس حاجت ضروریہ سے زائد دام نہیں تو تیمم جائز ہے۔

(۸) یہ خیال کہ پانی کی تلاش میں قافلہ نظروں سے غائب ہو جائے گا یا ریل چھوٹ جائے گی تو تیمم جائز ہے۔ وضو میں مشغول ہوگا تو ظہر یا مغرب یا عشا یا جمعہ کی پچھلی سنتوں کا یا نماز چاشت کا وقت جاتا رہے گا تو تیمم کر کے پڑھ لے۔

(۹) غیر ولی کی نماز جنازہ فوت ہونے کا اندیشہ اور خوف ہو تو تیمم جائز ہے اور ولی کو نہیں کہ اس کا انتظار کیا جاتا ہے اور لوگ اجازت بغیر اگر جنازہ پڑھ لیں تو وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔

تیمّم کا طریقہ

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو مار کر لوٹ لیں اور زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لیں اور اس سے سارے منہ کا مسح کریں پھر دوسری مرتبہ یونہی کریں اور دونوں ہاتھوں کا ناخن سے کہنیوں تک مسح کریں۔ وضو اور غسل ہر دو کا تیمم ایک ہی طرح پر ہے اور تیمم میں تین فرض ہے۔ نیت اگر کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت

نہ کی تیمم نہ ہوگا۔ اس تیمم سے نماز پڑھنی جائز ہے جو پاک ہونے کی نیت یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کے لیے کیا گیا ہو جو بلا طہارت جائز نہ ہو تو اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان و اقامت (یہ سب عبادت مقصودہ نہیں) یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا زیارت قبور یا دفن میت یا بے وضو نے قرآن مجید پڑھنے۔ (ان سب کے لیے طہارت شرط نہیں) کے لیے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز جائز نہیں بلکہ جس کے لیے کیا گیا اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔ جنب نے قرآن مجید پڑھنے کے لیے تیمم کیا ہو اس سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ سجدہ شکر کی نیت سے جو تیمم کیا اس سے نماز نہ ہوگی۔ سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصہ نہ رہ جائے اگر بال برابر بھی جگہ رہ گئی تیمم نہ ہوا۔ ڈاڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ پھر جانا ضروری ہے۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا اس طرح کہ ذرہ بھر جگہ باقی نہ رہے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔ تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں۔ ایک ہی مرتبہ ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا تیمم نہ ہوا جس کے ہاتھوں کا کچھ حصہ کٹا ہو جتنا حصہ باقی ہے اتنے پر مسح کرے۔

تیمم کے فرائض

تیمم میں تین فرض ہیں نیت کرنا اگر کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیت نہ کی تیمم نہ ہوا۔ کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا اس سے نماز جائز نہیں کہ وہ اس وقت نیت کا اہل نہ تھا بلکہ اگر قدرت پانی پر نہ ہو تو سرے سے تیمم کرے نماز اس تیمم سے جائز ہوگی جو پاک ہونے کی نیت یا کسی ایسی عبادہ مقصودہ کے لیے کیا گیا ہو جو بلا طہارت جائز نہ ہو تو اگر مسجد میں جانے یا نکلنے یا قرآن مجید کو چھونے یا اذان واقامت (یہ سب عبادت مقصودہ نہیں) یا سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے یا زیارت قبور یا دفن میت (ان سب کے لیے طہارت شرط نہیں) کے لیے تیمم کیا ہو تو اس سے نماز جائز نہیں بلکہ جس کے لیے کیا گیا اس کے سوا کوئی بھی عبادت جائز نہیں۔ نماز

جنازہ یا عیدین کے لیے تیمم اس وجہ سے کیا کہ بیمار تھا یا پانی موجود نہ تھا تو اس سے فرض نماز اور دیگر عبادتیں سب جائز ہیں۔ سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصّہ باقی رہ نہ جائے۔ اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہوا۔ ڈاڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ پھر جانا ضروری ہے منہ کہاں سے کہاں تک ہے یہ باب وضو میں بیان کیا جا چکا ہے پوری احتیاط سے ہاتھ پھیرا جائے ذرہ بھر جگہ رہ نہ جائے ورنہ تیمم نہ ہو گا۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک بمیت مسح کرنا اس طرح کہ ذرہ برابر جگہ رہ نہ جائے ورنہ تیمم نہ ہو گا۔ انگوٹھی یا کوئی اور زیور پہنا ہوا ہو تو ان کے نیچے ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔ ایک ہی مرتبہ ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا تیمم نہ ہوا۔ اگر ہاتھ کا کچھ حصّہ کٹا ہوا ہو تو باقی حصّہ پر مسح کرے جس کے دونوں ہاتھ نہ ہوں تو جہاں تک ممکن ہو دیوار یا زمین سے مس کرے۔ تیمم کے ارادے سے زمین پر لوٹا اور منہ اور ہاتھوں پر جہاں تک ضرورت ہے ہر ذرہ پر گرد لگ گئی تو تیمم ہو گیا ورنہ نہیں اور اس صورت میں منہ اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لینا چاہیئے۔

تیمم کی سنتیں

بسم اللہ کہنا۔ ہاتھوں کا زمین پر مارنا۔ اُنگلیاں کھلی ہوئی رکھنا۔ ہاتھوں کو جھاڑ لینا یعنی ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مارنا زمین پر ہاتھ مار کر لوٹ دینا۔ پہلے منہ پھر ہاتھ کا مسح کرنا دونوں کا پے در پے ہونا پہلے دائیں ہاتھ پر پھر بائیں کا مسح کرنا ڈاڑھی کا خلال کرنا۔ اُنگلیوں کا خلال کرنا اور خلال کے لیے زمین پر ہاتھ مارنا ضروری نہیں۔

تیمم کن چیزوں سے ہو سکتا ہے

تیمم اس چیز سے ہو سکتا ہے جو جنس زمین سے ہو اور جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔ جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے

نہ نرم ہوتی ہے وہ زمین کی جنس سے ہے اس سے تیمم جائز ہے ۔ ریتا، چونا، سرمہ، ہڑتال، گندھک، مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد، مرجان، یاقوت وغیرہ جواہر سے تیمم جائز ہے اگرچہ ان پر غبار نہ ہو جو نمک کان سے نکلتا ہے اس پر تیمم جائز ہے جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے لکڑی گھاس وغیرہ یا پگھل یا نرم ہو جاتی جیسے چاندی سونا تانبا پیتل، لوہا وغیرہ دھاتیں وہ جنس زمین سے نہیں اس سے تیمم جائز نہیں۔ ہاں ان پر اگر غبار ہو تو تیمم جائز ہے ۔ اسی طرح پر غلہ کہ جس پر ایسا غبار ہو کہ ہاتھ کو لگ جائے اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں ۔ مشک عنبر، کافور، لوبان، موتی، سیپ، گھونگے، راکھ اور ہر قسم کے کشتوں پر بھی جائز نہیں۔ دری، قالین پر اگر غبار ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں ۔

تیمم کس سے ٹوٹتا ہے

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کے علاوہ پانی پر قادر ہونے کی وجہ سے بھی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ تیمم والا اگر ایسی جگہ سے گزرا کہ وہاں سے میل سے کم فاصلہ پر پانی موجود ہے تو تیمم ٹوٹ گیا۔ تیمم والا اگر اسی جگہ گزرا کہ وہاں سے پانی قریب ہے مگر پانی کے پاس شیر، سانپ یا دشمن وغیرہ موجود ہے جس سے جان و مال یا آبرو کا صحیح خطرہ ہے یا قافلہ انتظار نہ کرے گا اور نظروں سے غائب ہو جائے گا یا سواری سے اتر نہیں سکتا جیسے ریل یا گاڑی کہ اس کے روکے سے نہیں رکتی یا گھوڑا ایسا ہے کہ اترنے تو دے گا لیکن پھر چڑھنے نہ دے گا یا یہ اتنا کمزور کہ پھر چڑھ نہ سکے گا یا کوئیں میں پانی تو ہے مگر اس کے پاس رسّی ڈول نہیں ۔ ان سب صورتوں میں تیمم نہیں ٹوٹتا۔ اگر پانی کے پاس سے سوتا ہوا گزرا تیمم نہیں ٹوٹتا ۔

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

جو شخص موزہ پہنے ہوئے ہو وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے

تو جائز ہے گو بہتر یہی ہے کہ دھوئے۔ مسح مرد و عورت مسافر کے لیے جائز ہے جس پر غسل فرض ہو وہ مسح نہیں کر سکتا۔ مسح کے لیے چند شرائط ہیں:

(۱) موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں زیادہ کی ضرورت نہیں۔

(۲) پاؤں سے چپٹا ہو کہ پہن کر آسانی کے ساتھ چل پھر سکے۔

(۳) چمڑے کا ہو یا صرف تلا چمڑہ کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کہ مچ وغیرہ۔

(۴) وضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد حدث سے پہلے ایسا وقت ہو کہ اس وقت میں وہ شخص باوضو ہو خواہ پورا وضو کر کے پہنے یا صرف پاؤں دھو کر پہنے بعد میں پورا وضو کر لیا۔ تیمم کر کے موزے پہنے تو مسح جائز نہیں معذور کو صرف اس ایک وقت کے اندر مسح جائز ہے جس وقت پہنا ہو۔

(۵) نہ حالت جنابت میں پہنا نہ بعد پہننے کے جنب ہوا ہو۔

(۶) مدت کے اندر ہو اور اس کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔

(۷) کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو یعنی چلنے میں تین انگلی بدن ظاہر نہ ہوتا ہو اور اگر تین انگلی پھٹا ہو اور بدن تین انگلی سے کم دکھائی دیتا ہو تو مسح جائز ہے اور اگر دونوں میں تین تین انگلی سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین انگلی یا زیادہ ہے تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگلی سے کم ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

مسح میں فرائض

مسح میں دو فرض ہیں۔ (۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا (۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا۔ اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ کر کے تین جگہ مسح کیا جب بھی ہو گیا مگر سنت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر

بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔ موزے کی نوک کے پاس کچھ خالی جگہ ہے کہ وہاں پاؤں کا کوئی حصہ نہیں اس خالی جگہ کا مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔ مسح میں نہ نیت ضروری ہے نہ تین بار کرنا سنت۔ ایک بار کر لینا کافی ہے۔ موزے پہن کر شبنم میں چلا یا اس پہ پانی گر گیا یا مینہ کی بوندیں پڑیں اور جس جگہ مسح کیا جاتا ہے بقدر تین انگلی کے تر ہو گیا تو مسح ہو گیا ہاتھ پھیرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے۔ اگر ٹخنے اس سے چھپے ہوں۔ عمامہ، برقعہ، نقاب، دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

مسح کس سے ٹوٹتا ہے

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے مسح بھی جاتا رہتا ہے۔ مدت پوری ہونے سے مسح جاتا رہتا ہے اور اس صورت میں صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے۔ پھر سے سارا وضو کرنے کی ضرورت نہیں اور بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کرے۔ موزے اُتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ آپ ہی اُتارا ہو یونہی اگر ایک پاؤں آدھے سے زیادہ موزہ سے باہر ہو جائے تو جاتا رہا۔ موزہ اُتارنے یا پاؤں کا اکثر حصہ باہر ہونے میں پاؤں کا وہ حصہ معتبر ہے جو گٹوں سے پنجوں تک ہے پنڈلی کا اعتبار نہیں ان دونوں صورتوں میں دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔ موزہ ڈھیلا ہے کہ چلنے میں موزے سے ایڑی نکل جاتی ہے تو مسح نہ گیا ہاں اگر اُتارنے کی نیت سے باہر کی تو ٹوٹ جائے گا۔ پاتابوں پر اس طرح مسح کیا کہ مسح کی تری موزوں تک پہنچی تو پاتابوں کے اُتارنے سے مسح نہ جائے گا۔ اعضاء وضو اگر پھٹ گئے ہوں یا ان پر پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہو اور ان پر پانی بہانا ضرر کرتا ہو یا تکلیف شدید ہوتی ہو تو بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے اور اگر یہ بھی نقصان کرتا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پہ مسح کرے۔ اور جو یہ بھی مضر ہو تو معاف ہے اور اگر اس میں کوئی دوا بھری ہو تو اس کا نکالنا ضروری نہیں۔ تختی یا پٹی کھل جائے اور ہنوز باندھنے کی حاجت ہو تو پھر دوبارہ مسح نہیں کیا جائے گا۔ وہی پہلا مسح کافی ہے اور جو پھر باندھے

کی ضرورت نہ ہو تو مسح ٹوٹ گیا۔ اب اس جگہ کو اگر دھو سکیں تو دھو لیں۔

ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ

وہ چیزیں جو ایسی ہیں کہ بذاتہ نجس ہیں جیسے شراب، یہ چیزیں جب تک اپنی اصل کو چھوڑ کر کچھ اور نہ ہو جائیں پاک نہیں ہو سکتیں۔ شراب جب تک شراب ہے نجس ہی رہے گی اور سرکہ ہو جائے تو اب پاک ہے۔ شراب میں اگر چوہا گر کر پھول پھٹ گیا تو سرکہ ہونے کے بعد بھی پاک نہ ہوگا اور اگر پھولا پھٹا نہیں تھا تو اگر سرکہ ہونے سے پہلے نکال کر پھینک دیا یا اس کے بعد سرکہ ہوئی تو پاک ہے اگر سرکہ ہونے کے بعد نکال کر پھینکا تو سرکہ بھی ناپاک ہے۔ شراب میں پیشاب کا قطرہ گر گیا یا کتے نے منہ ڈال دیا یا ناپاک سرکہ ملا دیا تو سرکہ ہونے کے بعد بھی حرام و نجس ہے۔ اوپلے کی راکھ پاک ہے اور گوہار اکھ ہونے سے پہلے بجھ گیا تو ناپاک۔ جو چیزیں بذاتہ نجس نہیں بلکہ کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہوئیں ان کے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ پانی اور رقیق بہنے والی چیز سے دھو کر نجس چیز کو پاک کر سکتے ہیں۔ مثلاً پانی سرکہ گلاب۔ بستی مستعمل پانی چائے عرقیات سے نجاست دور کر سکتے ہیں۔ دودھ شوربا، تیل سے نجاست دُور نہیں ہو سکتی اور پاک نہ ہوگا۔ اگر نجاست دلدار ہے تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں بلکہ اس کو دُور کرنا ضروری ہے۔ اگر ایک بار دھونے سے دور ہو جائے تو ایک ہی مرتبہ سے پاک ورنہ جتنی مرتبہ سے وہ پاک ہو اتنی مرتبہ دھوئیں۔ بہتر یہ ہے کہ اگر تین مرتبہ سے کم میں نجاست دُور ہو جائے تو تین مرتبہ پورا کرلے۔ کپڑے یا بدن میں ناپاک تیل لگا تھا۔ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ اگرچہ تیل کی چکناہٹ باقی رہے۔ ہاں مردار کی اگر چربی لگی تھی تو جب تک اس کی چکنائی نہ جائے پاک نہ ہوگا۔ اگر نجاست رقیق ہو تو تین مرتبہ دھونے اور تین مرتبہ بقوۃ نچوڑنے سے پاک ہوگا اور قوت سے نچوڑنے کا معنی یہ ہے کہ نچوڑنے والا اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے ورنہ پاک نہ ہوگا۔ پہلی اور دوسری مرتبہ

نچوڑنے کے بعد ہاتھ پاک کر لینا بہتر ہے اور تیسری بار نچوڑنے سے کپڑا بھی پاک ہو گیا اور ہاتھ بھی اور جو کپڑے میں اتنی تری رہ گئی کہ نچوڑنے سے ایک آدھ بوند ٹپکے گی تو کپڑا اور ہاتھ دونوں ناپاک ہیں۔ کپڑے کو تین مرتبہ دھو کہ ہر مرتبہ خوب نچوڑ لیا ہے کہ اب نچوڑنے سے نہ ٹپکے گا پھر اس کو لٹکا دیا اور اس سے پانی ٹپکا تو یہ پانی پاک ہے اور قوت بھر نہیں نچوڑا تھا تو یہ ناپاک ہے۔ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں کچھ فرق نہیں دونوں ہی سے تین مرتبہ دھونا نچوڑنا پڑے گا۔ اگر ایسی چیز ہو کہ اس میں نجاست جذب نہیں ہوتی جیسے چینی کے برتن مٹی کا پرانا استعمال چکنا برتن یا لوہے تانبہ پیتل وغیرہ دھاتوں کی چیزیں فقط تین بار یک وقت دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں اور یہ تین مرتبہ دھونا عام ہے مختلف وقتوں بلکہ مختلف دنوں میں اگر پایا گیا تو جائز ہے۔ لوہے کی چیز جیسے چھری، چاقو، تلوار، ٹوکا، درانتی بھال وغیرہ جس میں رنگ نقش و نگار نہ ہوں اگر نجس ہو جاتے تو صرف نجاست کو پونچھ لینے سے پاک ہو جائے گی۔ اسی طرح پر دھاتی چیز پاک ہو جاتی ہے بشرطیکہ نقشی نہ ہوں اور اگر نقشی ہوں یا لوہے میں زنگ ہو تو دھونا ضروری ہے صرف پونچھنے سے پاک نہ ہوگی۔

آئینے اور شیشے کی تمام چیزیں اور چینی کے برتن یا مٹی کے روغنی برتن یا پالش کی ہوئی لکڑی غرض وہ تمام چیزیں جس میں مسام نہ ہوں کپڑے یا پتے سے اس قدر پونچھ لی جائیں کہ اثر بالکل جاتا رہے پاک ہو جاتی ہیں۔ سؤر کے سوا ہر جانور حلال ہو یا حرام جبکہ بسم اللہ کہہ کے ذبح کیا گیا ہو تو اس کا گوشت اور کھال پاک ہے۔ بایں معنی کہ نمازی کے پاس اگر وہ گوشت ہے یا اس کی کھال پر نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر حرام جانور ذبح سے حلال نہ ہوگا حرام ہی رہے گا۔ اس کا کھانا قطعًا حرام و نجس ہے۔ سؤر کے سوا ہر مردار جانور کی کھال سکھانے سے پاک ہو جاتی ہے خواہ اس کو کھاری نمک وغیرہ کسی دوا سے پکایا ہو یا فقط دھوپ یا ہوا میں سکھایا ہو اور اس کی تمام رطوبت فنا ہو کر بدبو جاتی رہی ہو دونوں صورتوں میں

پاک ہو جائے گی اس پر نماز درست ہے۔ رانگ سیسہ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے
جمے ہوئے گھی میں چوہا گر کر مر گیا تو چوہا کے آس پاس سے گھی نکال ڈالیں باقی پاک ہے
کھا سکتے ہیں اور اگر پتلا ہو تو سب ناپاک ہو گیا اس کا کھانا جائز نہیں۔ البتہ اس کام
میں لا سکتے ہیں جس میں استعمال نجاست ممنوع نہ ہو۔ تیل کا بھی یہی حکم ہے۔ شہد
اگر ناپاک ہو جائے تو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ اس میں پانی ڈال کر
اتنا جوش دیں کہ جتنا تھا اتنا ہی ہو جائے تین مرتبہ یوں کر لیں پاک ہو جائے گا۔
ناپاک تیل کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اتنا ہی پانی اس میں ڈال کر خوب
ہلائیں پھر اوپر سے تیل نکال لیں اور پانی پھینک دیں۔ یونہی تین بار کریں۔ تمام
بہتی چیزیں گھی وغیرہ اگر ناپاک ہو جائیں تو اسی طرح سے پاک کر لی جائیں۔ اگر کسی
دوسرے مسلمان کے کپڑے میں نجاست لگی ہوئی دیکھے اور غالب یہی ہے کہ بتانے
پر وہ ناراض نہ ہو گا تو بتا دینا ضروری ہے۔

استنجے کے متعلق مسائل

جب پاخانہ یا پیشاب کو جائے تو مستحب یہ ہے کہ پاخانہ سے باہر یہ پڑھ لے
بِسْمِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ پھر بایاں قدم
پہلے داخل کرے اور نکلتے وقت پہلے داہناں پاؤں باہر نکالے اور نکل کر۔
غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ مَا یُؤْذِیْنِیْ وَاَمْسَكَ
عَلَیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ کہے۔ پاخانہ پیشاب پھرتے وقت یا طہارت کرنے میں نہ قبلہ
کی طرف منہ ہو اور نہ پیٹھ اور یہ حکم عام ہے چاہے مکان کے اندر ہو یا میدان میں
اور اگر بھول کر قبلہ کی طرف منہ یا پشت کر کے بیٹھ گیا تو یاد آتے ہی فوراً رخ بدل
لے اس میں امید ہے کہ اس کے لیے فوراً مغفرت فرما دی جائے۔ بچے کو
پاخانہ پیشاب پھرانے والے کو مکروہ ہے کہ اس بچہ کا منہ قبلہ کو ہو یہ پھرانے والا
گنہگار ہو گا۔ پاخانہ پیشاب کرتے وقت سورج اور چاند کی طرف منہ نہ ہو نہ پیٹھ۔

یونہی ہوا کے رُخ پیشاب کرنا ممنوع ہے۔ کوئیں، چشمے، حوض وغیرہ کے کنارے یا پانی میں اگر بہتا ہو یا گھاٹ پر یا پھل دار درخت کے نیچے یا اس کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو، یا سایہ میں جہاں لوگ اُٹھتے بیٹھتے ہوں۔ یا مسجد اور عیدگاہ کے پہلو میں یا قبرستان یا راستہ میں یا جس جگہ مویشی بندھے ہوں۔ ان سب جگہوں میں پیشاب و پاخانہ مکروہ ہے۔ یونہی جس جگہ وضو یا غسل کیا جاتا ہو وہاں پیشاب کرنا مکروہ ہے خود نیچی جگہ بیٹھنا اور پیشاب کی دھار اُونچی جگہ کرے یہ ممنوع ہے جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زیادہ بدن کو کھولے پھر دونوں پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور کسی دینی مسئلہ میں غور نہ کرے کہ یہ باعث محرومی ہے اور چھینک سلام اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نہ کہے دل میں کہہ لے اور بغیر ضرورت اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نجاست کو دیکھے جو اس کے بدن سے نکلی ہو اور دیر تک نہ بیٹھے کہ اس سے بواسیر کا اندیشہ ہے اور پیشاب میں نہ تھوکے اور نہ ہی ناک صاف کرے، نہ بلاضرورت کھنکارے، نہ بار بار اِدھر اُدھر دیکھے نہ بیکار بدن چھوئے نہ آسمان کی طرف نظر کرے بلکہ شرم سے سر جھکائے رہے۔ آگے یا پیچھے سے جب نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر صرف پانی سے ہی طہارت کر لی تو بھی جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے ڈھیلوں کی کوئی تعداد معین نہیں بلکہ جتنے ڈھیلوں سے نجاست دُور ہو جائے گی اتنے سے سنت ادا ہو جائے گی۔ ایک سے ہو تو ایک ورنہ زائد۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ طاق ہوں اور کم از کم تین ہوں ہڈی اور کھانے اور گوبر اور پکی اینٹ اور ٹھیکری اور شیشہ اور کوئلے اور جانوروں کے چارے سے اور ایسی چیز کہ جس کی کچھ قیمت ہو اگرچہ کم ہی سہی ان چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ پاخانہ کے بعد مرد کے لیے ڈھیلوں کے استعمال کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں پہلا ڈھیلا آگے سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرا پیچھے سے آگے کی طرف اور تیسرا آگے

سے پیچھے کو اور سردی میں اس کے برعکس اور عورت ہر زمانہ میں اسی طرح ڈھیلے لے جیسا کہ مرد گرمیوں میں۔ طہارت کے بعد ہاتھ پاک ہونے پر بھی دھو لینا بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے۔ مرد لنجا ہو تو اس کی بی بی استنجا کرادے اور عورت لنجی ہو تو اس کا مرد۔ کسی اور سے استنجا کرانا منع ہے بلکہ معاف ہے۔ زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا مکروہ ہے۔ اور ڈھیلا نہ لیا تو ناجائز ہے۔ وضو کے بقیہ پانی سے طہارت کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ طہارت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہیں بعض لوگ جو اس کو پھینک دیتے ہیں یہ نہیں چاہیئے اسراف میں داخل ہے۔

نماز کا ذکر

اہل سنت والجماعت کے مطابق عقائد صحیحہ کے بعد نماز تمام فرائض شرعیہ سے اہم و اعظم ہے۔ قرآن مجید و حدیث اس کی اہمیت سے مالامال ہیں جا بجا اس کی تاکید آئی ہے اور چھوڑنے پر وعیدیں آئی ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو یعنی مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھو کیونکہ رکوع ہماری شریعت میں ہی ہے یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھو اور فرمایا حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ (ترجمہ) تمام نمازوں پر خصوصاً نماز وسطیٰ عصر پر پوری پابندی کرو اور اللہ کے حضور میں باادب کھڑے رہو اور فرماتا ہے۔ ترجمہ۔ نماز شاق ہے مگر خشوع کرنے والوں پر . . . نماز کا مطلقاً چھوڑنا تو سخت ہولناک چیز ہے اسے قضا کر کے پڑھنے والوں پر سخت وعید فرمائی ہے۔ قرآن میں ہے۔ ترجمہ۔ خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں وقت گزار کر پڑھنے اُٹھتے ہیں۔ جہنم میں ایک وادی ہے جس کی سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے اس کا نام ویل ہے قصداً نماز قضا کرنے والے اس کے مستحق ہیں اور قرآن میں فرمایا۔ ترجمہ ان کے بعد ناخلف پیدا

پیدا ہوئے جنھوں نے نمازیں ضائع کر دیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا عنقریب ان کو سخت عذاب ملنا ہوگا۔ اسی طرح حدیث شریف میں نماز کی سخت تاکید آتی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک سے سوال کیا وہ عمل ارشاد فرمائیے کہ مجھ کو جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر اور یہ کہ نماز اسلام کا ستون ہے اور حدیث میں ہے کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جو ان کے درمیان ہوئے ہوں جب کہ کبائر سے بچا رہے (مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک صاحب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب چیز کیا ہے فرمایا وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑی اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔ (بیہقی)

نماز کے مسائل

نماز اچھے وقت پر پڑھو رکوع سجود اچھی طرح کرو۔ خضوع خشوع جس قدر ہو سکے بجالاؤ (ابوداؤد) جب بچہ سات برس کا ہو جائے اس کو نماز پڑھنے کی عادت ڈالو اگر دس برس کا ہو کر بچہ نہ پڑھے تو اس کو مار کر پڑھاؤ تاکہ بالغ ہونے پر پابندی نماز آسان ہو (ابوداؤد) نماز انتہائی پابندی سے ادا کرو اور ضروریات نماز پر دھیان رکھو (احمد) عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے اور عشاء پڑھ کر بے معنی باتیں مت کرو بلکہ سو جاؤ تاکہ تہجد اور صبح کی نماز پڑھنے میں غفلت نہ ہو (بخاری و مسلم) اگر اتفاق سے سو گیا یا بھول گیا اور نماز قضا ہو گئی تو جس وقت آنکھ کھلے اور یاد آئے اس وقت قضا کرے اس کو کسی اور وقت پر نہ ڈالے ہاں اگر وقت مکروہ ہے تو اس کو نکل جانے دے نماز کے لیے دوڑ کر مت چلو کیونکہ سانس پھولنے سے سکون قلب نہ

نہ رہے گا۔ مسجد میں جا کر نماز ادا کرو۔ جتنی دور سے مسجد میں نماز کے لیے آئے اسی قدر ثواب زیادہ ملے گا۔ (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد)

مسجد کے آداب و مسائل

جب مسجد میں جاؤ تو پہلے دایاں قدم مسجد میں رکھو اور پڑھو اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول دے اور باہر نکلے تو پہلے بایاں قدم باہر رکھے اور یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ اے اللہ میں تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں۔ مسجد میں جا کر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھے (مگر صبح صادق کے بعد یہ نفل نہ پڑھے (بخاری ومسلم) مسجد میں شور وغل نہ کرو کوئی بدبودار چیز لے کر مت جاؤ ایسے ہی بدن یا اس کا کوئی حصہ بدبودار ہو تو بھی مسجد میں نہ جاؤ۔ نماز باہر پڑھو کہ فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح مسجد میں تھوکنا ناک پھینکنا۔ ہوا خارج کرنا۔ دنیا کی باتیں کرنا گو مباح ہوں اور بلاضرورت مسجد میں سونا۔ کھانا منع ہے۔ کسی طرح کی خرید وفروخت مارپیٹ بیہودہ شعر بازی مسجد میں درست نہیں (بخاری ومسلم وغیرہ) نماز میں سوتی کپڑا اور چاندی کے علاوہ کسی طرح دھات لوہا پیتل تانبا وغیرہ کسی صورت میں بدن کی زینت نہیں بنانا چاہیے۔ ہاں عورت ریشمی کپڑے اور سونے چاندی کو استعمال کر سکتی ہے اور مرد سونے کے بٹن استعمال کر سکتا ہے (کتب حدیث) اگر امام ہو تو قرأت ہلکی پڑھے کیونکہ مقتدی ہر طرح کے ہوتے ہیں کسی کو تکلیف محسوس نہ ہو۔ (احمد) نماز میں دامن سمیٹنا یا بال سنوارنا یا کثرت سے سجدہ کے لیے زمین صاف کرنا اور بلاوجہ کھانسنا ہاتھ کو ادھر ادھر کرنا بری بات ہے۔ اسی طرح جائے سجود سے نظر بلاوجہ ادھر ادھر کرنا گردن کو موڑنا الغرض ہر وہ چیز جو کہ نماز کے خشوع وخضوع کے خلاف ہو کرنا مکروہ ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ) نماز جماعت کے ساتھ پڑھو جماعت چھوڑنے کی سخت وعید آئی ہے۔ البتہ اگر کوئی معقول عذر ہو تو جماعت معاف ہو سکتی ہے

(ابوداؤد) جب بھوک کا غلبہ ہو یا پیشاب یا پاخانہ کا دباؤ ہو تو پہلے فراغت کر لو اور پھر نماز پڑھ لو۔ اگر امام ہو تو دُعا میں سب مقتدیوں کو شریک کر و یعنی سب کے لیے دُعا کرو۔ اگر تم مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے تو باہر مت جاؤ۔ ہاں اگر کوئی ضرورت ہو یعنی کسی دوسری مسجد کے امام ہو یا بول و براز کا دباؤ تو جا سکتے ہو (احمد) صف خوب سیدھی کرو اور خوب مل کر کھڑے ہو اور پہلے اول صف پوری کرو پھر دوسری پھر تیسری اور مقتدی امام کے دونوں طرف برابر ہونے چاہئیں۔ اگر مقتدی کسی معقول وجہ سے امام سے ناراض ہوں تو اس کو امامت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر جماعت میں ایسے وقت آؤ کہ امام سجدہ میں یا قعدہ میں ہو تو اس کے کھڑے ہونے کا انتظار مت کرو۔ فوراً شریک ہو جاؤ۔ تہجد پڑھنے کی کوشش کرو اس کی بڑی فضیلت ہے (بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد) جب نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاؤ ذرا آرام لے لو اور پھر نماز میں مشغول ہو جاؤ۔ جب سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو وضو کر لو اور اللہ اللہ کرتے سو جائے۔

دُعا و ذکر کا بیان

دُعا خوب شوق اور ذوق سے مانگو مگر کسی ناجائز اور ناممکن و نامناسب چیز کے حصول کی دُعا مت مانگو۔ اگر دعا کے قبول ہونے میں دیر ہو جائے تو تنگ آ کر مت چھوڑ دو بلکہ قبولیت کا یقین رکھتے دُعا مانگتے رہو۔ غصّہ میں آ کر اپنے جان و مال اولاد وغیرہ کو مت کوسو کہ کبھی قبولیت کی گھڑی ہو اور اسی طرح ہو جائے۔ جب کہیں بیٹھو لیٹو اور دنیا کی باتیں کرو وہاں پر کچھ اللہ و رسول کا ذکر اور درود شریف بھی پڑھ لینا ضروری ہے کہ مجلس فائدہ مند ثابت ہو جائے ورنہ وہ مجلس دبالِ جان ہو گی۔ اکثر اوقات اُنگلیوں سے وظیفوں کا شمار کرنا چاہیئے (ترمذی، بخاری، مسلم) ذکر کی کثرت کرو سب مشکلات اس کی وجہ سے حل ہو جائیں گی اور جہاں سے خیال گمان نہ ہو وہاں سے روزی ملے گی۔ اگر شامتِ نفس سے کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً سچی توبہ کرنی چاہیئے اور فرض کرو کہ اگر توبہ ٹوٹ جائے تو پھر مصمم ارادہ سے توبہ کرنی چاہیئے۔ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہے

اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا۔

بعض نفلی نمازوں کا ذکر

نماز تحیۃ الوضوء

وضو کرنے کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص وضو کرے اور ظاہر و باطن سے متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ غسل کے بعد بھی دو رکعت مستحب ہے۔

نماز اشراق

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکر خدا کرتا رہا یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا پھر دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے پورے حج و عمرہ کا ثواب ملے گا۔

نماز چاشت

مستحب ہے کہ کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ ہیں۔

حدیث میں ہے جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ (ابن ماجہ)

حدیث میں ہے آدمی پر ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل تین سو ساٹھ جوڑ ہیں) ہر تسبیح صدقہ ہے ہر حمد صدقہ ہے اور لا الٰہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اللہ اکبر

کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات کا حکم کرنا صدقہ ہے ۔ بُری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف سے دو رکعتیں چاشت کی کفایت کرتی ہیں ۔

حدیث میں ہے کہ جو صبح چار رکعتیں پڑھے اس کے لیے سارا دن کفایت ہو گی ۔ جو دو رکعت پڑھے وہ غافلین سے نہیں لکھا جائے گا ۔ جو چار پڑھے گا عابدین سے لکھا جائے گا اور جو چھ پڑھے اس کی کفایت ہو گی جو آٹھ پڑھے وہ قانتین فرمانبرداروں سے لکھا جائے گا اور جو بارہ پڑھے گا اس کے لیے سونے کا محل بنائے گا اور چاشت کی دو رکعتوں پر محافظت کرے اس کے گناہ معاف ہوں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں ۔

نماز سفر

سفر کرتے وقت گھر میں دو رکعت پڑھ کر جائے (طبرانی) اور سفر سے واپسی پر مسجد میں دو رکعت پڑھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واپسی پر مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرماتے (مسلم)

نماز تہجد

عشاء کے بعد سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں ۔ عادۃً سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں کم از کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور زیادہ آٹھ رکعتیں ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آٹھ ثابت ہیں ۔

حدیث میں ہے کہ رب تعالیٰ ہر رات میں جب پچھلی تہائی باقی رہتی ہے آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں ، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں ، ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کی بخشش کروں اور سب سے بڑھ کر نماز ہے ۔ داؤد علیہ السلام کہ آدھی رات سوتے اور تہائی رات عبادت کرتے اور پھر چھٹے حصہ میں سوتے ۔ (بخاری مسلم)

جو شخص اللہ کے فضل سے تہجد کا عادی ہو اس کو بلا عذر ترک کرنا مکروہ ہے۔

نماز تسبیح

اس نماز میں بے انتہا ثواب ہے۔ بعض محققین فرماتے ہیں اس کی بزرگی کے پیش نظر اس کو بجز دین سے غافل اور کوئی نہ ترک کرے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں تم کو عطا نہ کروں۔ میں تم بخشش نہ کروں کیا میں تم کو نہ دوں کیا تمھارے ساتھ احسان نہ کروں۔ دس خصلتیں ہیں کہ جب تم کرو تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ بخش دے گا اگلا پچھلا نیا پرانا جو بھول کر کیا ہو یا عمداً کیا ہو چھوٹا اور بڑا پوشیدہ اور ظاہر بعدہٗ صلوٰۃ تسبیح کی تعلیم فرمائی۔ پھر فرمایا کہ تم سے اگر ہو سکے تو ہر روز ایک بار پڑھو ورنہ ہر جمعہ میں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر ماہ میں ایک بار اور پھر ترکیب بیان فرمائی کہ اللہ اکبر کہہ کر ثنا پڑھے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پھر اعوذ اور بسم اللہ اور الحمد للہ اور سورت پڑھ کر دس بار یہی تسبیح پڑھے پھر رکوع کرے اور بعد تسبیح رکوع یہ تسبیح دس مرتبہ پڑھے پھر سر اٹھا کر سمع اللہ کے بعد دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھے۔ پھر سجدہ میں سجدہ کے بعد دس مرتبہ یہ تسبیح پڑھے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بیٹھ کر دس مرتبہ تسبیح پڑھے پھر سجدہ کو جائے اور دس مرتبہ بعد تسبیح پہلے سجدہ کی طرح پڑھے یونہی چار رکعت پڑھے ہر رکعت میں ۷۵ بار اور سب میں ۳۰۰ مرتبہ ہوئیں۔

نماز حاجت

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کوئی مہم پیش آتی تو اس کے لیے دو یا چار رکعت نماز ادا فرماتے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور تین بار آیۃ الکرسی اور باقی تین رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھتے تو یہ ایسی ہیں کہ شب قدر میں چار

رکعتیں پڑھے (ابوداؤد) مشائخ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نماز پڑھی اور ہماری حاجتیں پوری ہوئیں . . . . ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ ایک صاحب نابینا حاضر خدمت اقدس ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ مجھے عافیت دے ۔ ارشاد فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور چاہے تو صبر کر اور یہ تیرے لیے بہتر ہے ۔ عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں ان کو حکم دیا کہ وضو کرو اور اچھا وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر دعا پڑھو ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَسَّلُ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ۔ حضرت عثمن بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آئے کہ گویا کبھی اندھے تھے ہی نہیں . . . . (ترمذی ۔ ابن ماجہ طبرانی) . . . . یوں بھی وارد ہوا ہے کہ اچھا وضو کرے اور اللہ تعالیٰ کی صفت و ثناء کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھے اور پھر یہ پڑھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (ترمذی ۔ ابن ماجہ)

نماز صلوٰۃ الاسرار

قضا حاجت کے لیے ایک اور مجرب نماز جو علمائے کرام ہمیشہ پڑھتے آئے ہیں یہ کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور امام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے سوال کرے ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایسا کرتا ہوں تو بہت جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے (خیر الحسان) نیز اس کے

یہ ایک مجرب نماز صلوٰۃ الاسرار ہے جو امام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر شطنوفی... بہجۃ الاسرار میں اور ملا علی قاری و شیخ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ بعد نماز مغرب سنتیں پڑھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ الحمد کے بعد ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار قل ہو اللہ پڑھے۔ سلام کے بعد اللہ عزوجل کی حمد و ثنا کرے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گیارہ بار درود شریف اور سلام پڑھے اور گیارہ بار یہ پڑھے یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاحَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ پھر عراق کی طرف گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر یہ پڑھے یَا غَوْثَ الثَّقَلَیْنِ وَیَا کَرِیْمَ الطَّرَفَیْنِ اَغِثْنِیْ وَامْدُدْنِیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ۔ پھر حضور کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا و سلام کرے اور اپنی حاجت طلب کرے۔

نماز توبہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے کہ فرمایا جب کوئی بندہ گناہ کرے پھر وضو کرکے نماز پڑھے پھر استغفار کرے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا پھر یہ آیت پڑھی وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ٥ جنھوں نے بے حیائی کا کوئی کام کیا ہو یا اپنی جانوں پر ظلم کیا پھر اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگی اور کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔ اور اپنے کیے پر دانستہ ہٹ نہیں کی۔ اور وہ جانتے ہیں۔

عیدین کا بیان

قرآن میں ہے وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ

ان کی گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو کہ اس نے تمھیں ہدایت فرمائی نیز فرمایا
کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی نماز دو رکعت پڑھی نہ اس کے قبل نماز پڑھی اور نہ اس کے بعد۔ (بخاری۔ مسلم)

حدیث میں ہے کہ عید الفطر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کچھ کھا کر نماز کے لیے تشریف لے جاتے اور عید الاضحیٰ کو نہ کھاتے جب تک نماز نہ پڑھ لیتے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حدیث میں ہے کہ عید کو آپ ایک راستہ سے جاتے اور دوسرے راستہ سے واپس ہوتے۔

مسائل عیدین

عیدین کی نماز واجب ہے مگر سب پر نہیں بلکہ ان پر جن پر جمعہ واجب ہے اور اس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو کہ جمعہ کی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ شرط ہے اور عیدین میں سنت۔ اگر چہ جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا اور عیدین میں نہ پڑھا تو ہو گئی مگر بُرا کیا۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبل نماز ہے اور عیدین کا بعد نماز اگر پہلے پڑھ لیا بُرا کیا نماز ہو گئی کاٹی نہیں جائے گی اور خطبہ کا بھی اعادہ نہ ہو گا۔ اور عیدین میں نہ اذان ہے نہ اقامت صرف دوبار اتنا کہنے کی اجازت ہے الصلوٰۃ جامعۃ (عالمگیری وغیرہ) بلا وجہ عید کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے (جوہرہ وغیرہ) گاؤں میں عید کی نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار) عید کے روز یہ اُمور مستحب ہیں۔ حجامت بنوانا۔ ناخن ترشوانا۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ اچھے کپڑے پہننا نیا ہو یا دھلا ہوا انگوٹھی پہننا۔ خوشبو لگانا۔ صبح کی نماز مسجد محلہ میں پڑھنا۔ عید گاہ چلا جانا۔ نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا۔ پیدل جانا دوسرے راستہ سے واپس آنا نماز کو جانے سے پہلے چند کھجوریں کھا لینا تین پانچ سات یا کم و بیش مگر طاق ہوں۔ کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھا لے اگر نہ کھایا تو گنہگار نہ ہو گا مگر عشا تک نہ کھایا تو عتاب کیا جائے گا۔ نماز کے لیے پیدل جانا افضل ہے

عیدگاہ کو نماز کے لیے جانا سنت ہے۔ اگرچہ مسجد میں گنجائش ہو۔ خوشی ظاہر کرنا کثرت سے صدقہ دینا۔ عیدگاہ کو نیچی نگاہ کیے جانا۔ آپس میں مبارک باد دینا مستحب ہے۔ راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہنا۔

نماز عید کا وقت

ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے نصف النہار شرعی تک ہے مگر عید الفطر میں دیر کرنا اور عید اضحیٰ میں جلد پڑھ لینا مستحب ہے اور سلام پھیرنے سے پہلے زوال ہو گیا تو نماز جاتی رہی اور زوال سے مراد نصف نہار شرعی ہے۔

نماز عید کا طریقہ

جس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز عید الفطر واجب یا عید الاضحیٰ واجب مع سب تکبیروں کے۔ کی نیت کر کے کانوں تک ہاتھ لے جائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ پھر ثنا پڑھے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے۔ پھر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھے۔ اس کے بعد دو تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے پھر چوتھی میں باندھ لے پھر امام تعوذ اور بسم اللہ آہستہ اور پھر بلند آواز سے الحمد اور سورت پڑھے پھر رکوع کرے اور دوسری رکعت سے پہلے الحمد و سورۃ پڑھے پھر تین بار کان تک ہاتھ لے جا کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ نہ باندھے اور چوتھی بار ہاتھ بغیر اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ ہوئیں۔ تین پہلی میں قرأت سے پہلے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اور تین دوسری میں قرأت کے بعد اور تکبیر رکوع سے پہلے اور یہ کہ ان چھوڑوں تکبیروں میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔ اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تکبیر کی مقدار سکتہ کرے۔ نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے اور خطبہ جمعہ میں جو چیزیں سنت ہیں اس میں بھی سنت

اور جو وہاں مکروہ ہیں یہاں بھی مکروہ ہیں صرف دو باتوں میں فرق ہے ایک یہ کہ جمعہ کے پہلے خطبہ سے پیشتر خطیب کا بیٹھنا سنت تھا اور اس میں نہ بیٹھنا سنت ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں پہلے سات بار اور منبر سے اترنے کے پہلے چودہ بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور جمعہ میں نہیں عیدالفطر کے خطبہ میں صدقۂ فطر کے احکام کو تعلیم کرے وہ پانچ باتیں ہیں کس پر واجب ہے اور کس کے لیے اور کب اور کتنا اور کس چیز سے بلکہ مناسب یہ ہے کہ عید سے پہلے جو جمعہ پڑھے اس میں بھی یہ احکام بتا دے کہ پہلے سے لوگ واقف ہو جائیں اور عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے احکام اور تکبیرات تشریق کی تعلیم دی جائے (عالمگیری) عیدالاضحیٰ سب احکام میں عیدالفطر کی طرح ہے صرف بعض باتوں میں فرق ہے اس میں مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے اگرچہ قربانی نہ کرے اور کھا لیا تو کراہت نہیں اور راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہتا جائے اور عیدالاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے بارھویں تک بلا کراہت موخر کر سکتے ہیں۔ بارھویں کے بعد پھر نہیں ہو سکتی اور بلا عذر دسویں کے بعد مکروہ ہے (عالمگیریہ) قربانی کرنی ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلی سے دسویں ذی الحجہ تک نہ حجامت بنوائے نہ ناخن ترشوائے۔ نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرھویں عصر تک کی ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد جو جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے اور تین بار افضل اسی کو تکبیر تشریق کہتے ہیں اور وہ یہ ہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔ (تنویر الابصار)

تکبیر تشریق سلام پھیرنے کے بعد فوراً واجب ہے اور تکبیر تشریق اس پر واجب ہے جو شہر میں مقیم ہو یا جس نے اس کی اقتداء کی تو امام کی پیروی میں مقتدی پر بھی واجب ہے۔ اور مقیم نے مسافر کی اقتداء کی تو مقیم پر واجب ہے اگرچہ امام پر نہیں۔ غلام پر تکبیر تشریق واجب ہے اور عورتوں پر نہیں۔ اگرچہ جماعت سے نماز پڑھی۔ ہاں اگر مرد کے پیچھے عورت نے پڑھی اور امام نے اس کے امام ہونے کی نیت کی تو عورت پر بھی واجب ہے مگر آہستہ کہے۔ اسی طرح لوگوں نے برہنہ نماز پڑھی ان پر تکبیر واجب

نفل سنت وتر کے بعد تکبیر واجب نہیں اور جمعہ کے دن واجب ہے اور نماز عید کے بعد بھی کہہ لے (در مختار) اور دنوں کی قضا کی تو پھر بھی تکبیر نہیں۔ منفرد پر تکبیر واجب نہیں مگر اتنا منفرد بھی کہہ لے تو درست ہے۔ امام اگر بھول گیا اور تکبیر رہ گئی تو بھی مقتدی پر واجب ہے۔ اگرچہ مقتدی مسافر یا دیہاتی یا عورت ہو ان ایام میں اگر عام لوگ بازاروں میں باعلان تکبیریں کہیں تو انھیں منع نہیں کیا جائے گا۔

گہن کی نماز کا بیان

حدیث میں وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گہن کی نماز پڑھائی اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز نہیں سنتے تھے۔ یعنی آہستہ قرأت کی۔ گہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور چاند گہن کی مستحب سورج گہن کی نماز جماعت سے پڑھنا مستحب ہے اور تنہا بھی ہو سکتی ہے اور جماعت سے پڑھی جائے تو خطبہ کے سوا تمام شرائط جمعہ اس کے لیے شرط ہیں ورنہ تنہا پڑھیں گھر میں یا مسجد میں (شامی) اور بوقت گہن یا گہن چھوٹنا شروع ہو چکا ہو تو نماز گہن پڑھنی چاہیئے۔ گہن چھوٹنے کے بعد نہیں۔ نفلوں کی طرح دو دو رکعت پڑھیں۔ اس میں نہ اذان نہ اقامت نہ بلند آواز سے قرأت ہے۔ نماز کے بعد دعا کریں حتیٰ کہ آفتاب کھل جائے اور دو رکعت سے زائد بھی جائز ہے لوگوں کو جمع کرنے کے لیے اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کا لفظ کہہ سکتے ہیں۔ افضل یہ ہے کہ عیدگاہ یا جامع مسجد میں اس کی جماعت قائم کی جائے۔ چاند گہن کی نماز میں جماعت نہیں۔ امام ہو یا نہ ہو تنہا پڑھیں۔ نیز آندھی آئے یا دن میں سخت تاریکی چھا جائے یا رات میں خوفناک روشنی ہو یا متواتر بارش ہو رہی ہو یا کثرت سے اولے پڑیں یا زلزلے آئیں یا دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی دہشتناک امر پایا جائے ان سب کے لیے دو رکعت نماز مستحب ہے۔

نماز استسقاء کا بیان

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارش کے لیے ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا مانگی اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مُرِیْئًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَیْرَ آجِلٍ آپ نے یہ دُعا پڑھی تھی کہ بادل گھِر آیا (ابوداؤد) اسی طرح اور متعدد احادیث اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔ یہ نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں لیکن جماعت مسنون نہیں۔ جماعت اور تنہا ہر طرح جائز ہے۔ اس نماز کے پڑھنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ پرانے یا پیوند لگے کپڑے پہن کر تذلل خضوع خشوع تواضع کے ساتھ سر برہنہ پیدل جائیں اور پابرہنہ ہوں تو بہتر اور جانے سے پیشتر خیرات کریں اور کفار کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہ جاتے ہیں رحمت کے لیے اور کافر پر لعنت اُترتی ہے۔ تین روز پیشتر روزہ رکھیں اور توبہ پڑھیں اور پھر میدان میں جائیں اور وہاں توبہ کریں اور زبانی توبہ کافی نہیں بلکہ دل سے توبہ کریں اور جن کے حقوق ان کے ذمہ ہیں سب ادا کرے یا معاف کرا دیں کمزوروں بوڑھوں بوڑھیوں بچوں کے توسل سے دُعا کرے اور سب آمین کہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے تمھیں روزی اور مدد کمزوروں کے ذریعہ سے ملتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر جوان خشوع کرنے والے اور چوپائے چرنے والے اور بوڑھے رکوع کرنے والے اور بچے دودھ پینے والے نہ ہوتے تو تم پر شدت سے عذاب کی بارش ہوتی۔ اس وقت بچے ماؤں سے جدا رکھے جائیں اور مویشی بھی ساتھ لے جائیں غرض کہ تمام اسباب توجہ رحمت مہیا کریں اور تین روز متواتر جنگل کو جائیں اور دُعا کریں اور یہ بھی جائز ہے کہ امام دو رکعت نماز جہر کے ساتھ پڑھائے اور بعد زمین پر کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی خطبہ پڑھے اور اس میں دُعا تسبیح استغفار کرے اور دُعا میں ہاتھوں کو خوب بلند کرے اور پشتِ دست آسمان

کی طرف کرے اور اثنائے خطبہ میں چادر لوٹ دے یعنی اُوپر کا کنارہ نیچے اور نیچے کا اُوپر کر دے کہ حال بدلنے کی فال جو خطبہ سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف پیٹھ اور قبلہ کو منہ کر کے دُعا کرے اور بہتر ہے دُعائے ماثورہ پڑھے۔ اگر کثرت سے بارش ہو کہ نقصان کرنے والی معلوم ہو تو اس کے روکنے کی دُعا کر سکتے ہو اور اس کی دُعا حدیث میں یہ ہے اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ (بخاری و مسلم)

نمازِ خوف کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا فَاِذَا اٰمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اگر تمھیں خوف ہو تو پیدل یا سواری پر نماز پڑھو پھر جب خوف جاتا رہے تو اللہ کو اس طرح یاد کرو جیسا کہ اس نے سکھایا وہ کہ تم نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح اور فرمایا وَاِذَا کُنْتَ فِیْھِمْ فَاَقَمْتَ لَھُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْھُمْ مَّعَکَ وَلْیَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَھُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْیَکُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِکُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰی لَمْ یُصَلُّوْا فَلْیُصَلُّوْا مَعَکَ وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ (ترجمہ) "اور جب تم ان میں ہو تو نماز قائم کرو تو ان میں ایک گروہ تمھارے ساتھ کھڑا ہو اور انھیں چاہیئے کہ اپنے ہتھیار لیے ہوں۔ جب ایک رکعت کا سجدہ کر لیں تو تمھارے پیچھے ہوں اور اب دوسرا گروہ آئے جس نے تمھارے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی وہ تمھارے ساتھ پڑھے اور اپنی پناہ اور ہتھیار لیے رہیں۔"

حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عسفان اور ضجنان کے درمیان اُترے۔ مشرکین نے کہا کہ ان کے لیے ایک نماز ہے جو کہ باپ اور بیٹوں سے بھی ان کو پیاری ہے اور وہ نمازِ عصر ہے۔ لہذا سب کام ٹھیک رکھو۔ یہ جب نماز کو کھڑے ہوں یک دم حملہ کرو۔ حضرت جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی۔ آپ اپنے اصحاب کے دو حصے کریں ایک گروہ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور دوسرا گروہ ان کے پیچھے سپر اور اسلحہ لیے کھڑا رہے۔ اسی طرح اور روایات میں نماز خوف کا تذکرہ آیا ہے۔

مسائل نماز خوف

نماز خوف جائز ہے جب کہ دشمنوں کا قریب میں ہونا یقین سے معلوم ہو اور اگر گمان تھا کہ دشمن قریب میں ہے اور نماز خوف پڑھی بعد میں بدگمانی کی غلطی ہو گئی تو مقتدی نماز کا اعادہ کریں یونہی دشمن دور ہو تو یہ نماز خوف جائز ہے یعنی اس صورت میں مقتدی کی نماز نہیں ہو گی اور امام کی ہو جائے گی۔ نماز خوف کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن سامنے ہو اور یہ اندیشہ ہے کہ اگر ایک ساتھ نماز پڑھیں تو وہ یک لخت حملہ کر دے گا۔ ایسے وقت میں امام جماعت کے دو حصہ کرے اگر کوئی گروہ اس پر راضی ہو کہ یہ بعد کو پڑھ لیں گے تو اسے دشمن کے مقابلہ میں آگے کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے پھر جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی اس میں کوئی امام ہو جائے اور یہ لوگ اس کے ساتھ نماز باجماعت پڑھ لیں اور اگر دونوں سے کوئی گروہ بعد میں نماز پڑھنے پر راضی نہ ہو تو امام ایک گروہ کو دشمن کے آگے کرے اور دوسرا امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ جب امام اس گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے تو یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں اور جو لوگ وہاں تھے وہ پیچھے چلے آئیں اب ان کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے مگر مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں یا دوسری رکعت یہیں پڑھ کر نماز پوری کر کے جائیں اور وہ لوگ آئیں اور اپنی رہی ہوئی ایک رکعت بغیر قرأت پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیریں۔ یہ دو رکعت والی نماز کا طریقہ ہے، عام ازیں کہ سرے سے دو رکعتی نماز ہو یا سفر کی وجہ سے چار کی دو رکعت رہ گئیں اور چار رکعت والی نماز امام ہر گروہ کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے گا اور یہ ردو بدل بطریق مذکور ہو گا اور مغرب میں پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعت اور دوسرے کے ساتھ ایک پڑھے اگر پہلے کے ساتھ

ایک پڑھی اور دوسرے کے ساتھ دو رکعت پڑھی تو نماز جاتی رہی۔ (درمختار۔ عالم گیری وغیرہ)
اور ایک رکعت کے بعد دشمن کے مقابل جانے سے مطلب پیدل جانا ہے۔ سواری
پر جائیں گے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ (ردالمحتار) اگر خوف بہت زیادہ ہو کہ سواری سے اتر
نہ سکیں تو سواری پر ہی تنہا اشارہ سے۔ جس طرف بھی منہ کر سکیں اسی طرف نماز پڑھیں
سواری پر جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے ہاں اگر ایک گھوڑے پر دو سوار ہوں پچھلا پہلے
کی اقتداء کر سکتا ہے اور سواری پر نماز اس وقت جائز ہو گی کہ دشمن ان کا تعاقب کر رہا ہو اور
اگر یہ دشمن کا تعاقب کر رہے ہوں تو سواری پر جائز نہیں (جوہرہ۔ درمختار) نماز خوف میں
صرف دشمن کے مقابل جانا اور وہاں سے امام کے پاس صف میں آنا یا وضو جاتا رہا تو وضو
کے لیے جانا چلنا معاف ہے۔ اس کے علاوہ چلنا نماز کو فاسد کر دے گا۔ اگر دشمن نے اسے
دوڑایا یا اس نے دشمن کو بھگایا تو نماز جاتی رہی۔ البتہ پہلی صورت میں اگر سواری پر ہو تو معاف
ہے (شامی) سواری نہیں تھا درمیان میں سوار ہو گیا۔ نماز جاتی رہی۔ البتہ پہلی صورت
میں اگر سواری پر ہو تو معاف ہے (شامی) سوار نہیں تھا درمیان میں سوار ہو گیا۔ نماز جاتی
رہی۔ خواہ کسی غرض سے سوار ہوا ہو اور لڑنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے مگر ایک تیر پھینکنے
اور بندوق کے ایک فیر کی اجازت ہے (شامی) دریا میں تیرنے والا اعضاء کو بغیر حرکت
دیئے کچھ دیر رہ سکے تو اشارے سے نماز پڑھے ورنہ نماز نہ ہو گی۔ جنگ میں تلوار
چلا رہا ہے اور وقت ختم ہو رہا ہے تو جنگ جاری رکھے اور بعد کو نماز پڑھے۔ ناجائز
سفر اور باغی کے لیے نماز خوف نہیں دشمن چلے جانے کے بعد اگر نماز خوف پڑھی تو
نماز نہ ہوئی۔ اسی طرح دشمن چلے جانے کے بعد قبلہ سے سینہ پھیرا تو نماز ٹوٹ گئی
نماز خوف میں ہتھیار لیے رہنا مستحب ہے۔ نماز خوف جس طرح دشمن کے خوف پر جائز
اسی طرح پر بڑے درندہ اور سانپ وغیرہ سے خوف کے وقت نماز خوف جائز ہے۔
(عالمگیری)

جمعہ کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ

مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَالِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. اے ایمان والو جب نماز کے لیے جمعہ کے روز اذان دی جائے تو ذکر خدا کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

فضائل بروزِ جمعہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بہتر دن کہ اس دن سورج نے طلوع کیا وہ جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں جنت میں داخل کیے گئے اور اسی میں انھیں جنت میں اُترنے کا حکم ہُوا اور قیامت بھی اسی روز قائم ہوگی (مسلم۔ ترمذی)

حدیث میں فرمایا کہ تمھارے افضل دنوں سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی میں انتقال کیا اور اسی میں نفخہ (ثانیہ) ہے اور اسی میں صعقہ (پہلی دفعہ صور پھینکنا) ہے۔ اسی روز کثرت سے درود پڑھو کہ تمھارا درود مجھ پہ پیش ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ جب حضور آپ کا انتقال ہوگا اس وقت درود کیسے پیش ہوگا۔ جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے وجودِ پاک کو مٹی پر حرام کر دیا ہے یعنی مٹی ان کو نہیں کھا سکتی۔ (ابو داؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

حدیث میں فرمایا جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے ہاں سب سے بڑا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک عیدین سے بھی بڑا ہے اور اس میں پانچ خصلتیں ہیں۔ آدم علیہ السلام کو اسی میں پیدا کیا اور اسی میں ان کو زمین پر اُتارا اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اس میں ایک ساعت ہے کہ اس میں بندہ جس چیز کا سوال کرے وہ اس کو دے گا اگر وہ حرام کا سوال نہ ہُوا اور اسی روز قیامت قائم ہوگی اور اسی روز سے ہر چیز فرشتے زمین آسمان ہَوا پہاڑ دریا سمندر وغیرہ خائف رہتے ہیں۔ (ابن ماجہ) اور دوسری روایت میں ہے کہ اس میں ایک گھڑی ہے کہ بندہ نماز پڑھنے میں اس کو پالے تو جس شے کا سوال کرے اللہ اس کو دے گا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث میں فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کو یا جمعہ کی رات کو مرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے عذاب

قبر سے بچایا جائے گا۔ اور وہ قیامت میں اس طرح آئے گا کہ اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی (احمد، ترمذی، ابونعیم)
اور روایت میں ہے جو جمعہ کو مرے گا اس کے لیے شہید کا اجر لکھا جائے گا اور فتنہ قبر سے بچا
رہے گا ۔ اور اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس پر کچھ حساب نہ ہوگا اور اس کے ساتھ
گواہ ہونگے جو گواہی دیں گے یا مہر ہوگی اور جمعہ اور عرفہ کا روز مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہے۔
(ترمذی وغیرہ)

فضائلِ نماز جمعہ

حدیث میں ہے کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کو آیا اور خطبہ سنا اور چپ
رہا اس کے لیے مغفرت ہو جائے گی ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان
میں اور تین دن زائد اور جس نے کنکری چھوٹی یعنی کنکری کو اس کی جگہ سے ہٹایا اس نے
لغو کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص ایک دن میں پانچ چیزیں کرے گا اللہ
تعالیٰ اس کو جنتی لکھے گا۔ (۱) جو مریض کو پوچھنے جاوے (۲) اور جنازے میں حاضر ہو (۳)
اور روزہ رکھے (۴) اور جمعہ کو جائے (۵) غلام آزاد کرے۔ (ابن حبان)

جمعہ چھوڑنے پر وعید اور جھڑک

حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جمعہ چھوڑنے سے لوگ باز آجائیں
گے یا اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا جس کی وجہ سے وہ غافلین میں ہو جائیں گے۔ (مسلم)
حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ ایک
شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ جمعہ سے پیچھے رہ گئے ان کے گھروں کو جلا دوں۔
حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے
رسول پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کو مانتا ہے اس پر بروز جمعہ جمعہ پڑھنا فرض ہے مگر
مریض مسافر عورت بچہ غلام معذور افراد پر اور جو شخص کھیل کود لہو و لعب میں مصروف رہا
تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز ہے اور غنی ہے۔ جمعہ کے روز غسل کرنا اور خوشبو لگانا۔

حدیث میں ہے جو بلا عذر متواتر جمعہ ترک کر دے وہ منافقین میں لکھا گیا اس نے اسلام کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ (ترمذی۔ ابن خزیمہ)

حدیث میں فرمایا کہ جو شخص بروز جمعہ نہایا اور بقدر طہارت کی اور تیل ملا اور گھر کی خوشبو لگائی پھر نماز کو نکلے اور دو شخصوں میں جدائی نہ کرے یعنی زبردستی بیچ میں نہ بیٹھے اور جو نماز اس کے لیے لکھی گئی ہے وہ پڑھے اور خطبہ خاموشی سے سنے اس کے لیے ان گناہوں کی جو اس جمعہ اور آئندہ جمعہ کے درمیان ہوں گے معافی کر دی جائے گی۔ دوسری روایت ہے کہ جو جمعہ کو نہائے اور اول وقت آئے۔ شروع خطبہ میں شریک ہو اچل کر آئے سواری پر نہ آئے امام کے قریب بیٹھے اور کان لگا کر خطبہ سنے اور لغو کام نہ کرے اس کے لیے ہر قدم کے بدلے سال بھر کا عمل ہے۔ ایک سال کے دنوں کے روزے اور راتوں کے قیام کا اجر اس کو ملے گا۔ (احمد۔ نسائی۔ ابن ماجہ، ابن خزیمہ) جمعہ کو آئے اور نہائے اگر خوشبو ہو تو لگائے۔ (ابن ماجہ)

جمعہ میں اوّل جانے کا ثواب۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے روز غسل کرے جیسے جنابت کا غسل ہے پھر پہلی ساعت میں آجائے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گائے کی قربانی کی اور جو تیسری ساعت میں گیا گویا اس نے سینگ والے مینڈھے کی قربانی کی اور جو چوتھی ساعت میں گیا گویا اس نے مرغی نیک کام میں خرچ کی اور جو پانچویں ساعت میں گیا گویا انڈا خرچ کیا۔ پھر جب امام خطبہ کو نکلا ملائکہ ذکر سننے حاضر ہو جاتے ہیں (بخاری۔ مسلم ابو داؤد۔ ترمذی) دوسری روایت میں ہے کہ جب امام خطبہ کو نکلتا ہے تو فرشتے دفتر طے کر لیتے ہیں، کسی نے ان سے کہا تو جو شخص امام نکلنے کے بعد آئے اس کا جمعہ نہ ہوا کہا ہاں ہوا تو لیکن وہ دفتر میں نہیں لکھا گیا۔ (احمد طبرانی) روایت میں ہے جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں اس نے جہنم کی طرف پل بنایا۔ (ترمذی ابن ماجہ) حدیث میں ہے

کہ جمعہ میں تین قسم کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ ایک وہ کہ لغو کے ساتھ حاضر ہوا تو اس کا حصہ جمعہ سے وہی لغو ہے یعنی اس کو اجر نہ ملے گا اور ایک وہ شخص ہے کہ اللہ سے دعا کی تو چاہے دے یا نہ دے اور ایک وہ کہ سکوت کے ساتھ حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی نہ گردن پھلانگی نہ کسی کو ایذا دی تو جمعہ اس کے لیے کفارہ ہے آئندہ جمعہ اور تین روز زیادہ تک۔

جمعہ کے مسائل

جمعہ نماز کی طرح فرض عین ہے اور اس کی فرضیت ظہر سے زیادہ موکدہ ہے اس کا منکر کافر ہے اور ترک کرنا سخت گناہ ہے۔

ادا جمعہ کی شرائط

جمعہ ادا کرنے کے لیے چھ شرطیں ہیں کہ اگر ایک بھی نہ پائی گئی تو جمعہ نہ ہوگا۔

(۱) جمعہ پڑھنے کے لیے مصر یا فنا مصر شرط ہے۔ اور مصر وہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے بازار ضلع یا پرگنہ ہوں کہ اس کے ساتھ دیہات متعلق ہوں اور وہاں کوئی صاحب توانا حاکم ہو جو کہ اپنی قوت سے ظالم سے مظلوم کا انصاف لے سکے یعنی اس کی اسے قدرت حاصل ہو۔ اگرچہ ناانصافی کرتا اور بدلہ نہ لیتا ہو اور فنا مصر سے مراد وہ مقام ہے جو کہ مصر کے آس پاس کی جگہ مصر کی ضرورتوں اور مصلحتوں کی خاطر مخصوص ہو۔ جیسے قبرستان گھوڑدوڑ کا میدان اور فوج کی چھاؤنی کچہریاں اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے اگرچہ باہر ہوں ان کا فنا مصر میں شمار ہوتا ہے۔ وہاں پر جمعہ جائز ہے خلاصہ یہ کہ ایسے شہر و قصبہ اور ان کی فنا میں جمعہ جائز ہے۔ اور گاؤں میں جائز (شامی وغیرہ) جو جگہ شہر کے قریب ہو گو وہ فنا مصر نہ ہو۔ مگر اذان کی آواز وہاں پہنچتی ہے۔ وہاں کے لوگ شہر میں آکر جمعہ ادا کریں۔ گاؤں کے رہنے والا اگر جمعہ کو شہر میں آیا اور جمعہ کے روز شہر میں رہنے کا ارادہ ہو تو وہ جمعہ پڑھے۔ جمعہ کے دنوں میں منیٰ میں جمعہ پڑھا جائے گا جبکہ خلیفہ یا امیر حجاز یعنی وہاں موجود ہو اور امیر یعنی وہ جو حاجیوں

کے انتظام کے لیے امیر بنا یا گیا ہو جمعہ نہیں قائم کر سکتا مگر حج کے دنوں کے علاوہ اور دنوں میں منیٰ میں جمعہ نہیں ہو سکتا اور عرفات میں کسی وقت جمعہ نہیں ہو سکتا نہ ایام حج میں اور نہ ہی اور دنوں میں۔ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر بلا ضرورت بہ تعدد جمعہ نہ پڑھایا جائے کہ جمعہ شعائر اسلام سے ہے اور جامع اجتماعات ہے اور تعدد کی صورت میں وہ شوکت و دبدبہ اسلامی باقی نہیں رہتا جو کہ ایک اجتماع عظیم میں ظاہر ہوتا ہے۔

تنبیہہ

یہ امر خاص قابل توجہ ہے کہ جمعہ کی اہمیت دوسری نمازوں کی طرح نہ سمجھی جائے کہ جس نے چاہا پڑھا دیا اور جس نے چاہا ایک نیا جمعہ قائم کر دیا بلکہ اس کی ایک خاص شان ہے کہ اس کو سلطان یا اسلام یا اس کا نائب ہی قائم کر سکتا ہے۔ اگر وہاں پر اسلامی سلطنت نہ ہو تو وہاں پر جو سب سے بڑھ کر فقیہہ سُنی صحیح العقیدہ ہو احکام شرعیہ جاری کرے۔ وہ سلطان اسلام کے قائم مقام ہے لہذا وہی جمعہ قائم کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو عام لوگ جس کو امام بنائیں عالم کے ہوتے ہوئے عوام از خود کسی کو امام نہ بنائیں اور نہ ہی ایسا ہو سکتا ہے کہ دو چار شخص کسی کو امام بنائیں کہ ایسا جمعہ کہیں سے ثابت نہیں۔ (۲) دوسری شرط سلطان اسلام ہے یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

سلطان عادل ہو یا ظالم جمعہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح وہ جو زبردستی سلطان بن گیا یا اور اس میں بعض شرطیں نہ پائی جائیں وہ بھی جمعہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح کوئی عورت اگر زبردستی بادشاہ بن بیٹھی تو اس کے حکم سے جمعہ قائم ہو گا یہ خود نہیں قائم کر سکتی (شامی وغیرہ) امام جمعہ کی اجازت کے بغیر کسی نے اگر جمعہ پڑھایا تو امام یا وہ شخص جس کے حکم سے جمعہ قائم ہوتا ہے۔ شریک ہو گیا تو ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں (رد المحتار) حاکم شہر کا انتقال ہو گیا یا بوجہ فتنہ کہیں چلا گیا اور اس کے ولی عہد یا قاضی ماذون نے

جمعہ قائم کیا تو جمعہ جائز ہے۔ اگر شہر میں بادشاہِ اسلام نہ ہو یا اس سے اجازت نہ حاصل کر سکتے ہوں تو عوام جس کو چاہیں امام مقرر کر سکتے ہیں۔ بادشاہ اگر لوگوں کو جمعہ سے منع کر دے تو لوگ خود قائم کر لیں اور اگر اس نے کسی شہر کی شہریت کو باطل کر دیا ہے تو لوگوں کو اب جمعہ پڑھنے کا اختیار نہیں۔ امام جمعہ کو بادشاہ نے معزول کر دیا تو جب تک معزول کا پروانہ نہ آئے یا بادشاہ خود نہ آئے معزول نہ ہوگا۔ (عالمگیری) (۳) وقت ظہر یعنی وقت ظہر میں نماز پوری ہو جائے تو اثنار نماز میں اگر تشہد کے بعد عصر کا وقت آ گیا جمعہ باطل ہو گیا۔ ظہر کی قضا پڑھیں۔ (۴) خطبہ جمعہ یہ شرط ہے کہ وقت ہو اور نماز سے پہلے اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے یعنی خطیب کے علاوہ کم از کم تین مرد اور اتنی آواز سے ہو کہ پاس والے سن سکیں اگر کوئی چیز مانع نہ ہو۔ خطبہ ذکر الٰہی کا نام ہے اگرچہ صرف ایک بار الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہا اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا مگر اتنے ہی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ چھینک آئی اس پر الحمد للہ کہا یا تعجب کے طور پر سبحٰن اللہ کہا تو فرض خطبہ ادا نہ ہوا۔ خطبہ اور نماز میں زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے ورنہ خطبہ نہ ہوگا۔ سنت یہ ہے کہ دو خطبے پڑھے جائیں اور بڑے بڑے نہ ہوں۔ اگر دونوں مل کر طوال مفصل سے بڑھ جائیں تو مکروہ ہے خصوصاً جاڑوں میں (درمختار۔ غنیہ) خطبہ میں یہ چار چیزیں سنت ہیں۔ خطیب کا پاک ہونا۔ کھڑا ہونا۔ خطبہ سے پہلے خطیب کا بیٹھنا۔ خطیب کا ممبر پر ہونا اور سامعین کی طرف اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا اور بہتر یہ ہے کہ منبر محراب کی بائیں جانب ہو۔ حاضرین کا متوجہ با امام ہونا۔ خطبہ سے پہلے اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھنا کہ لوگ سنیں۔ الحمد سے شروع کرنا اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا۔ کم از کم ایک آیت کی تلاوت کرنا۔ پہلے خطبہ میں وعظ و نصیحت کرنا۔ دوسرے میں حمد و ثناء و شہادت و درود کا اعادہ کرنا۔ اہل اسلام کے لیے دعا کرنا۔ دونوں خطبے ہلکے ہونا۔ دونوں کے درمیان بقدر تین آیت پڑھنے کے بیٹھنا۔ مستحب یہ ہے کہ دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ کے لحاظ

سے آواز پست ہو اور خلفاء راشدین و عمّین مکرّمین حضرات حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر پاک ہو۔ بہتر یہ ہے کہ دوسرا خطبہ یہاں سے شروع ہو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مرد اگر امام کے سامنے ہو تو امام کی طرف متوجہ ہو اور دائیں بائیں ہو تو امام کی طرف مڑ جائے اور امام سے قریب ہونا افضل ہے مگر گردنیں نہ پھلانگے ہاں اگر امام ابھی خطبہ کو نہیں گیا اور آگے جگہ باقی ہے تو آگے جا سکتا ہے اور اگر خطبہ شروع ہونے کے بعد آیا تو مسجد کے کنارہ پر بیٹھ جائے اور خطبہ کی حالت میں دو زانو ہو کر بیٹھے جیسا کہ نماز میں بیٹھتے ہیں۔ بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو کہ اس میں نہ ہو حرام ہے۔ غیر عربی میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ دوسری کوئی زبان خلط کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے۔ یونہی خطبہ میں اکثر اشعار استعمال نہیں کرنے چاہیئے۔ ایک دو اگر پند و نصیحت کے طور پر کہہ لیے جائیں تو ہرج نہیں۔ (۵) اذنِ عام یعنی مسجد کا دروازہ کھولا جائے کہ جس مسلمان کا جی چاہے آئے کسی کی روک ٹوک نہ ہو۔ اگر جامع مسجد میں جمع ہو گئے دروازہ بند کر کے جمعہ پڑھا نہ ہوا۔ عورتوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے روکا جائے تو یہ اذنِ عام کے خلاف نہ ہوگا کہ ان کے آنے میں خوف فتنہ ہے۔ (۶) چھٹی شرط ہے جماعت یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین مرد اگر تین مسافر یا بیمار یا گونگے یا ان پڑھ مقتدی ہوں تو جمعہ ہو جائے گا اور صرف بچے ہوں تو نہیں خطبہ کے وقت جو لوگ موجود تھے وہ بھاگ گئے اور دوسرے تین شخص آ گئے تو ان کے ساتھ امام جمعہ پڑھے یعنی جمعہ کی جماعت کے لیے انھیں لوگوں کا ہونا ضروری نہیں جو خطبہ کے وقت حاضر تھے بلکہ ان کے غیر سے بھی ہو جائے گا۔ پہلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پیشتر سب مقتدی بھاگ گئے یا صرف دو رہ گئے تو جمعہ باطل ہو گیا سرے سے ظہر کی نیت باندھے۔ امام نے جب اللہ اکبر کہا اس وقت مقتدی باوضو تھے مگر انھوں نے نیت نہ باندھی پھر یہ سب بے وضو ہو گئے اور دوسرے لوگ آ گئے یہ چلے گئے تو جمعہ ہو گیا۔ **جمعہ** واجب ہونے کے لیے گیارہ شرطیں کہ ان سے ایک بھی اگر معدوم ہوئی تو جمعہ فرض نہیں پھر اگر پڑھے گا تو ہو جائے گا بلکہ مرد

عاقل بالغ کے لیے جمعہ پڑھنا افضل ہے اور عورت کے لیے ظہر پڑھنا افضل، ہاں عورت کا مکان جمعہ مسجد سے متصل ہو کہ گھر میں امام کی آواز آ سکتی ہے تو عورت کے لیے بھی جمعہ پڑھنا افضل ہے اور نابالغ نے جمعہ پڑھا تو نفل ہے۔ (۱) شہر میں مقیم ہونا۔ (۲) صحت کہ مریض پر جمعہ فرض نہیں جو مسجد تک نہیں پہنچ سکتا (۳) آزاد ہونا کہ غلام پر جمعہ فرض نہیں اور اس کا آقا و مولی ان کو منع کر سکتا ہے۔ مکاتب غلام پر جمعہ واجب ہے۔ یونہی جس غلام کا کچھ حصّہ آزاد ہو چکا ہو اور باقی کے لیے سعی کرتا ہو یعنی بقیہ رقم آزاد ہونے کے لیے کما کر اپنے آقا و مولی کو دیتا ہو اس پر بھی جمعہ فرض ہے۔ نوکر اور مزدور کو نہیں روکا جا سکتا۔ البتہ اگر جامع مسجد دُور ہے تو جتنا حرج ہوا ہے اس کی مزدوری میں کمی کر سکتا ہے اور مزدور اس کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا (۴) چوتھی شرط مرد ہونا۔ (۵) پانچویں مرد کا بالغ ہونا۔ (۶) چھٹا عاقل ہونا۔ یہ دونوں شرطیں خاص جمعہ کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر عبادت کے لیے لازمی ہونے میں عقل و بلوغت شرط ہے (۷) انکھیارا ہونا ایک چشم اور جس کی نگاہ کمزور ہو اس پر جمعہ فرض ہے یونہی جو اندھا مسجد میں اذان کے وقت باوضو ہو اس پر جمعہ فرض ہے اور وہ نابینا جو خود مسجد جامع تک بلا تکلف نہ جا سکتا ہو اگرچہ کوئی لے جانے والا ہو اُجرت مثل پر لیجاوے یا بلا اُجرت اس پر جمعہ فرض نہیں اور وہ نابینے جو بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے ہر جگہ ہر مسجد میں چلتے پھرتے ہیں بلکہ بلا پوچھے جا سکتے ہیں ان پر جمعہ فرض ہے۔ (ردالمحتار) (۸) چلنے پر قادر ہونا لہٰذا اپاہج پر جمعہ فرض نہیں۔ جس کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو یا فالج سے بیکار ہو گیا ہو اگر مسجد جا سکتا ہو تو اس پر جمعہ فرض ہے ورنہ نہیں۔ (درمختار) (۹) قید میں نہ ہونا جبکہ کسی دین و قرض کی وجہ سے قید ہو اور مال دار ہے دینے پر قادر ہے اس پر جمعہ فرض ہے (۱۰) بادشاہ یا چور وغیرہ کا خوف نہ ہونا مفلس قرض دار کو اگر خطرہ ہے کہ قید میں چلا جاؤں گا اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ (۱۱) مینہ یا اولے یا سردی کا نہ ہونا یعنی یہ اس قدر ہو کہ ان سے نقصان کا خوف صحیح ہو۔ جمعہ کی امامت ہر مرد کر سکتا ہے جو اور نمازوں میں امام بن

سکتا ہو اگرچہ اس پر جمعہ فرض نہ ہو جیسے مریض مسافر غلام۔ جس پر جمعہ فرض ہے اسے شہر میں جمعہ ہو جانے سے پہلے ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یہ شخص کہ جو جمعہ ہونے سے پہلے ظہر پڑھ چکا تھا نادم ہو کر گھر سے جمعہ کی نیت سے نکلا اگر امام نماز میں ہو تو اس کی ظہر جاتی رہی۔ جمعہ مل جائے تو پڑھ لے ورنہ ظہر کی نماز پھر پڑھے۔ اگرچہ مسجد دُور ہونے کے سبب جمعہ نہ ملا ہو۔ مسجد جامع میں یہ شخص نے ظہر کی نماز پڑھ لی ہے اور جس جگہ نماز پڑھی وہیں بیٹھا رہا تو جب تک جمعہ شروع نہ کرے ظہر باطل نہیں اور بقصد جمعہ وہاں سے ہٹا تو باطل ہو گئی (ردالمحتار) جن صورتوں میں ظہر باطل ہونا کہا گیا ہے اس سے مراد فرض جاتا رہنا ہے کہ یہ نماز اب نفل ہو گئی۔ جس پر کسی عذر کی وجہ سے جمعہ فرض نہ تھا وہ اگر ظہر پڑھ کر جمعہ کے لیے نکلا تو اس کی نماز بھی جاتی رہی جیسا کہ اُوپر گزرا۔ مریض مسافر قیدی یا کوئی اور جس پر جمعہ فرض نہیں ان لوگوں کو بھی جمعہ کے دن شہر میں جماعت کے ساتھ ظہر پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ جمعہ ہونے سے پیشتر جماعت کریں یا بعد میں یونہی جنھیں جمعہ نہ ملا وہ بھی بغیر اذان و اقامت ظہر کی نماز تنہا تنہا پڑھیں جماعت ان کے لیے بھی ممنوع ہے۔ علماؒ فرماتے ہیں جن مسجدوں میں جمعہ نہیں ہوتا انھیں جمعہ کے دن ظہر کے وقت بند رکھیں۔ (درمختار) گاؤں میں جمعہ کے روز بھی ظہر کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں (عالمگیری) معذور اگر جمعہ کے روز ظہر پڑھے تو مستحب یہ ہے کہ نماز جمعہ ہو جانے کے بعد پڑھے اور تاخیر نہ کی تو مکروہ ہے۔ جمعہ کے لیے پیشتر جانا مسواک کرنا اچھے اور سفید کپڑے پہننا اور تیل اور خوشبو لگانا اور پہلی صف میں بیٹھنا مستحب ہے اور غسل سنت (غنیۃ) جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو اس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام ممنوع ہے۔ البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھے۔ یونہی جو شخص سنت یا نفل پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کرلے (درمختار) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا سلام کا جواب سلام دینا وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں۔ یہاں تک کہ امر بالمعروف ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے۔ جب خطبہ پڑھے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے جو لوگ امام سے دور ہوں ہوں کہ خطبہ کی آواز ان تک

نہیں پہنچتی انھیں بھی چپ رہنا واجب ہے۔ اگر کسی کو بری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارہ سے منع کرسکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے (درمختار) خطبہ سننے کی حالت میں دیکھا کہ اندھا کوئیں میں گرا چاہتا ہے یا کسی کو بچھو وغیرہ کاٹنا چاہتا ہے تو زبان سے کہہ سکتے ہیں۔ اگر اشارہ یا دبانے سے بچا سکیں تو اس صورت میں بھی زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ (ردالمحتار) خطیب نے (خطبہ کے وقت) مسلمانوں کے لیے دُعا کی تو سامعین کو ہاتھ اٹھانا یا آمین کہنا منع ہے کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اثنائے خطبہ میں خطیب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیا تو درود شریف اور رضی اللہ تعالیٰ عنہم زبان سے پڑھنا نہ چاہیئے صرف دل سے پڑھیں۔ (درمختار) خطبہ جمعہ کے علاوہ اور خطبوں مثلاً عیدین وغیرہ کا سننا واجب ہے۔ پہلی اذان کے ہوتے ہی سعی واجب ہے اور جو معاملات سعی کے منافی ہوں ان کو چھوڑ دینا واجب ہے یہاں تک کہ راستہ چلتے ہوئے اگر خرید وفروخت کی تو یہ بھی ناجائز ہے اور مسجد میں خرید و فروخت تو سخت گناہ ہے۔ کھانا کھا رہا تھا کہ اذان جمعہ کی آواز آئی اگر یہ اندیشہ ہو کہ کھائے گا تو جمعہ فوت ہو جائے گا تو کھانا چھوڑ دے اور جمعہ کو جائے۔ جمعہ کے لیے اطمینان ووقار کے ساتھ جائے (عالمگیری) ہر دو اذانیں برابر بلند آواز سے کہی جائیں۔ خطبہ ختم ہوتے ہی اقامت کہی جائے ایسے وقت میں دنیا کی باتیں مکروہ ہیں۔ جمعہ کے روز سفر کیا اور زوال سے پہلے آبادی شہر سے نکل گیا تو حرج نہیں ورنہ ممنوع ہے (درمختار) سوال کرنے والا اگر آگے سے گزرتا گردنیں پھلانگتا ہو یا بلا ضرورت مانگتا ہو تو سوال بھی ناجائز ہے اور ایسے سائل کو دینا بھی گناہ بلکہ مسجد میں اپنے لیے مطلقاً سوال کی اجازت نہیں۔

جمعہ کے شب و روز کے بعض اعمال

جمعہ کی رات یا دن میں سورہ کہف کو پڑھنا بڑی فضیلت ہے اور رات کو پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف جمعہ کو پڑھے اس

کے لیے دونوں جمعوں کے درمیان روشن و منور ہوگا۔ اور جو جمعہ کی رات کو پڑھے اس کے لیے وہاں سے کعبہ تک نور روشن ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے روز سورۃ کہف پڑھے اس کے قدم سے آسمان تک نور بلند ہوگا جو قیامت کو اس کے لیے روشن ہوگا اور دو جمعوں کے درمیان جو گناہ ہوئے ہوں گے بخش دیئے جائیں گے۔ **حدیث** میں وارد ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز یا رات کو سورہ حٰم الدخان پڑھے گا اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بنائے گا اور اُس کی مغفرت ہو جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن یا رات میں جو یٰسین شریف پڑھے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ **فائدہ**۔ جمعہ کے روز روحیں جمع ہوتی ہیں لہذا اس میں زیارت قبور کرنی چاہیئے اور اس روز جہنم نہیں بھڑکایا جاتا۔ (نسائی۔ بیہقی۔ ابن مردویہ طبرانی۔ در مختار وغیرہ)

بیماری کا بیان

بیماری ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس کے فوائد بے شمار ہیں اگرچہ بظاہر آدمی اس کو تکلیف محسوس کرتا ہے مگر درحقیقت یہ راحت اور آرام کا بڑا ذخیرہ ہاتھ آتا ہے یہ ظاہری بیماری جس کو بیماری سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت میں روحانی بیماریوں کا بےنظیر علاج ہے۔ حقیقی امراض روحانی ہیں جو کہ بہت خطرناک اور مہلک امراض ہیں۔ موٹی بات ہے کہ انسان کتنا ہی غافل اور جاہل ہو جب اس کو کوئی مصیبت آئے تو خدا کو بہت یاد کرتا ہے توبہ و استغفار کرتا ہے تو چاہیئے کہ مصیبت میں صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور آئے دن ثواب سے محروم نہ رہیں اور پھر یہ ظاہر و باہر بات ہے کہ آئی ہوئی مصیبت بے صبری سے ٹلے گی نہیں تو پھر آئے ہوئے ثواب سے محرومی ہوئی مصیبت ہے لہذا ضروری ہے کہ مصیبت کے وقت کوئی حرکت خلاف شرع نہ کی جائے بلکہ صبر و استقلال اور شکر سے کام لیا جائے۔

عارضی بیماریوں پر صبر کرنے پر اجر و ثواب

ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مصیبت مثلاً غم اذیت حتیٰ کہ کانٹا چبھے تو صبر کرنے پر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرتا ہے اور دوسری روایت میں ہے مصیبت سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسا کہ درخت کے پتے (صحیح بخاری و مسلم) اور روایت میں ہے کہ بخار آدمی کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل کو (مسلم) اور مروی ہے کہ آنکھوں کے نہ ہونے کی مصیبت پر صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ (بخاری)

حدیث میں فرمایا کہ بندہ جب عبادت کے اچھے طریقہ پر ہو اور پھر بیمار ہو جائے تو جو فرشتہ اس پر متعین ہے اس کو ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں حالت صحت کے سے اعمال لکھتے جاؤ یہاں تک کہ مرض سے نجات ملے یا یہ اللہ کو پیارا ہو جائے۔ (شرح السنۃ)

حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے کہ تکالیف کس پر زیادہ آتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام پر جو بہتر ہیں۔ پھر جو بہتر ہیں آدمی میں جتنا دین ہوتا ہے اسی کے اندازہ سے بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اگر دین میں قوی ہے تو بلا بھی اس پر سخت آئے گی اور دین میں اگر ضعیف ہے تو مصیبت میں آسانی کر دی جاتی ہے اور اس کو ہمیشہ بلا میں مبتلا کیا جاتا ہے یہاں تک کہ زمین پر یوں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہ رہے۔

حدیث میں ہے کہ جتنی مصیبت زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ اور اللہ جب کسی کو محبوب بناتا ہے تو اس کو بلا میں ڈالتا ہے جو راضی ہو اس کے لیے رضا ہو اور جو ناراض ہو اس کے لیے ناراضگی۔

حدیث میں ہے بندہ کے لیے علم الٰہی میں کوئی مرتبہ متعین ہوتا ہے اور وہ اس کو بذریعہ اعمال حاصل نہیں کر سکتا تو اس کو بدن یا اولاد کی کسی مصیبت میں مبتلا

کیا جاتا ہے پھر اس کو توفیق صبر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کو اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے جو کہ اس کے لیے علم الٰہی میں مقدر ہے ۔ (احمد۔ابوداؤد)

حدیث شریف میں ہے کہ بروز قیامت جب اہل بلا کو ثواب دیا جائے گا تو عافیت والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں قینچیوں سے ان کی کھالیں کاٹ لی جاتیں۔ (ترمذی)

حدیث میں ہے کہ مومن جب بیمار ہو اور پھر اچھا ہو جائے اس کی بیماری گناہوں سے کفارہ ہو جاتی ہے اور آئندہ کے لیے نصیحت۔ اور منافق جب بیمار ہو اور پھر اچھا ہو جائے اس کی بیماری اُونٹ کی ہے کہ مالک نے اس کو باندھا پھر کھولا تو اس کو یہ معلوم نہیں کہ کیوں باندھا نہ یہ کہ کیوں کھولا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ بیماری کیا چیز ہے میں تو کبھی بیمار نہ ہُوا فرمایا ہمارے پاس سے اُٹھ جا کہ تو ہم میں سے نہیں۔

مریض کی بیمار پرسی کا بیان

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مسلمان کے مسلمانوں پر پانچ حق ہیں۔
(۱) سلام کا جواب دینا۔ (۲) مریض کے پوچھنے کو جانا۔ (۳) جنازہ کے ساتھ جانا۔
(۴) دعوت قبول کرنا۔ (۵) چھینکنے والے کا جواب دینا۔ (جب وہ الحمد للہ کہے) (بخاری ومسلم، ابن ماجہ) **دوسری** روایت میں ہے قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنا۔ مظلوم کی مدد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم۔)

حدیث میں ہے کہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ عرض کرے گا تیری عیادت کیسے کرتا تو تو رب العالمین ہے (یعنی خدا کیسے بیمار ہو سکتا ہے کہ اس کی عیادت کی جائے) فرمائے گا کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہُوا اور اس کی تو نے عیادت نہ کی کیا تو نہیں جانتا کہ تو اگر اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اور فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو نے نہ دیا۔ عرض کرے گا تجھے کس طرح کھانا دیتا تو تو رب العالمین ہے

فرمائے گا کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا۔ اور تو نے نہ دیا۔ عرض کرے گا کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو نے دیا ہوتا تو اس کو (یعنی اس کے ثواب کو) میرے پاس پاتا فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے نہ دیا کہ تجھے کیسے پانی دیں تو تو رب العالمین ہے۔ فرمائے گا۔ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تو نے نہ پلایا اگر پلایا ہوتا تو میرے ہاں پاتا (یعنی اس کا اجر و ثواب)۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کو صبح کو جائے تو شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور شام کو جائے تو شام تک اس کے لیے ستر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہے۔

(ابوداؤد۔ ترمذی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص پانچ چیزیں ایک دن میں کرے گا اللہ اس کو جنتیوں میں لکھے گا۔ مریض کی عیادت کرے۔ جنازہ میں حاضر ہو۔ روزہ رکھے۔ جمعہ کو جائے۔ غلام آزاد کرے۔ **دوسری** روایت میں ہے کہ غزوہ کو جائے یا امام کے پاس اس کی توقیر و تعظیم کے ارادہ سے جائے یا اپنے گھر میں بیٹھا رہے کہ لوگ اس سے سلامت رہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کو جائے تو سات بار یہ دعا پڑھے۔ اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ۔

موت آنے کا بیان

دنیا ایک حقیقت ناپائیدار ہے۔ ایک دن یقیناً مرنا ہے اور جب یہاں سے کوچ کرنا ہی ہے تو جہاں پر جانا ہے اس کی تیاری کرنی چاہیئے۔ اور اس کا تصور ہر وقت سامنے رہنا ضروری ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ موت کو یاد رکھو اور دنیا میں اس طرح رہو جیسا کہ ایک مسافر اور ظاہر ہے کہ مسافر راستہ میں اِدھر اُدھر مشغول نہیں ہوتا بلکہ اپنی منزل کو سامنے رکھتا ہے لہٰذا مسلمان کو چاہیئے کہ

دنیا میں نہ پھنسے اور دنیاوی تعلقات کو عارضی حیثیت دیتے ہوئے اپنی اُخروی تیاری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ اور کسی مصیبت پر موت کی آرزو نہ کرے کہ یہ منع ہے ہاں اگر ضرورت ہو تو یوں کہے کہ اے اللہ جب تک زندہ رہنا میرے لیے مفید ہو مجھ کو زندہ رکھ اور جب غیر مفید ہو تو مجھے موت دے اور اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھ اور پُرامید رہے کہ گو میں سخت گنہگار ہوں مگر وہ اپنے فضل سے میری مغفرت فرمائے گا کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا بندہ جس طرح میرے ساتھ گمان رکھتا ہے میں اس کے ساتھ اسی طرح پیش آتا ہوں۔ رُوح قبض ہونے کا سخت وقت ہوتا ہے۔ یہی مدارِ عمل ہے مگر آخرت کے صحیح تاثرات کا ثبوت اُسی وقت لازمی ہے کہ بہتر خاتمہ ہی پر سارا معاملہ موقوف ہے اور شیطان مردود اس وقت ایمان ضائع کرنے کی سر توڑ کوشش کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے اس کے مکر سے بچایا اور ایمان محفوظ رکھا وہ مراد کو پہنچا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

موت سے متعلق مسائل

جب مریض قریب الموت ہو اور علامات پائی جائیں تو اس کو دائیں طرف کر کے روبقبلہ کر دیں یا چت لٹا دیں اور پاؤں کو روبقبلہ کر دیں یا چت لٹا دیں اور پاؤں کو روبقبلہ کر دیں مگر دوسری صورت میں سر کو ذرا اونچا کر دیں اور قبلہ کو منہ کرنے کی وجہ سے اگر تکلیف ہوتی ہو تو اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور جب تک رُوح گلے تک نہ آئے تو اس کو تلقین کریں تاکہ اس کا کلام کلمہ خیر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔ (عالمگیری) اس وقت حیض نفاس والی عورتیں اس کے پاس آسکتی ہیں اور اگر اس مکان میں کوئی جاندار کی تصویر ہو یا کتا ہو تو ان کو نکالا جائے کہ اس وقت رحمت کی ضرورت ہوتی ہے اور جہاں یہ چیزیں ہوتی ہیں وہاں پر رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور کوئی بُرا کلمہ منہ سے نہ نکل جائے کہ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں اور رُوح نکلنے میں اگر سختی دیکھیں تو سورۂ یٰسین پاک اور سورۂ رعد پڑھیں۔ جب رُوح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر سے جا کر

گرہ کر دیں کہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کر دی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں اور اس کے پیٹ پر گیلی مٹی یا اور کوئی معمولی وزنی چیز رکھ دی جائے کہ پیٹ پھول نہ جائے۔ میت کے سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں اور کسی اُونچی جگہ رکھیں تاکہ زمین کی سیل نہ پہنچے اور موت کی شدت میں اگر میت کے منہ سے کلمہ کفر یا اور کوئی بُرا کلمہ نکلے تو اس پر کفر کا حکم نہ دیں گے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ موت کی سختی کی وجہ سے یا گھبراہٹ سے یہ کلمہ نکل گیا ہو۔ (درمختار) اگر میت کے ذمہ کچھ قرض ہو تو اس کو فوراً ادا کر دیا جائے اور میت کے پاس قرآن اور دیگر اذکار میں کچھ حرج نہیں جب کہ اس کا بدن چھپا ہوا ہو اور کفن و دفن میں حتی الوسع جلدی کرنا چاہیئے اور جنازہ میں شمولیت کے لیے اس کے پڑوسیوں اور تعلق داروں کو اطلاع کر دیں کہ سب مل کر کثرت سے دُعا کریں۔ عورت اگر مر گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہو تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے اور عورت اگر زندہ ہے اور بچہ پیٹ میں مر گیا اور عورت کی جان پر بنی ہوئی ہے تو بچہ کاٹ کر نکالا جائے اور بچہ بھی اگر زندہ ہو تو کاٹ کر نکالنا ہرگز جائز نہیں گو کتنی تکلیف ہو۔ حاملہ عورت اگر مر گئی۔ کسی نے اس کو خواب میں دیکھا کہ اس کے بچہ ہوا تو اس خواب کی وجہ سے قبر کھودنی جائز نہیں۔ (عالمگیری وغیرہ)

میّت کو نہلانے کا بیان

میّت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے کہ اگر بعض نے غسل دے دیا تو سب سے یہ فرض ساقط ہو گیا۔ غسل دینے والا پاک ہونا چاہیئے۔ جنبی یا حیض والی عورت نے غسل دے دیا تو مکروہ ہے مگر ہو جائے گا اور اگر بے وضو نے غسل دیا تو کراہت بھی نہیں بہتر ہے کہ نہلانے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو وہ نہ ہو یا وہ نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار اور پرہیزگار اور نہلانے والا با اعتماد ہو کہ میّت کی کوئی اچھی بات دیکھے مثلاً اس کا چہرہ چمک اٹھا یا اس سے خوشبو آنے لگے تو اس کو لوگوں کے سامنے بیان کرے اور اگر بری بات دیکھی

مثلاً چہرہ کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا عورت یا اعضاء میں تغیر آ گیا تو اُسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنی جائز بھی نہیں کہ حدیث شریف میں ہے اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو (جوہرہ نیرہ) نہلانے والا میت کے اعضاء کی طرف بقدر ضرورت دیکھے اور مستحب ہے کہ اس کے پاس خوشبو ئی سلگائی جائے کہ اگر میت کے بدن سے بو آئے تو اس کو پتہ نہ چلے۔ نہلانے والے اگر متعدد ہوں تو نہلانے پہ اُجرت لے سکتا ہے اور اگر دوسرا ہے ہی نہیں تو اُجرت لینا جائز نہیں۔ مرد کو مرد نہلائے اور عورت کو عورت۔ میت اگر چھوٹا لڑکا ہے تو اس کو عورت بھی نہلا سکتی ہے اور چھوٹی لڑکی مرد بھی۔ جس مرد کا عضو تناسل یا انثیین کاٹ لیے گئے ہوں وہ مرد ہی ہے۔ عورت جب تک مرد کے نکاح سے نکل نہ جائے اس وقت تک بوقت ضرورت اپنے مرد کو غسل دے سکتی ہے۔ اجنبی عورت غسل نہیں دے سکتی۔ عورت اگر طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ عورت مر جائے تو مرد اس کو نہیں نہلا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو بلا حائل چھو سکتا ہے ہاں دیکھ سکتا ہے۔ عورت مر گئی اور کوئی عورت موجود نہیں تو اس کا محرم ہاتھ سے تیمم کرائے اور اگر اجنبی ہے تو گو شوہر ہو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنس زمین پر ہاتھ مار کر تیمم کرائے اور شوہر کے علاوہ اگر کوئی اور اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنس زمین پہ ہاتھ مار کر تیمم کرائے اور شوہر کے علاوہ کوئی اور اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے اور شوہر کو اس کی حاجت نہیں اور شوہر عورت کا منہ دیکھ سکتا ہے کندھا دے سکتا ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو قبر میں اُتار سکتا ہے۔ عورت جوان ہو یا بوڑھی دونوں کا ایک ہی حکم ہے (در مختار عالمگیری) مرد کا انتقال ہو گیا مگر وہاں نہ کوئی مرد ہے نہ بیوی تو جو عورت وہاں ہو وہ تیمم کرائے اور یہ عورت اگر اس کی محرم ہے یا باندی تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر اجنبی ہے تو وہ کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے خنثیٰ مشکل اگر انتقال کر جائے تو اس کو نہ مرد غسل دے سکتا ہے نہ عورت بلکہ اس کو تیمم کرا دیا جائے اور تیمم کرانے والا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر لے اور کلائیوں کی طرف نہ دیکھے۔ یونہی خنثیٰ مشکل کسی مرد یا عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔ خنثیٰ مشکل اگر چھوٹا بچہ ہو تو اس کو مرد بھی نہلا سکتے ہیں۔

اور عورتیں بھی اور یونہی برعکس مسلمان میت کا غسل اس کا کافر باپ نہیں دے سکتا بلکہ اور مسلمان غسل دیں گے۔ مردہ اگر پانی میں گر گیا یا اس پر مینہ برسا کہ سارے بدن پر پانی بہہ گیا غسل ہو گیا مگر زندوں پر جو غسل میت واجب ہے وہ اس وقت بری الذمہ ہوں گے کہ اس کو نہلائیں۔ لہٰذا اگر مردہ پانی میں ہو تو اس کو تین مرتبہ حرکت دے دیں سب بری ہو جائیں گے۔ میت کو اگر کسی نابالغ یا کافر نے نہلا دیا غسل ادا ہو گیا۔ اسی طرح اگر اجنبی عورت مرد کو اور مرد اجنبی نے عورت کو غسل دیا تو ہو گیا اگرچہ نہلانا ان کو ناجائز تھا (رد المحتار) اگر مسلمان مردے کافر مردوں میں مل گئے تو ختنہ وغیرہ کسی علامت سے شناخت کر کے مسلمان مردوں کا جنازہ پڑھیں اور کفن دفن کریں۔ کافر مردے کے لیے غسل کفن دفن نہیں بلکہ ایک چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں داب دیں اور یہ بھی اس وقت کریں کہ وہاں اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا اس کو لے نہ جاوے ورنہ مسلمان نہ ہاتھ لگائے نہ اس کے جنازہ میں شرکت کرے اور اگر بوجہ قرابت قریبہ شریک ہو تو دُور دور رہے اگر مسلمان ہی اس کا رشتہ دار ہے اور اس کا ہم مذہب کوئی نہ ہو یا لے نہیں اور بلحاظ قرابت غسل کفن دفن کرے تو جائز ہے مگر کسی امر میں سنت کا لحاظ نہ کرے بلکہ نجاست دھونے کی طرح اس پر پانی بہائے اور چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں بہا دے۔ اور یہ اصلی کافر کا حکم ہے اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ مطلقاً نہ اس کو غسل دیں نہ کفن بلکہ کتے کی طرح کسی تنگ گڑھے میں دھکیل کر بلا حائل مٹی سے پاٹ دیں۔ (درمختار) کسی وجہ سے میت کا بدن اگر ایسا ہو گیا ہو کہ ہاتھ لگانے سے کھال ادھڑے گی تو ہاتھ نہ لگائیں صرف پانی بہا دیں۔ نہلانے کے بعد اگر ناک کان منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں (عالمگیری درمختار) میت کی داڑھی یا سر میں کنگھا کرنا یا ناخن تراشنا یا کسی جگہ کے بال مونڈنا یا کترنا یا اکھاڑنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ جس حالت میں ہو اُسی حالت میں دفن کر دو۔ میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں کھینچے نہ رکھیں۔ سینہ پر بند رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے اور نہ ہی ناف کے نیچے رکھیں۔ غسل کے لیے

نئے گھڑے بدھنے لاتے ہیں کوئی ضروری نہیں بلکہ گھر کے استعمالی گھڑے وغیرہ بھی کار آمد ہو سکتے ہیں اور یہ گھڑے اگر ان پر چھینٹوں کا خطرہ ہو تو اچھی طرح دھو کر کام میں لائے جا سکتے ہیں۔

کفن کا بیان

میت کو کفن دینا فرضِ کفایہ ہے اور کفن کے تین درجے ہیں۔ (۱) ضرورت۔ (۲) کفایت۔ (۳) سنت۔ مرد کے لیے سنت تین کپڑے ہیں۔ (۱) لفافہ۔ (۲) ازار (۳) قمیص۔ اور عورت کے لیے پانچ یعنی تین تو یہی اور اوڑھنی۔ سینہ بند اور کفایت۔ مرد کے لیے دو کپڑے ہیں (۱) لفافہ (۲) ازار۔ اور عورت کے لیے تین ۱۔ لفافہ۔ ۲۔ ازار۔ ۳۔ اوڑھنی یا لفافہ قمیص اوڑھنی۔ اور کفن ضرورت دونوں کے لیے یہ کہ جو میسر آئے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔ (در مختار۔ عالمگیری) لفافہ یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ وجود میت سے قدرے زائد ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں اور ازار یعنی تہہ بند چوٹی سے قدم تک اور قمیص جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو کم و بیشی نہ ہونی چاہیئے اور چاک و آستینیں اس میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے۔ مرد کی کفنی مونڈھے پر چیریں اور عورت کے لیے سینہ کی طرف، اوڑھنی ڈیڑھ گز کی ہونی چاہیئے اور سینہ بند پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔ (عالمگیری۔ رد المحتار) بلاضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔ کفن اچھا ہونا چاہیئے یعنی مرد عیدین کے لیے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی۔ اس قیمت کا ہونا چاہیئے اور سفید کفن سب سے بہتر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو سفید کپڑوں میں دفناؤ جو کپڑا کہ مرد کو زندگی میں پہننا شرعاً ممنوع تھا۔ اس کا کفن نہ بنایا جائے اسی طرح عورت اپنی زندگی میں جو کپڑا شرعاً نہیں پہن سکتی تھی اس کا کفن نہ دینا چاہیئے

چاہیئے۔ خنثی مشکل کو عورت کی طرح پانچ کپڑے دیئے جائیں مگر اس میں ایسا کپڑا نہ ہو جو کہ مرد کو شرعاً منع ہے جو نابالغ حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی اس کا دل عورت کی طرف رغبت کرتا ہو وہ بالغ کے حکم میں ہے اور اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو دو کپڑے دیئے جا سکتے ہیں اور لڑکے کو بھی دو کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیں اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو۔ (رد المحتار) میت نے مال نہ چھوڑا تو کفن اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ زندگی میں نفقہ تھا اور اگر کوئی ایسا نہیں جس پر نفقہ واجب ہوتا یا ہے مگر نادار ہے تو بیت المال سے دیا جائے۔ اور اگر بیت المال بھی وہاں پر نہ ہو تو وہاں کے مسلمانوں پر کفن دینا فرض ہے اگر معلوم تھا اور نہ دیا تو سب گنہ گار ہوں گے اگر ان کے پاس بھی نہیں تو ایک کپڑے کی قدر اور لوگوں سے سوال کر لیں۔ عورت نے اگر مال چھوڑا ہو اس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے۔ کفن کے واجب ہونے کا یہ مطلب ہے کہ کفن شرعی ہو یونہی باقی سامان تجہیز مثلاً خوشبو اور غسال اور لے جانے والوں کی اُجرت اور دفن کے مصارف سب میں شرعی مقدار مراد ہے۔ باقی اور باتیں اگر میت کے مال سے کی گئیں اور ورثہ بالغ ہوں اور سب ورثہ نے اجازت بھی دے دی ہو تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والوں کے ذمہ ہے۔ (رد المختار) میت اگر ایسی جگہ ہے کہ وہاں ایک ہی شخص ہے جس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے تو اس کو اپنے کپڑوں کا کفن بنانا ضرور نہیں۔

کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو غسل دینے کے بعد بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں اس سے زیادہ نہیں۔ پھر کفن یوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہہ بند پھر کفنی پھر میت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور ڈاڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں اور

موضع سجود یعنی ماتھے ناک ہاتھ گھٹنے قدم پر کافور لگائیں پھر ازار یعنی تہہ بند لپیٹیں پہلے بائیں اور پھر دائیں طرف سے تاکہ داہنا اُوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ عورت کو کفنی پہنا کر اس کے بال کے دو حصّہ کر کے اُوپر سینہ پر ڈال دیں اور کفنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اس کا طول نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک ہے۔ پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اُوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں (عالمگیری، درمختار وغیرہ) مرد کے بدن پر ایسی خوشبو نہ لگائیں جو ناجائز ہو مثلاً زعفران کی آمیزش ہو عورت کے لیے جائز ہے جس نے احرام باندھا ہے اس کے بدن پر بھی خوشبو لگائیں اور اس کا سر اور منہ کفن سے چھپا دیا جائے (عالمگیری) اگر مردہ جانور اور کفن پڑا ملا تو اگر میت کے مال سے دیا گیا ہے ترکہ میں شمار ہوگا اور اگر کسی اور نے دیا ہے اجنبی یا رشتہ دار نے تو دینے والا مالک ہے جو چاہے کرے۔ میت کا تیجہ۔ دسواں۔ چالیسواں ششماہی برسی وغیرہ اگر اپنے مال سے ورثہ منائیں تو جو چاہیں منائیں اور اگر میت کے مال سے ہوں تو یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ سب وارث بالغ ہوں اور سب کی اجازت ہو ورنہ نہیں مگر جو بالغ ہو وہ اپنے حصّہ سے کر سکتا ہے اور یہ بھی صورت ہے کہ میت نے ان کی وصیت کی ہو تو قرض ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی تہائی میں وصیت جاری ہوگی بہر صورت جائز طور پر سب کچھ کیا جا سکتا ہے ورثہ بالغین اپنے مال سے یا سب مل کر اپنی ذمہ داری پر ادا کریں۔

جنازہ لے چلنے کا بیان

جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے اس میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اُٹھایا (جوہرہ) اور سنت اس میں یہ ہے کہ چار شخص جنازہ اُٹھائیں۔ ایک ایک پایہ ایک ایک شخص لے اور

اگر صرف دو شخصوں نے جنازہ اُٹھایا ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہو تو حرج نہیں (عالمگیری) اس میں سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کے کندھا دے اور ہر بار دس دس قدم چلے اور پوری سنت یہ کہ پہلے دائیں سرہانے کندھا دے پھر داہنی پائنتی پر پھر بائیں سرہانے اور بائیں پائنتی اور دس دس قدم جنازہ سے چلے تو کل چالیس قدم ہوئے۔

حدیث میں آیا ہے جو چالیس قدم جنازہ سے چلے اس کے چالیس گناہ کبیرہ مٹا دیئے جائیں گے۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ جو جنازہ کے چاروں پایوں کو کندھا دے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ (جوہرہ عالمگیری درمختار) جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر مونڈھے پر رکھے۔ اسباب کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے۔ چوپایہ پر بھی جنازہ لادنا مکروہ ہے۔ ٹھیلے پر بھی لانے کا یہی حکم ہے۔ (عالمگیری) چھوٹا بچہ شیرخوار یا ابھی دودھ چھوڑا ہو یا اس سے کچھ بڑا اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا لے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہیں۔ اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اپنے بچہ کو ہاتھ پر لیے ہو جب بھی حرج نہیں۔ اور اس سے بڑا مردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔ (غنیہ، عالمگیری) جنازہ معتدل تیزی سے لے جائیں مگر نہ اس طرح کہ میت کو جھٹکا لگے اور ساتھ جانے والوں کے لیے افضل یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔ جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر اگر چلیں تو دور رہے ورنہ مکروہ۔ عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا مکروہ و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی اگر ساتھ ہو تو اس کو سختی سے منع کیا جائے بالفرض اگر عورتیں جنازہ کے ساتھ ہوں اور مرد کو اختلاط وغیرہ کا خدشہ ہو تو مرد کو آگے چلنا بہتر ہے اور جنازہ لے چلنے میں سرہانہ آگے ہونا چاہیئے اور جنازہ کے ساتھ آگ لے جانا منع ہے جنازہ لے جانے والے قبر کے احوال و اطوار کے پیش نظر چلیں بے معنی باتیں

نہ کریں ہنسیں نہیں دنیاوی باتیں نہ کریں بلکہ ذکر الٰہی کریں اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ذکر کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے۔ جنازہ زمین پر یوں نہ رکھیں کہ قبلہ کی طرف سر یا پاؤں ہوں بلکہ آڑا رکھیں کہ داہنی کروٹ قبلہ کو ہو۔ جنازہ اٹھانے پر اجرت لینا جائز ہے جب کہ اور بھی موجود ہوں مگر اس کو ثواب نہ ملے گا۔ میت اگر پڑوس یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے نفلی عبادت سے افضل ہے۔ جو جنازہ کے ساتھ ہو اس کو نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے۔ اور نماز کے بعد اجازت لے کر اور بعد دفن بلا اجازت واپس ہو سکتا ہے۔

نمازِ جنازہ کا بیان

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھا گنہ گار ہوا اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے جنازہ کے لیے جماعت شرط نہیں۔ ایک نے بھی اگر پڑھ لی تو فرض ادا ہو گیا۔ (عالم گیری) نماز جنازہ کے واجب ہونے کے لیے وہی شرائط ہیں جو کہ اور نمازوں کے لیے ہیں یعنی قادر بالغ عاقل مسلمان ہونا ایک بات اس میں زیادہ ہے کہ موت کی خبر ہونا۔ نماز جنازہ کے شرائط دو طرح کے ہیں۔ ایک مصلّی سے متعلق۔ دوسری میت سے متعلق۔ جو مصلّی سے متعلق ہیں وہ وہی ہیں جو کہ اور نمازوں میں مصلّی کے متعلق ہوتی ہیں یعنی مصلّی نماز پڑھنے والے کا حقیقی اور حکمی نجاست سے پاک ہونا۔ جگہ پاک ہونا کپڑے کا پاک ہونا۔ ستر عورت، قبلہ کو منہ ہونا اور نیت۔ اس میں وقت شرط نہیں۔ اور تکبیر تحریمہ رکن ہے شرط نہیں۔ اگر جوتے بغیر اتارے نماز پڑھی تو ضروری ہے کہ جوتا اور جگہ ہر دو پاک ہوں اور جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو لازمی طور پر جوتا پاک ہونا چاہیئے۔ جنازہ تیار ہے جانتا ہے کہ اگر وضو یا غسل کیا تو نماز جاتی رہے گی۔ تیمم کر کے نماز پڑھے۔ نماز جنازہ سواری پر پڑھی تو نہ ہوئی۔ امام کا بالغ ہونا شرط ہے۔ مرد ہو یا عورت نابالغ نے نماز پڑھائی تو نہ ہوئی اور نماز جنازہ میں میّت

سے تعلق رکھنے والی چند چیزیں ہیں۔ میت کا مسلمان ہونا اور میت سے مراد وہ ہے جو زندہ پیدا ہوا اور مر گیا تو اگر وہ مردہ پیدا ہوا یا بلکہ اگر نصف سے کم باہر نکلا تو زندہ تھا اور اکثر باہر نکلنے سے پہلے مر گیا تو اس کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی۔ چھوٹے بچے کے ماں باپ دونوں مسلمان ہوں یا ایک تو وہ مسلمان ہے اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ (درمختار) ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

وہ اگرچہ کیسا ہی گنہ گار اور مرتکب کبائر ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی نماز نہیں۔ باغی یعنی امام برحق پر ناحق خروج کرے اور اس بغاوت میں مارا جائے ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا کہ ان کو غسل دیا جائے اور نہ ان کی نماز پڑھی جائے مگر بادشاہ اسلام نے جب ان پر قابو پایا اور قتل کیا نماز و غسل ہے یا نہ وہ پکڑے گئے نہ مارے گئے بلکہ ویسے ہی مر گئے تو بھی غسل و نماز ہے۔ جو لوگ ناحق پاس داری سے لڑیں بلکہ جو ان کا تماشا دیکھ رہے تھے اور پتھر آ کر لگا اور مر گئے تو ان کی بھی نماز نہیں ہاں ان کے متفرق ہونے کے بعد مرے تو نماز ہے۔ جس نے کئی شخص گلا گھونٹ کر مار ڈالے۔ شہر میں ہتھیار لے کر رات کو لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو ہیں اس حالت میں مارے جائیں تو ان کی نماز نہ پڑھی جائے۔ اور جس نے اپنے ماں باپ کو مار ڈالا اس کی بھی نماز نہیں۔ جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اس حالت میں مارا گیا اس کی بھی نماز نہیں (عالمگیری۔ درمختار) جس نے خودکشی کر لی گویا سخت اور بڑا گناہ ہے اس کی نماز پڑھی جائے گی۔ جو شخص رجم کیا گیا یا قصاص میں مارا گیا اس کو غسل دیا جائے گا اور پر نماز پڑھی جائے گی اور بدن پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو غسل دیا گیا ہو یا غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو اور کفن پہنانے سے پیشتر اس کے بدن سے نجاست نکلی تو دھو ڈالی جائے اور بعد میں نکلی تو دھونے کی حاجت نہیں اور کفن پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ پاک کفن پہنایا جائے اور بعد میں اگر نجاست خارج ہوئی اور کفن آلودہ ہوا تو حرج نہیں (درمختار) بغیر غسل نماز پڑھی گئی نہ ہوئی غسل دے کر پھر پڑھیں اور اگر قبر میں رکھ چکے مگر مٹی ابھی نہیں ڈالی گئی تو قبر سے

نکالیں اور غسل دے کر نماز پڑھیں اور مٹی دے چکے تو اب نہیں نکال سکتے لہذا اب اُس کی قبر پر نماز پڑھیں کہ پہلی نماز نہ ہوئی تھی کہ بغیر غسل ہوئی تھی اور اب چونکہ غسل ناممکن ہے لہذا اب ہو جائے گی۔ شرط جنازہ کا وہاں موجود ہونا یعنی کل یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا لہذا غائب کی نماز نہیں ہو سکتی۔ جنازہ زمین پر رکھا ہونا یا ہاتھ پر ہو مگر قریب ہو اگر جانور وغیرہ پر ہوا تو نماز نہ ہوگی۔ جنازہ مصلی کے آگے قبلہ کو ہونا اگر مصلی کے پیچھے ہوگا نماز صحیح نہ ہوگی اگر جنازہ اُلٹا رکھا کہ امام کی داہنی جانب میت کا قدم ہو تو نماز ہو جائے گی مگر اگر قصداً ایسا کیا تو گنہ گار ہوئے۔ (درمختار)۔ میت کا وہ حصہ بدن جس کا چھپانا فرض ہے۔ میت امام کے موازی ہو یعنی اگر ایک میت ہے تو اس کا کوئی حصہ بدن امام کے موازی ہو اور چند ایک ہوں تو کسی ایک کا حصہ بدن امام کے موازی ہونا کافی ہے۔ (شامی) نماز جنازہ میں دو رکن ہیں چار بار اللہ اکبر کہنا اور قیام۔ بغیر عذر بیٹھ کر یا سواری پر نماز جنازہ پڑھی نہ ہوئی اور اگر ولی یا امام بیمار تھا اس نے بیٹھ کر پڑھائی اور مقتدیوں نے کھڑے ہو کر پڑھی ہو گئی۔ نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں۔ ۱۔ اللہ عزوجل کی حمد وثنا۔ ۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود۔ ۳۔ میت کے لیے دُعا۔

نماز جنازہ کا طریقہ

یہ کہ کان تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسبِ دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ پھر بغیر ہاتھ اُٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی کوئی حرج نہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میت اور تمام مومنین ومومنات کے لیے دُعا کرے اور بہتر یہ ہے کہ وہ دُعا کرے جو احادیث میں وارد ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَسَلَّمْتَ

وَرَحِمْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ یہ درود شریف اور اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اور یہ دعا پڑھے اگر مرد عورت بالغ ہوں اور اگر بچہ ہو یا بچی ہو تو اس کی بجائے یہ دُعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اگر لڑکا ہو اور اگر لڑکی ہو تو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً پڑھے (جوہرہ نیرہ) اور چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دُعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے۔ سلام میں میت اور فرشتوں اور حاضرین نماز کی نیت کریں اسی طرح جس طرح اور نمازوں کے سلام میں نیت کی جاتی ہے۔ یہاں اتنی بات ہے کہ میت کی بھی نیت کرے۔ تکبیر و سلام کو امام جہر کے ساتھ کہے اور باقی دعائیں آہستہ پڑھی جائیں اور صرف پہلی مرتبہ اللہ اکبر کے کہتے وقت ہاتھ اُٹھائے پھر ہاتھ نہ اُٹھائے بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں تین صفیں کریں کہ حدیث میں ہے جس کی نماز تین صفوں نے پڑھی اس کی مغفرت ہو جائے گی اور اگر کل سات ہی شخص ہوں تو ایک امام ہو اور تین پہلی صف میں اور دو دوسری میں ایک تیسری میں (غنیہ) جنازہ کی پہلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

نماز جنازہ کون پڑھائے

نماز جنازہ میں امامت کا حق بادشاہِ اسلام کو ہے پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام امام محلہ کا ولی پر تقدم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اس وقت تک کہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی بہتر ہے (غنیہ۔ درمختار) ولی سے مراد میت کے عصبہ ہیں اور نماز پڑھانے میں اولیاء کی وہی ترتیب ہے جو نکاح میں ہے۔ صرف فرق اتنا ہے

درجہ یہ کہ سینہ تک ہو اور مراد اس سے یہ ہے کہ لحد یا صندوق اتنا ہو یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو (ردالمحتار۔ عالمگیری) قبر دو قسم ہے لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میت کے رکھنے کی جگہ کھودیں۔ لحد سنت ہے اگر زمین اس قابل ہو تو یہی کریں اور نرم زمین ہو تو صندوق میں دفن کرنے میں حرج نہیں۔ قبر میں چٹائی وغیرہ بچھانا ناجائز ہے کہ بلا وجہ مال ضائع کرنا ہے۔ تابوت کہ میت کو کسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کر دفن کریں یہ مکروہ ہے مگر جب ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر ہے تو حرج نہیں اور اس تابوت کے مصارف ترکہ میت سے لیے جائیں اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور دائیں بائیں خام اینٹیں لگائیں اور اوپر کہگل کر دیں۔ غرض اوپر کا حصہ مثل لحد کے ہو جائے اور لوہے کا تابوت مکروہ ہے اور قبر کی زمین نم ہو تو دھول بچھا دینا سنت ہے (صغیری، درمختار، عالمگیری) قبر کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم کے قریب ہے۔ پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے اور اللہ تعالیٰ آگ کے اثر سے مسلمانوں کو بچائے۔ قبر میں بقدر ضرورت آدمی اتر سکتے ہیں اور ان کا قومی امانت دار ہونا بہتر ہے۔ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھنا مستحب ہے کہ میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا جائے اور قبر کی پائنتی سے اتارنا اچھا نہیں ہے۔ عورت کا جنازہ اتارنے والے محارم ہونے چاہئیں۔ اگر نہ ہوں تو اور رشتہ دار ہوں۔ اور وہ بھی نہ ہوں تو اجنبی پرہیزگار اتاریں (عالمگیری) میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اور ایک روایت میں بسم اللہ کے بعد وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بھی آیا ہے۔ میت کو داہنی کروٹ لٹائیں اور اس کا منہ قبلہ کو کریں اگر بھول جائیں اور تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر روبقبلہ کر دیں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں یونہی اگر بائیں کروٹ پر رکھا یا جدھر سرہانہ ہونا چاہیئے تھا ادھر پاؤں کر دیئے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا ٹھیک کر دیں ورنہ نہیں (عالمگیری وغیرہ) قبر میں رکھنے کے بعد

کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اور کھولی تو حرج نہیں۔ قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے تختوں کے مابین اگر جھری رہ جائے تو اُسے ڈھیلہ وغیرہ سے بند کر دیں۔ صندوق کا یہی حکم ہے۔ عورت کا جنازہ ہے تو قبر میں اُتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں۔ مرد کی قبر کو دفن کرنے وقت نہ چھپائیں البتہ مینہ وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے۔ عورت کا جنازہ بھی ڈھپا رہے۔ تختے لگانے کے بعد مٹی ڈال دی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے دونوں ہاتھوں سے مٹی ڈالیں۔ پہلی بار یہ کہیں۔ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ دوسری بار وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور تیسری بار وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى اور میت اگر عورت ہو تو تیسری بار یہ کہیں اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهَا الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ باقی مٹی ہاتھ یا کھرپی کدال وغیرہ سے قبر میں ڈال دیں اور جتنی مٹی قبر سے نکلے اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے (جوہرہ۔ عالمگیری) ہاتھ میں جو مٹی لگی ہے اسے جھاڑ دیں یا دھو ڈالیں اختیار ہے اور قبر چوکھونٹی نہ بنائیں بلکہ اس میں ڈھال دیں جیسا اُونٹ کا کوہان اور قبر پر پانی چھڑکنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور قبر ایک بالشت اُونچی ہو یا کچھ خفیف زیادہ (عالمگیری) جہاز میں انتقال ہوا اور کنارہ قریب نہیں تو غسل و دفن دے کر نماز پڑھ کر سمندر میں ڈبو دیں۔ علماء مشائخ سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں کچھ حرج نہیں اور قبر کو پختہ نہ بنایا جائے (درمختار) یعنی اندر سے پختہ نہ کیا جائے اور اندر خام کہ اُوپر سے پختہ ہو تو حرج نہیں اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لیے کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔ ایسے مقبرے میں دفن کرنا افضل ہے جہاں صالحین کی قبریں ہوں (جوہرہ۔ درمختار) مستحب یہ ہے کہ دفن کے بعد قبر پر سورۃ بقر کا اول و آخر پڑھیں۔ سرہانے الٓمّٓ سے تا مُفْلِحُوْنَ اور پائنتی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۃ تک پڑھیں تو دفن کے بعد قبر پر اتنی دیر تک ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اُونٹ ذبح کر کے گوشت تقسیم کر دیا جائے۔ ایک

قبر میں ایک سے زائد بلا ضرورت دفن کرنا جائز نہیں اور ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں مگر دو میتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں۔ جس شہر یا گاؤں میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگرچہ وہاں رہتا نہ ہو بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا اُسی گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں۔ دفن سے پیشتر اگر کسی اور شہر میں پہنچانا چاہیں تو بعض نے اس کو جائز کہا ہے مگر دفن کے بعد انتقال بالکل ممنوع ہے اور امانت کر کے دفن کرنا اور بعدہٗ کسی اور جگہ نکال کر لے جانا بے اصل بات ہے اور رافضیوں کا طریقہ ہے۔ بجز اشد ضرورت کے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ عورت کے کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور بعض ورثہ موجود نہیں تھے۔ ان ورثاء کو کھودنے کی اجازت ہے۔ کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو قبر کھود کر نکال سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک ہی درم ہو (عالمگیری، ردالمحتار) قبر پر بیٹھنا۔ سونا۔ چلنا۔ پاخانہ و پیشاب کرنا حرام ہے۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے خواہ نیا ہونا اس کو معلوم ہو یا گمان ہو۔ (عالمگیری) اپنے رشتہ دار کی قبر تک جانا چاہتا ہے مگر قبروں پر گزرنا پڑے گا تو وہاں تک جانا منع ہے۔ دور ہی سے فاتحہ پڑھ دے۔ قبرستان میں جوتیاں پہن کر نہ جائے۔ قبر پر قرآن پڑھنے کے لیے حافظ مقرر کرنا جائز ہے بشرطیکہ اُجرت پر نہ پڑھائے کہ یہ ناجائز ہے اور حیلہ جواز اس میں یہ ہے کہ قرآن خوان کو اپنا ملازم رکھے گو تھوڑی دیر کے لیے کہ میرا کام کاج کر اور پھر قرآن بھی پڑھوائے شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں بلکہ درمختار میں کفن پر عہد نامہ لکھنے کو جائز رکھا ہے اور فرمایا کہ اس سے مغفرت کی اُمید ہے اور میت کی پیشانی اور اس کے سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا جائز ہے۔

زیارت قبور

زیارت قبور مستحب ہے، ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے جمعہ یا جمعرات

یا ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہے۔ سب میں افضل روز جمعہ وقت صبح ہے۔ اولیاء کرام کے مزارات مقدسہ پر سفر کر کے جانا جائز ہے وہ اپنے زائرین کو نفع پہنچاتے ہیں اور اگر وہاں کوئی منکر شرعی ہو مثلاً عورتوں سے اختلاط تو اس کی وجہ سے زیارت ترک نہ کی جائے کہ ایسی باتوں سے نیک کام ترک نہیں کیا جاتا بلکہ بُرے کو بُرا جانے اور ممکن ہو تو بُری بات زائل کرے (ردالمحتار) عورتوں کے لیے بھی بعض علماء نے زیارت قبور کو جائز بتایا ہے۔ درمختار میں یہی قول اختیار کیا مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع فزع کریں گی لہذا منع ہے اور صالحین کی قبور پر حصول برکت کے لیے جائیں گی تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں مگر جوان نہ جائیں اور طریق اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور پر جزع فزع کریں گی اور اولیاء کی قبور پر اگر تعظیم کریں گی تو حد سے بڑھ جائیں گی اور بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

زیارت قبور کا طریقہ

زیارتِ قبر کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی طرف سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو سرہانے سے نہ آئے کہ میت کے لیے باعثِ تکلیف ہے یعنی میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ یہ کون ہے اور یہ کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُتَاخِرِیْنَ پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ پر بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں جتنے فاصلہ بیٹھ سکتا تھا۔ (ردالمختار) قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور الم سے مُفلحُون تک اور آیۃ الکرسی اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ آخر سورت تک اور سورت یٰسین اور تبارک الذی اور الھاکم التکاثر ایک ایک بار اور قل ھو اللہ گیارہ یا بارہ بار یا سات یا تین بار پڑھے اور ان سب کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچائے۔ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ اور ہر قسم کی عبادت اور ہر عمل نیک فرض واجب و نفل کا ثواب مردوں کو

پہنچا سکتا ہے۔ ان سب کو پہنچے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی بلکہ اس کی رحمت سے امید ہے کہ سب کو پورا ملے یہ نہیں کہ اسی ثواب کی تقسیم ہو کر ٹکڑا ٹکڑا ملے (ردالمحتار) بلکہ یہ امید ہے کہ اس ثواب پہنچانے والے کے لیے ان سب کے برابر ہے (فتاویٰ رضویہ) نابالغ نے کچھ پڑھ کر یا نیک عمل کر کے اس کا ثواب مردہ کو پہنچایا تو انشاء اللہ پہنچے گا (فتاویٰ رضویہ)

قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے مگر اصح یہ ہے کہ منع ہے (اشعۃ اللمعات)

قبر کا طواف تعظیمی اگر حصول برکت کے لیے گرد پھرا تو حرج نہیں مگر عوام منع کیے جائیں بلکہ ان کے روبرو کیا بھی نہ جائے۔

دفن کے بعد تلقین

دفن کے بعد مردہ کو تلقین کرنا اہل سنت کے ہاں امر مشروع ہے (جوہرہ وغیرہ) اور معتزلہ کا مذہب ہے کہ ناجائز ہے بلکہ انھوں نے ہماری بعض کتابوں میں تلقین کی ممانعت کا اضافہ کر دیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارا کوئی بھائی مسلمان ہو اور تم اس کی مٹی دے چکو تو تم سے ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے یافلاں بن فلانہ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے مگر تمھیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی۔ پھر کہے : اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا یہ سن کر منکرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اسکے پاس کیا بیٹھیں جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے حضور سے عرض کی اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا حوا کی طرف نسبت کرے (طبرانی فی الکبیر) اور بعض اجلہ ائمہ تابعین فرماتے ہیں جب قبر پر برابر مٹی کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا ہے کہ میت کو اس کی قبر کے پاس کھڑے

ہو کر یہ کہا جائے یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانَۃَ قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تین بار پھر کہا جائے قُلْ رَبِّیَ اللّٰہُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ وَ نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں یوں اضافہ فرمایا ہے کہ بعد کہے وَاعْلَمْ اَنَّ ھٰذَیْنِ الَّذَیْنِ اَتَیَاكَ اَوْ یَاتِیَانِكَ اِنَّمَا ھُمَا عَبْدَانِ لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ فَلَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَاشْھَدْ اَنَّ رَبَّكَ اللّٰہُ وَدِیْنَكَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیَّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاكَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اَنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ **قبر** پر پھول ڈالنا بہتر ہے کہ جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے اور میت کا دل بہلے گا (ردالمحتار) یونہی جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے میں حرج نہیں۔ قبر پر سے تر گھاس نوچنا نہ چاہیئے کہ اس کی تسبیح سے رحمت اُترتی ہے اور میت کو اُنس ہوتا ہے اور نوچنے میں میت کا حق ضائع کرنا ہے۔

تعزیت کا بیان

تعزیت مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت میں تعزیت و غمخواری کرے بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس کو کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔ (ابن ماجہ) تعزیت کا وقت موت سے تین روز تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جائے وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اسے علم نہیں تو بعد میں حرج نہیں (جوہرہ وغیرہ) دفن سے پہلے بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ اس وقت ہے کہ اولیاء میت جزع و فزع نہ کرتے ہوں ورنہ اُن کی تسلّی کے لیے دفن سے پیشتر ہی کرے۔ مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اعزہ و اقارب کو تعزیت کریں چھوٹے بڑے عورت مرد سب کو مگر عورت کو اس کے تمام محارم ہی تعزیت کریں تعزیت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے اور تم کو صبر روزی کرے

اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَ اَعْطٰی وَ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی خدا ہی کا ہے جو کچھ اس نے لیا دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقررہ کے ساتھ ہے (عالمگیری) مصیبت پر صبر کرے تو اس کو دو ثواب ملتے ہیں ایک مصیبت کا، دوسرا صبر کا اور جزع و فزع سے دونوں جاتے ہیں (رد المحتار) میت کے اعزہ کا گھر میں بیٹھنا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں اس میں حرج نہیں اور مکان کے دروازہ پر یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بری بات ہے (عالمگیری) میت کے پڑوسی یا دور کے رشتہ دار اگر میت کے گھر والوں کے لیے اس دن اور رات کے لیے کھانا لائیں تو بہتر ہے اور انھیں اصرار کر کے کھلائیں (رد المحتار) میت کے گھر والے اگر تیجہ وغیرہ کے روز دعوت کریں تو ناجائز ہے کہ دعوت خوشی کے وقت نہ غم کے وقت اور اگر فقراء کو کھلائیں تو بہتر ہے (فتح القدیر) جن لوگوں سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوایا ان کے لیے بھی کھانا تیار کرنا ناجائز ہے جبکہ ٹھہرا لیا ہو یا معروف ہو یا وہ غنی ہوں۔ تیجے وغیرہ کا کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ ورثہ میں کوئی نابالغ نہ ہو ورنہ ناجائز یونہی اگر بعض ورثہ موجود نہ ہوں جب بھی ناجائز ہے جس وقت غیر موجود سے اجازت نہ لی جائے اور اگر سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہوں کچھ نابالغ یا غیر موجود ہوں مگر بالغ اپنے حصہ سے کرے تو حرج نہیں (خانیہ وغیرہ) تعزیت کے لیے جو عورتیں رشتہ دار جمع ہوتی ہیں اور روتی پیٹتی نوحہ کرتی ہیں انھیں کھانا نہ دیا جائے گا گناہ پر مدد دینا ہے۔ (کشف العطاء) میت کے گھر والوں کو جو کھانا بھیجا جاتا ہے یہ صرف گھر والے کھائیں اور ان کی ضرورت کے موافق بھیجا جائے۔ دوسروں کو یہ کھانا درست نہیں اور یہ کھانا پہلے روز ہی سنت ہے بعدہٗ مکروہ (عالمگیری) قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت و قبیح ہے اور دفن کے بعد میت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاق ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم بنانا درست نہیں۔ سوگ کے لیے سیاہ کپڑے پہننا مردوں کو ناجائز ہیں۔ اسی طرح

سیاہ بلے لگانا بھی کہ یہ عیسائیوں کی مشابہت بھی ہے اور میت کے گھر والوں کو تین روز اس لیے بیٹھنا کہ لوگ آئیں اور تعزیت کر جائیں جائز ہے اور یہ اُس وقت ہے کہ فرش اور زیبائش نہ کرنا ہو ورنہ ناجائز (عالمگیری) نوحہ یعنی میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کر کے آواز سے رونا جس کو بَین کہتے ہیں بالاجماع حرام ہے یونہی واویلا وا مصیبتا کہہ کر رونا چلانا نالہ وا ہے۔ گریبان پھاڑنا۔ منہ نوچنا۔ بال کھولنا۔ سر پر خاک ڈالنا۔ سینہ کوٹنا۔ ران پر ہاتھ مارنا یہ سب جاہلیت کے کام ہیں اور حرام۔ تین روز سے زیادہ سوگ جائز نہیں۔ ہاں عورت شوہر کے مرجانے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔ آواز سے رونا منع ہے اور اگر آواز نہ ہو تو اس کی ممانعت نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات پر گریہ فرمایا تھا۔

سوگ پر احادیث میں وعید

حدیث میں فرمایا کہ جو منہ پر طمانچہ مارے اور گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی سی پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (بخاری)

حدیث میں فرمایا کہ میری اُمت میں چار کام جاہلیت کے ہیں ان کو نہیں چھوڑیں گے ۱۔ حسب پر فخر کرنا۔ ۲۔ نسب میں طعن کرنا۔ ۳۔ ستاروں سے مینہ چاہنا۔ یعنی فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ ۴۔ نوحہ کرنا۔ اور فرمایا کہ نوحہ کرنے والی نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے بروزِ قیامت اس طرح کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر ایک کرتہ قطران کا ہو گا اور ایک خارشت کا۔

حدیث میں ہے کہ اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب میرے خاوند کا انتقال ہوا میں نے کہا پردیس اور سفر میں انتقال ہوا ان پر اس طرح روؤں گی جس کا چرچا ہو۔ میں نے رونے کا تہیہ کیا تھا اور ایک عورت بھی اس ارادے سے آئی کہ میری مدد کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دو مرتبہ نکالا تو اس میں شیطان کو

داخل کرنا چاہتی ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں رونے سے باز آئی اور نہیں روئی (مسلم) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرجاتا ہے اور رونے والا اس کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے روتا ہے اللہ تعالیٰ اس میت پر دو فرشتے مقرر فرماتا ہے جو اسے کوچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا تھا (ترمذی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جس مسلمان مرد یا عورت کو کوئی مصیبت پہنچی ہو اسے پھر یاد کرکے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کہے اگرچہ مصیبت کا زمانہ دراز ہوگیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر نیا ثواب عطا فرماتا ہے اور ویسا ہی ثواب دیتا ہے کہ جس دن مصیبت پہنچی تھی۔

روزہ کا بیان

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم گناہوں سے بچو چند دنوں کا۔ پھر اگر تم سے کوئی بیمار ہو یا مسافر وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے اور جو طاقت نہیں رکھتے وہ ایک مسکین کو فدیہ دیں کھانا کھلائیں۔ پھر جو زیادہ کام کرے کام کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے دوسری حدیث میں ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم) اور دوسری روایت میں ہے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیئے جاتے ہیں اور منادی پکارتا ہے۔ اے خیر طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز رہ اور کچھ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ ہر رات میں ہوتا ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعبان کی آخری تاریخ میں خطبہ فرمایا کہ ایک مہینہ آرہا ہے جو کہ بہت ہی مبارک ہے۔ اس میں ایک رات ہے

جو کہ ہزار ہا رات سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض قرار دیا ہے اور
اس کی رات کے قیام کو ثوابِ عظیم بتایا ہے جو شخص اس میں ایک نیکی کرے گا وہ غیر
رمضان میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ہو گا۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت
ہے۔ یہ مہینہ غم خواری اور رزق بڑھنے کا مہینہ ہے اور روزہ جہنم کی آگ سے بچنے کے
لیے ڈھال ہے لہٰذا روزہ دار کو لازم ہے کہ روزہ کا احترام کرے، لہو و لعب، گپ
گپوڑہ، سب و شتم، چغل خوری، غیبت، جھوٹ، افترا، فحش گوئی، نزاع و فساد وغیرہ
سے بچے۔ قول اور فعل میں بُری حرکات نہ کرے۔ اگر اس سے کوئی جھگڑا کرے یا اس
کو گالی دے تو اس کے جواب میں صرف یہ کہہ کر خاموشی کرے کہ بھائی میں روزہ دار ہوں
کہ یہی روزہ کی حقیقت اور رُوح ہے کہ جیسے بدن بلا رُوح زندہ نہیں رہتا۔ اسی
طرح اس پرہیز کے بغیر روزہ بھی اپنا حقیقی اثر نہیں دکھاتا اور آپ نے حلفیہ فرمایا
کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ خوشبو تک
ہے۔ روزہ دار کھانا پینا اور ہر طرح کی خواہشات میرے لیے چھوڑتا ہے تو یہ روزہ
چونکہ میرے ہی لیے ہے اور اس نے یہ احتیاط کی ہے۔ لہٰذا اس کے روزہ کی جزا
میں ہی دوں گا۔ ماہِ رمضان میں جو برکات خدا نے رکھے ہیں۔ اگر بندہ ان کو دیکھے
اور ان کو جان لے تو یہ خواہش کرے کہ اے اللہ ماہِ رمضان کو بارہ مہینے رہنے دے
جو شخص ایمان و اعتقاد سے روزہ رکھے گا اور رات کو قیام کرے گا اس کے پہلے سارے
گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بہر صورت ماہِ رمضان شریف ایسی برکات اور رحمتوں
کا مہینہ ہے جو کہ آج تک کسی اُمت کو نہیں ملا۔ یہ صرف صدقہ ہے سرورِ کائنات
جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جوڑے پاک کا لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے
کہ ماہِ رمضان کا پورا احترام کریں شریعت کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں۔ اس کے احترام
کے لیے جب خداوند تعالیٰ نے خود تنور جہنم کے دروازے بند کر دیئے ہیں تو ہمارا
فرض ہے کہ ہم بھی دن کو اپنے تنوروں کو اور چولہوں و بھٹیوں کو بند رکھیں۔ زیادہ
وقت تلاوتِ قرآن مجید۔ درود شریف۔ استغفار۔ تسبیح و تہلیل۔ تکبیر و تذکیر

مراقبہ ومحاسبہ وغیرہ میں صرف کر دیں اور حضور قلب سے ملک وملت کی بھلائی و بہبودی فتح ونصرت کے لیے دُعا مانگیں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگیں بہر حال نئے آئے ہوئے مہمان ماہِ رمضان کو بڑے شایانِ شان طریق سے الوداع کریں اور دعا کریں کہ مولیٰ تعالیٰ ماہِ رمضان کی خیرات و برکات سے فائدہ اُٹھانے کا موقعہ دے۔ (کتب حدیث)

روزہ نہ رکھنے کی شرعی عذر

بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی قابل اور تجربہ کار حکیم کی تشخیص سے یہ پتہ چل جائے کہ بیماری کی حالت میں روزہ رکھنے سے موت واقع ہو جائے گی یا مرض بڑھ جائے گا یا دیرپا ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ جب صحت ہو جائے تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کرے۔ بوڑھا کہ روز بروز کمزوری بڑھ رہی ہے نہ روزہ پر قادر اور بظاہر آئندہ بھی قادر ہونے کا احتمال نہیں۔ وہ ہر روزہ کے بدلے مسکین کو کھانا کھلاوے۔ یہ بوڑھا بالفرض اگر طاقتور ہو گیا تو یہ فدیہ نفل ہو جائے گا اور روزہ قضا کرے اور اگر یہ صورت ہو کہ بڑھاپے کی وجہ سے گرمیوں میں روزہ نہ رکھ سکے تو وہ سردیوں میں رکھے۔ حاملہ یا دودھ پلانے والی جب ان کو اپنی ذات یا بچہ کا اندیشہ ہو تو وہ روزہ نہ رکھے۔ اندیشہ جانے پر پھر ان روزوں کی قضا کرے۔

روزہ توڑنا گناہ ہے

یوں بیمار ہوا کہ روزہ نہ توڑنے سے جان جانے کا خطرہ ہو یا بیماری زاید ہو جانے کا قوی احتمال ہو یا شدت کی پیاس کہ موت کا اندیشہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینے میں حرج نہیں بلکہ توڑنا ضروری ہے۔ مگر حصول صحت کے بعد قضا روزہ لازمی ہے اور اگر بلا عذر شرعی روزہ توڑ دیا تو اس ایک روزہ کے بدلے ساٹھ روزے دو ماہ متواتر رکھنے لازمی پڑیں گے۔ یہ تو روزے کا کفارہ اور سزا ہے

اور جو روزہ توڑ ڈالا تھا اس کی قضا کرے گویا اس کو اکسٹھ روزے رکھنا ضروری ہوں گے جن کا روزہ بلا قصد فاسد ہو جائے مثلاً وضو کرتے وقت بلا قصد پانی کا قطرہ حلق سے نیچے اُتر گیا اور حیض و نفاس والی جب دن میں پاک ہوں نابالغ جب کہ دن میں بالغ ہو، مسافر جبکہ دن میں مقیم ہو ان پر واجب ہے کہ پورا دن روزے دار کی طرح رہیں۔ نابالغ جو دن میں بالغ ہوا اور کافر جو مسلمان ہوا ان پر اس دن کی قضا واجب نہیں۔

روزہ کی نیّت

روزہ کی نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ یعنی زوال سے پہلے تک ہے اگر اس کے درمیان نیت کر لی گئی تو روزہ ہو گیا ورنہ نہیں اور دل سے نیت کی تو بھی درست ہے لیکن زبان سے نیت کرنی بہتر ہے۔ نیت عربی الفاظ مین کرے نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ یا اس کا ترجمہ کہہ لے یعنی میں نے نیت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ اللہ تعالیٰ کے لیے رکھوں گا۔ اگر نیت دل میں کرے تو یوں کہے نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ ھٰذَا الْیَوْمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی میں نے آج اس رمضان کا فرضی روزہ خداوند کریم کے لیے رکھا۔ سحری نیت ہے جب کہ کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ روزہ رکھوں گا۔

روزہ کے مکروہات

کسی چیز کا بلا عذر چکھنا چبانا بایں طور پر حلق سے نیچے اُترے جھوٹ چغلی۔ غیبت۔ گالی گلوچ کوسنا ناسننا ناحق ایذا دینا۔ بیہودہ فضول بکنا چیخنا چلانا لڑنا شطرنج وغیرہ تاش وغیرہ کوئی ناجائز ولغو کھیل کھیلنا۔ سینما دیکھنا۔ منہ میں بہت سا تھوک جمع کر کے نگل جانا۔ منہ اور ناک میں پانی ڈالتے وقت مبالغہ کرنا

یہ تمام چیزیں روزہ کے ساتھ مکروہ ہیں۔

اِن صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا

بھول کر کھانا پینا جماع کرنا بلا اختیار گرد و غبار دھواں مکھی و مچھر کا حلق میں چلا جانا بوقت غسل کان میں پانی کا پڑجانا خود بخود قے آجانا خواہ منہ بھر کر ہو۔ آنکھ میں دوائی ڈالنا۔ دن میں سوتے ہوئے احتلام ہونا۔ دانتوں میں رہی ہوئی چیز چنے سے کم کو نگل جانا۔ تل دانتوں میں رہ گیا اس کو نگل جانا۔ بیوی کا بوسہ لیا چھوا اور انزال نہ ہوا ان سب صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ بحالتِ روزہ سرمہ لگانا۔ سر اور بدن پر تیل ملنا۔ مسواک کرنا۔ خوشبو عطر وغیرہ سونگھنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور نہ ہی یہ چیزیں روزہ کو مکروہ کرتی ہیں۔

روزہ کو توڑنے والی چیزیں

کلی کرنے میں پانی حلق سے نیچے اُتر گیا۔ ناک میں پانی ڈالنے میں دماغ تک چڑھ گیا۔ منہ بھر کر قے خود آئی اور چنے برابر یا زیادہ نگل لی۔ چنے برابر یا زیادہ کھانا دانتوں میں اٹکا تھا نگل گیا۔ ناک میں دوا سڑک لی۔ کان میں دوا یا تیل ڈالا یا حقنہ لیا صبح صادق کے قریب بھول کر جماع میں مشغول تھا۔ صبح ہونے پر یاد آنے پر الگ نہ ہُوا۔ مباشرت فاحشہ کرنے۔ بوسہ لینے چھونے سے انزال ہو گیا۔ حقہ بیڑی سگریٹ سگار وغیرہ پینے پان کھانے اگرچہ پیک تھوک دے حلق تک نہ جائے۔ ان تمام صورتوں میں روزہ دار یاد ہے تو روزہ جاتا رہا۔ اور قضا لازم ہے۔ دانتوں سے خون نکلا اور حلق میں داخل ہو گیا۔ اگر تھوک غالب ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہے۔ قصداً دھواں پہنچایا خواہ کسی چیز کا۔ اگر بتی سلگتی تھی اس کے دھوئیں کو ناک میں کھینچا منہ میں رنگین ڈورا رکھا۔ تھوک رنگین ہو گیا۔ اس کو نگل لیا یا منہ میں نسوار لی ان صورتوں میں روزہ جاتا رہا قضا لازم ہے

کان میں تیل ٹپکایا دماغ کی جھلی تک زخم تھا دوا لگائی اور دماغ تک پہنچ گئی یا حقنہ یا ناک سے دوا چڑھائی یا پتھر کنکر روئی کاغذ گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں یا رمضان میں بلا نیت روزہ کی طرح رہا یا صبح کو نیت کی تھی یا دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کھا لیا یا روزہ کی نیت کی تھی مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے حلق میں مینہ کی بوند یا اولا چلا گیا۔ بہت سے آنسو یا پسینہ نگل گیا ان صورتوں میں صرف روزہ کی قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن روزہ کی صورت میں نہ چاہیئے کہ کبھی گھبراہٹ سے ٹوٹنے کا خطرہ نہ پیدا ہو۔ ہاں اگر جوفِ دماغ یا جوف معدہ میں انجکشن سے دوا یا غذا پہنچے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قصداً اگر یاد ہوتے ہوئے کھایا پیا یا جماع کیا یا بھول کر کھا پی گیا تھا روزہ یاد آنے پر یا سحری کھا رہا تھا صبح صادق ہونے پر منہ کا نوالہ یا گھونٹ نگل گیا تو روزہ جاتا رہا اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اگر باہر سے اٹھا کر ایک تل چبا کر نگل گیا تو روزہ فاسد ہوا قضا لازم اور بے چبائے نگل گیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم اسی طرح جس کو حقہ نوشی کی عادت ہو اس نے بحالتِ روزہ حقہ سگریٹ پیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم۔

روزہ کا فدیہ

ہر روزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کی مقدار کسی مسکین کو دینا۔

روزہ کا کفارہ

باندی کنیز آزاد کرنا (یہ یہاں پر نہیں) یہ نہیں تو پے در پے متواتر ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی اگر قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلانا۔

صدقہ فطر

ہر ایسے مسلمان پر جو حاجتِ اصلیہ سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہو اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے۔ صدقہ دینا واجب ہے۔

افطار روزہ

افطار میں جلدی کرنا سنت و موجب برکت ہے۔ غروب کا گمان غالب ہونے کی کیفیت پر افطار کر لیا جائے بادل وغیرہ ہو تو جلدی نہ کرے نماز سے پہلے افطار کریں۔ کھجور چھوہارے یہ نہ ہوں تو پانی سے ان تینوں سے سنت ہے۔ کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں نہ مرد کھاتے ہوئے جماعت ترک کر دیں۔ آج کل بہت لوگ اس میں مبتلا ہیں اور اس وقت یہ دُعا پڑھیں: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ۔

مسائل تراویح

بیس رکعت تراویح ہر غیر معذور مرد و عورت کے لیے سنت مؤکدہ ہے مستورات گھر میں پڑھیں اور مردوں کے لیے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ نیت سنت تراویح کریں۔ تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ قبل وتر پڑھیں یا بعد وتر۔ ہر چہار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت بیٹھنا اور تسبیح وتہلیل یا درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ جامع الرموز میں اس تسبیح کا تین مرتبہ پڑھنا لکھا ہے سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا يَنَامُ

وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔ تراویح کے بعد لوگوں کو بیٹھنا اگر ناگوار ہو تو نہ بیٹھیں۔ تراویح پڑھنا مرد و عورت دونوں پر سنتِ موکدہ ہے۔ تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھی جائیں تو جماعت کا ثواب مل جائے گا مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا۔ اگر اپنی مسجد میں ختم قرآن شریف نہ ہو یا جماعت تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان خوش عقیدہ صحیح خواں متبع سنت ہو اور ان وجوہ سے مسجد محلہ چھوڑ کر دوسری جگہ جائے تو جائز ہے اور امام محلہ بد عقیدہ یا ریش بریدہ ہو تو دوسری مسجد میں جانا ضروری ہے۔ ایک امام کو دو مسجدوں میں پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں۔ ایک امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا افضل ہے۔ اگر جماعت فرض میں کسی کو شرکت میسر نہ ہو اور تنہا فرض پڑھے تو اس کو تراویح جماعت سے پڑھنا جائز ہے اگر کسی نے تراویح نہیں پڑھی یا وتر پڑھانے والے امام کے ساتھ تراویح نہیں پڑھی تو وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے لیکن اگر فرض اور تراویح دونوں جماعت سے نہیں کیے فرض نہ اس جماعت کے ساتھ اور نہ ہی کسی دوسری جماعت کے ساتھ تو اس کو وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا ممنوع ہے۔ علامہ قہستانی فرماتے ہیں کہ یہ صحیح روایت ہے لہٰذا اگر تارک جماعت فرض اور تراویح، یا تارک جماعت فرض وتر با جماعت پڑھے گا تو کراہت کا مرتکب ہوگا اگرچہ وتر ادا ہو جائیں گے۔ سخت افسوس ہے کہ بعض مساجد میں تراویح میں نابالغ لڑکوں کو امام بنایا جاتا ہے جو کہ باوجود نابالغ ہونے کے مسائل نماز سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ نماز تراویح سنت موکدہ کفایہ ہے اور نابالغ کی نماز خالص نفل ہے۔ لہٰذا نابالغ لڑکے کے پیچھے سنن موکدہ ادا نہیں ہوتی ہیں۔ نیز بعض مساجد میں ریش بریدہ امام مقرر کیے جاتے ہیں۔ ڈاڑھی منڈوانے اور اپنی ایک مشت سے کم رکھنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے ایسوں کو امام بنانا گمراہی ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے۔ جس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ سونے کی انگوٹھی پہننا۔ خالص ریشمی لنگی قمیص اور تہبند

مرد کو استعمال کرنا حرام ہے اور اس کے ساتھ نماز بھی مکروہ ہو گی۔ بدمذہبوں کو امام بنانا مطلقاً ناجائز ہے۔ مستحب یہ ہے کہ تہائی رات تک تاخیر کریں اور آدھی کے بعد پڑھیں تو بھی کراہت نہیں بلکہ نفل و مستحب ہیں جیسے فجر و عشاء کی سنتیں۔ احتیاط یہ ہے کہ جب دو رکعت پر سلام پھیرے تو ہر دو رکعت پر الگ الگ نیت کرے اور اگر بیسوں رکعت کی ایک دفعہ نیت کر لی تو بھی جائز ہے۔ تراویح میں ایک قرآن مجید ختم کرنا سنت موکدہ ہے اور دو مرتبہ فضیلت اور تین مرتبہ افضل لوگوں کی سستی کی وجہ سے ختم کو ترک نہ کرے۔ اگر ایک ختم کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو پھر اگر اس رات میں یا اس کے پہلے ختم ہو تو تراویح آخر رمضان تک برابر پڑھتے رہیں کہ سنت مؤکدہ ہیں۔ افضل یہ ہے کہ شفعوں میں قرأت برابر ہو اور اگر ایسا نہ کیا جب بھی حرج نہیں۔ ہر شفع کی دونوں رکعت قرأت برابر ہونا چاہیئے۔ قرأت اور ارکان کی ادا میں جلدی کرنا اور تعوذ و تسمیہ و طمانیت و تسبیح کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ اگر حافظ عالم بھی ہو تو افضل یہ ہے کہ خود پڑھے دوسرے کی اقتداء نہ کرے۔ خوش خواں کو امام نہ بنانا چاہیئے بلکہ درست خوان کو بنائیں۔ آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اُجرت دے کر پڑھواتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں اور اُجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں گے کہ یہ لیں گے یہ دیں گے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کالمشروط وہاں کیسے دے کہ کچھ نہ دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں۔ ایک امام دو مسجدوں میں تراویح پڑھاتا اگر دونوں میں پوری پوری تراویح پڑھائے تو ناجائز ہے اور مقتدی نے اگر مسجدوں میں پوری پوری پڑھی تو حرج نہیں مگر دوسری میں وتر پڑھنا جائز نہیں جبکہ پہلی میں پڑھ چکا ہو لوگوں نے تراویح پڑھ لی اب دوبارہ پڑھنا چاہتے ہیں تو تنہا تنہا پڑھ سکتے ہیں جماعت کی اجازت نہیں رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے مگر اس کے پیچھے جس کے پیچھے یا کسی دوسرے کے پیچھے عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح

تنہا تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھی اگرچہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی ہوں وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے بلکہ تنہا پڑھے۔ مقتدی کو یہ جائز نہیں کہ بیٹھا رہے جب امام رکوع کرنے کو ہو تو کھڑا ہو جائے کہ یہ منافقین سے مشابہت ہے۔ تراویح بیٹھ کر پڑھنا بلا عذر مکروہ ہے بلکہ بعضوں کے نزدیک تو ہو گی ہی نہیں۔ اگر کسی وجہ سے تراویح فاسد ہو جائے تو جتنا قرآن ان رکعتوں میں پڑھا ہے اعادہ کریں تاکہ ختم میں نقصان نہ رہے۔ ایک دفعہ بسم اللہ جہر سے پڑھنا سنت ہے اور ہر سورت کی ابتدا میں آہستہ پڑھنا مستحب۔ متاخرین نے ختم تراویح میں تین بار قل ہو اللہ پڑھنا مستحب کہا ہے اور بہتر یہ ہے کہ ختم کے دن الٓمّ سے تا مُفْلِحُوْن پڑھے۔ **فائدہ**۔ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے۔ تیس دن میں اور تیس رات میں اور ایک تراویح میں اور پینتالیس برس عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی ہے۔ (از بہار شریعت)

احکامِ اعتکاف

بیس رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے یعنی تمام شہر کے یا تمام محلہ کے مسلمانوں سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے گا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے گو ثواب سے محروم رہیں گے لیکن ترک سنت کا الزام کسی پر نہ رہے گا۔ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہیئے جس میں پانچ وقت نماز جماعت سے ہوتی ہے۔ بعد نیت اعتکاف میں مسجد سے نکلنا بجز انسانی حاجتوں کے اور شرعی ضرورتوں کے حرام ہے۔ انسانی حاجتیں پیشاب، پاخانہ اور نہانا ہے۔ اگر نہانے کی حاجت ہو اور استنجا کرنا اور وضو کرنا ہے۔ اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے واسطے بعد مغرب گھر تک جانا جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھانا گھر سے لائے اور مسجد میں کھائے اور حاجات شرعی نماز جمعہ ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ کو ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر چار سنتیں پڑھ کر خطبہ سن لے اور بعدہٗ چھ سنت پڑھے بلا ضرورت

مذکورہ معتکف کو مسجد سے نکلنا مکروہ ہے۔ مگر جب تک کہ آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر نہ رہے گا اعتکاف نہ ٹوٹے گا۔ اعتکاف میں معتکف کو کھانا پینا سونا دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا مسائل دینی کا بیان کرنا۔ بزرگانِ دین انبیاء کرام کے حالات بیان کرنا اگر ضرورت پڑے تو بغیر لائے مال کے مسجد میں خرید و فروخت جائز ہے۔

لیلۃ القدر

سال کی راتوں میں شبِ قدر افضل ترین رات ہے۔ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصی طور پر متوجہ نمائش وظہور ہوتی ہے تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی، درود شریف کی کثرت کیجیے۔ جتنی توفیق ہو نفل پڑھے اور اس رات میں کثرت سے یہ وظیفہ پڑھے جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تعلیم فرمایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔ (ترمذی)

صدقہ فطر

ہر صاحب نصاب پر اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے ۲ سیر ۳ چھٹانک گندم واجب گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے نابالغ اور مجنون مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ان کا سرپرست ان کے مال سے ادا کرے۔ صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو خلل واقع ہو اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ عورت مالک نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ واجب ہے۔

شوال کے روزے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھ لیے تو اس کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ان

روزوں کا متفرق رکھنا افضل ہے اور اگر متواتر چھ روزے رکھ لیے تو بھی حرج نہیں۔

ترکیب نماز عید الفطر

پہلے یوں نیت کرے۔ نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب معہ چھ تکبیروں کے پیچھے اس امام کے منہ طرف قبلہ شریف کے پھر کانوں تک ہاتھ لیجا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء پڑھے پھر دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریق جمہور ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع تین مرتبہ کانوں تک لے جا کر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے چوتھی مرتبہ کانوں تک لے جائے بغیر تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطبہ کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے بعد خطبہ دعا مانگیں مصافحہ و معانقہ کریں وداع ہو جائیں۔

نفلی روزوں کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے اتنا دور کر دے گا جیسا کوا کہ جب بچہ تھا اُس وقت سے اڑتا رہا یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مرا۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی نے ایک دن نفلی روزہ رکھا اور زمین بھر اسے سونا دیا جائے جب بھی اس کا ثواب پورا نہ ہوگا۔ اس کا ثواب تو قیامت ہی کے دن ملے گا۔ (ابو یعلی۔ طبرانی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو بندہ اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے منہ کو دوزخ سے ستر برس کی راہ دور فرما دے گا۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے لیے ایک روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان اتنی بڑی خندق کر دے گا جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ دوزخ اس سے سو برس کی راہ دور ہو گی اور ایک روایت میں ہے کہ ایسے روزے دار سے جہنم کو دُور کر دیا جائے گا جتنا کہ ایک تیز رفتار گھوڑا سو برس تک مسافت کرے۔

برادرانِ اسلام! یہ نفلی روزہ رکھنے پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کس قدر مہربان اور کس قدر ثواب و اَجر عطا فرماتا ہے تو جب نفلی روزہ پر جب کہ وہ خدا کی خوشنودی کے لیے رکھا جائے اتنا ثواب ملتا ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ فرضی روزہ جب پورے خلوص سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کی تعمیل کے لیے رکھا جائے گا تو کتنا اجر و ثواب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ پورے ذوق و شوق سے روزہ رکھنے کی توفیق مزید عطا فرمائے۔

نفلی روزے

(۱) دسویں محرم کو عاشورہ کا روزہ رکھنا سنت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عاشورہ کا روزہ خود رکھا اور اس کے رکھنے کا دوسروں کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا ہے یعنی عاشورہ کا ہے اور فرض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے۔ فرمایا کہ مجھے یہ گمان ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ رد کر دیتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ نویں محرم کا بھی روزہ رکھے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

(۲) نانویں ذی الحجہ کا روزہ بھی سنت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ پر گمان ہے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کا اَجر ہزاروں روزوں کے برابر بتایا مگر حج کرنے والے

پر جو کہ مقام عرفات میں ہو اسکو اسی روز روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی)
(۳) شوال میں چھ دن کے روزے جن کو شش عید کے روزے بھی کہتے ہیں یہ روزے رکھنا ایسا ہے کہ دہر بھر روزہ رکھا اور جس نے رکھے گویا (رمضان ملا کر) اس نے سال بھر کے روزے رکھے اور آپ نے فرمایا جس نے یہ روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج ماں نے اسے جنا باقی احکام ان کے پہلے گزر چکے ہیں۔
(۴) شعبان کی پندرھویں کا روزہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہا کہ یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اس میں قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شعبان سے بڑھ کر روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔ اس میں رب تبارک و تعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اس کو بخش دوں، ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اس کو روزی دوں، کوئی ہے مبتلا کہ اس کو عافیت دے دوں ہے کوئی ایسا ہے کوئی ایسا اور یہ اُس وقت تک فرماتا رہتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے اور اس رات میں اتنوں کو آگ جہنم سے آزاد کرتا ہے کہ جتنے بنی کلب (قبیلہ) کی بکریوں کے بال ہیں اور استغفار کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے اور طالب رحمت پر نظر کرتا ہے اور عداوت والوں کو جس حال پر ہیں اسی پر چھوڑ دیتا ہے جب تک وہ مصالحت نہ کریں اسی طرح رشتہ کاٹنے والے کو اور تکبر سے کپڑا ٹخنے سے نیچے تک اٹکانے والے کو اور والدین کے نافرمان کو اور ہمیشہ شراب پینے والے کو اور کافر و منافق گستاخ کو معاف نہیں فرماتا اور اس رات میں اعمال دربار الٰہی میں پہنچتے ہیں۔ اس رات رزق بڑھایا جاتا ہے اور اس رات میں سارے سال کا جینے مرنے والوں کا اندازہ کارکنان قدرت کے حوالے کیا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ رات بڑی ہی بابرکت ہے۔ اس میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیئے۔ صدقات و خیرات

قدرت بھر کرنی چاہیئے۔ دن کو روزہ اور رات کو قیام کرنا چاہیئے اور ہر ضرورت کی اللہ تعالیٰ سے التجا کرنی چاہیئے کہ وہ اسباب پیدا فرما دے اور شریعت مطہرہ کی نافرمانی دماغی بدنی ہر طرح کی بُری عادت سے باز رہنا چاہیئے تا کہ اللہ اس رات کی برکات سے مالامال کرے۔ (ابن ماجہ، بیہقی، طبرانی)

(۵) ہر ماہ میں تین روزے مفید ہیں۔ ہر ماہ کی تیرہ چودہ پندرہ کو روزہ رکھے۔ انہی کو ایامِ بیض کہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی۔ اس سے ایک یہ ہے کہ فرمایا کہ میں ہر ماہ تین روزے رکھوں۔ (بخاری و مسلم) اور فرمایا کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہر ماہ میں تین روزے ایسے ہیں جیسے دہر (ہمیشہ) کا روزہ اور ارشاد فرمایا کہ رمضان کے روزے اور ہر ماہ کے تین روزے سینہ کی خرابی کو دور کرتے ہیں اور یہ روزے ایسا پاک کرتے ہیں جیسے پانی کپڑے کو اور ہر روزہ دس گناہ مٹاتا ہے۔ (بخاری، مسلم، طبرانی احمد، ترمذی) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چار چیزوں کو نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشورہ عشرہ ذی الحجہ اور ہر ماہ کے تین روزے اور فجر کے پہلے دو سنتیں۔ اور یہ ایام بیض کے روزے آپ نے حضر و سفر میں کبھی ترک نہیں کیے تھے۔ (نسائی)

(۶) پیر اور جمعرات کا روزہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا پیر اور جمعرات کے روز اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی مغفرت فرماتا ہے سوائے دو شخصوں کہ جنھوں نے آپس میں جدائی کر لی ہو ان کی نسبت ملائکہ سے ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ صلح کر لیں اور روایت میں وارد ہے کہ پیر کے دن روزہ رکھنے سے متعلق آپ سے سوال ہوا کہ آپ کیوں رکھتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی میں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے اس روز میں ولادت کے سلسلہ میں شکریہ کے طور پر روزہ رکھا اور

گویا جس روز کوئی نعمت دربارِ الٰہی سے عطا ہو اس روز بطور شکریہ روزہ رکھنا سنت ہے اور اس نعمت کا ہر سال اسی روز شکریہ کرنا جائز ہے۔ نیز شکریہ روزہ کی صورت میں مخصوص نہیں بلکہ ہر طرح کی عبادت مالی وجانی اور صدقات وخیرات کی شکل میں کیا جاسکتا ہے۔ دیکھو نزول قرآن ماہِ رمضان میں ہوا اس کا شکریہ دن کو روزہ اور رات کو قیام اور ہر طرح کی مالی وجانی عبادت سے کیا جاتا ہے۔

(۷) بعض اور دنوں کے روزے آپ نے ارشاد فرمائے کہ جو بدھ وجمعرات کو روزہ رکھے اس کے لیے دوزخ سے برأت لکھ دی جائے گی اور اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنایا جائے گا جس کے باہر کا حصّہ اندر سے اور اندر کا حصّہ باہر سے نظر آئے گا اور دوسری روایت میں ہے اس کے لیے موتی یاقوت کا محل بنایا جائے گا اور روایت میں ہے جو ان تین دنوں کے روزے رکھے پھر جمعہ کو تھوڑا یا زیادہ صدقہ کرے تو جو گناہ کیا بخش دیا جائے گا اور ایسا ہو جائے گا جیسا کہ اماں نے اب ہی جنا۔ مگر صرف جمعہ کا روزہ مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے آگے پیچھے ایک روزہ اور ملالے۔ (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی وغیرہ)

زکوٰۃ کا بیان

قرآن مجید میں ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔ ترجمہ نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ اسی طرح متعدد مقامات پر قرآن مجید میں زکوٰۃ دینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جس سے زکوٰۃ کی فرضیت اور اہمیت ثابت ہوتی ہے اور نہ دینے پر سخت وعید فرمائی ہے۔ قرآن میں ہے۔ ترجمہ جو لوگ بخل کرتے ہیں اس کے ساتھ جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دیا ہے وہ یہ گمان نہ کریں کہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لیے بُرا ہے۔ اس چیز کا قیامت کے دن ان کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا جس کے ساتھ بخل کیا اور فرمایا جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے

کرتے ہیں یعنی زکوٰۃ ان کی نہیں دینے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں۔ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ جس دن آتش جہنم میں وہ تپائے جائیں گے اور ان سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جو تم نے اپنے نفس کے لیے جمع کیا تھا۔ تو اب چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

اسی طرح حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید اور نہ دینے پر سخت وعید اور غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ بعض احادیث کا ذکر کیا جارہا ہے سماع فرمایئے۔

امام احمد کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وارد ہے جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی گئی قیامت کے روز وہ گنجا سانپ ہوگا مالک کو ڈرائے گا وہ بھاگے گا یہاں تک کہ پھر کر اپنی انگلیاں اس کے منہ میں ڈال دے گا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جو شخص سونے چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق ادا نہ کرے تو جب قیامت کا روز ہوگا اس کے لیے آگ کے پتھر بنائے جائیں گے اور ان پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی اور ان سے ان کی کروٹ اور پیشانی اور پیٹھ داغی جائے گی۔ جب ٹھنڈے ہونے پر آئیں گے پھر ویسے ہی کر دیئے جائیں گے یہ معاملہ اس روز کا ہے جس کی مقدار پچاس ہزار برس یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اب وہ اپنی راہ دیکھے گا خواہ جنت کی طرف جائے یا جہنم کی طرف۔ اور اونٹ کے بارے میں فرمایا جو اس کا حق ادا نہیں کرتا قیامت کے دن ہموار میدان میں لٹا دیا جائے گا اور وہ اونٹ سب کے سب نہایت فربہ ہو کر آئیں گے۔ پاؤں سے اس کو روندیں گے اور منہ سے کھائیں گے۔ جب ان کی پچھلی جماعت گزر جائے گی تو پہلی لوٹے گی۔ اور گائے اور بکریوں کے متعلق فرمایا کہ اس شخص کو ہموار میدان میں لٹائیں گے اور وہ سب کی سب آئیں گی نہ ان میں مڑے ہوئے سینگ کی کوئی ہوگی نہ بے سینگ کی۔ نہ ٹوٹے

سینگ کی اور سینگوں سے ماریں گی اور کھروں سے روندیں گی۔

ابن خزیمہ وابن حبان اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ دوزخ میں سب سے اوّل تین شخص جائیں گے۔ ان میں ایک وہ تونگر ہے کہ اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔

امام احمد انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کہ وہ پاک کرنے والی ہے۔ تجھے پاک کر دے گی۔ اور رشتہ داروں سے سلوک کر اور مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔

طبرانی اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے لیے چھ چیزوں کی کفالت کرے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔ میں نے عرض کی وہ کیا ہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا نماز۔ زکوٰۃ امانت۔ شرم گاہ۔ شکم و زبان۔

ابن خزیمہ اپنی صحیح اور طبرانی اوسط میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بے شک اللہ تعالیٰ نے اس سے شر دُور فرمایا۔

مسائل زکوٰۃ

زکوٰۃ شریعت میں فرض ہے جس کا انکار کفر اور چھوڑنا فسق اور منکر مستحق قتل ہے اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہ گار مردود الشہادۃ ہے۔ (عالم گیری) مسئلہ مباح کر دینے میں زکوٰۃ ادا نہ ہو گی بلکہ مستحق کو مالک بنا دینا ضروری ہے۔ ہاں اگر کھانا دے دیا کہ چاہے کھالے یا لے جائے تو ادا ہو گئی۔ یونہی بہ نیت زکوٰۃ فقیر کو کپڑا دے دیا پہنا دیا ادا ہو گئی۔ نیز مالک اس کو بنانا لازمی امر ہے کہ وہ قبضہ کرنا جانتا ہو۔ لہذا چھوٹے بچے یا پاگل کو دینے سے ادا نہ ہو گی۔

شرائط وجوب زکوٰۃ

(۱) مسلمان ہو کافر پر زکوٰۃ واجب نہیں لہذا مرتد اسلام نے جو زکوٰۃ نہیں دی تھی ساقط ہو گئی۔

(۲) نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۳) عقل جنون اگر سال بھر رہا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

(۴) آزاد ہونا غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں اگرچہ ماذون ہو یا مکاتب۔

(۵) مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا اگر مال نصاب سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔ (عالمگیری)

(۶) پورے طور پر نصاب پر قابض ہو لہذا جو مال گم ہو گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا یا جنگل میں دفن کیا یاد نہ رہا یا مدیون نے انکار کر دیا اور گواہ موجود نہیں پھر یہ مل گئے تو جب تک نہ ملے تھے اس زمانہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ (درمختار و ردالمحتار)

(۷) نصاب کا قرض سے فارغ ہونا نصاب کا مالک ہے مگر اس پر قرض ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتا تو زکوٰۃ واجب نہیں خواہ وہ قرض بندہ کا ہو جیسے زر ثمن یا کسی چیز کا تاوان یا اللہ تعالیٰ کا قرض ہو جیسے زکوٰۃ خراج اور اس قرض سے وہ قرض مراد ہے جو زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد ہوا تو زکوٰۃ پر اس کا کچھ اثر نہیں زکوٰۃ واجب ہے۔ اسی طرح جس قرض کا بندوں کی طرف سے مطالبہ نہ ہو وہ مانع زکوٰۃ نہیں ہے جیسے کفارہ و فدیہ وغیرہ۔

(۸) نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ حاجت اصلیہ کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں انسان کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس میں زکوٰۃ نہیں جیسے رہنے کا مکان سردی اور گرمی میں پہننے کے کپڑے۔ خانہ داری کا سامان۔ سواری

کے جانور خدمت کے لیے غلام جنگ کے آلات پیشہ وروں کے اوزار اہل علم کے لیے
حاجت کی کتابیں۔ کھانے کے لیے غلہ (ہدایہ، عالمگیری شامی) کتب طب حاجت اصلیہ
سے ہیں۔ نحو، صرف، نجوم۔ قصص حاجت اصلیہ سے نہیں۔ اصولِ فقہ، کلام، اخلاقی کتب
کتب کیمیائے سعادت، احیاء العلوم وغیرہ حاجت اصلیہ سے ہیں۔ کفار اور بدمذہبوں کا
رد اور اہل سنت کی تائید میں کتابیں حاجتِ اصلیہ سے ہیں۔

(۹) مال نصاب کا نامی ہونا یعنی بڑھنے والا خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً۔ سونے چاندی میں
ہر طرح سے زکوٰۃ واجب ہے۔ اگرچہ دفن کر کے رکھے ہوں یا تجارت کرے یا نہ
کرے اور باقی چیزوں پر اس وقت کہ ان میں نیت تجارت ہو۔ زکوٰۃ دیتے وقت
یا زکوٰۃ کے لیے مال علیحدہ کرتے وقت نیت زکوٰۃ شرط ہے اور نیت کے معنی یہ
ہیں اگر پوچھا جائے تو بلا تامل بتا سکے کہ یہ زکوٰۃ ہے (عالم گیری) مال بہ نیت
زکوٰۃ علیحدہ کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا جب تک فقیروں کو نہ دے دے یہاں
تک کہ اگر وہ مال باقی رہا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اور اگر مر گیا تو وراثت جاری ہوگی۔
(رد المحتار) فقیر پر اس کا قرض تھا اور کل معاف کر دیا تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی جب
کہ بقدر نصاب مال نہ رہا ہو۔ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں لگ
سکتی کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی۔ زکوٰۃ دینے میں اس کی ضرورت نہیں کہ فقیر
کو زکوٰۃ کہہ دے بلکہ نیت زکوٰۃ کافی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض
کہہ کر دے اور نیت زکوٰۃ کی ہو تو ادا ہو گئی (عالمگیری) یونہی نذر یا ہدیہ یا پان کھانے
میں یہ قرض یا بچوں کے مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی ادا ہو گئی۔ اگر
شک ہے کہ زکوٰۃ دی یا نہیں تو اب دے۔ (عالمگیری) سونا، چاندی جب
کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصّہ خواہ ویسے یا ان کے سکے
جیسے روپے، اشرفیاں یا ان کی کوئی چیز بنی ہوئی ہو خواہ اس کا استعمال جائز
ہو جیسے عورت کے لیے زیور مرد کے لیے چاندی کی ایک نگ کی انگوٹھی
ساڑھے چار ماشہ سے کم یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا ان کا استعمال

مرد و عورت ہر کے لیے حرام ہے۔ یا مرد کے لیے سونے چاندی کا چھلا یا زیور یا سونے کی انگوٹھی یا چند انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی غرض جو کچھ ہو زکوٰۃ سب کی واجب ہے مثلاً ساڑھے سات تولہ سونا ہو تو سوا دو ماشہ زکوٰۃ واجب ہے یا باون تولہ چھ ماشہ چاندی ہے۔ تو ایک تولہ تین ماشہ چھ رتی زکوٰۃ واجب ہے۔ (در مختار وغیرہ) سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے چاندی کی نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ اور اگر اسباب کی قیمت نصاب سے کم ہو تو اگر کچھ سونا چاندی ہو تو ملا کر اگر نصاب کی قیمت کو پہنچے تو زکوٰۃ واجب ہے مگر اسباب کی قیمت اس سکے سے لگائیں جس کا ملک میں رواج ہو۔ نصاب سے اگر مال زیادہ ہو تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہو تو زکوٰۃ بھی واجب ہے اور پانچواں حصہ ہو تو اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ معاف ہے۔ اسی طرح مال تجارت کا بھی یہی حکم ہے۔ پیسے جب رائج ہوں اور دو سو درہم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کے ہوں تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ تجارت کے لیے نہ ہوں اور اگر رواج ختم ہو گیا ہو تو جب تک تجارت کے لیے نہ ہوں زکوٰۃ واجب نہیں (فتاویٰ قاری الهدایہ) نوٹ کی زکوٰۃ واجب ہے جب تک ان کا چلن ہو کہ یہ عرفی اور اصطلاحی ثمن ہیں اور پیسوں کے حکم میں ہیں۔ کرایہ پر اٹھانے کے لیے دیگیں ہوں ان کی زکوٰۃ نہیں یوں ہی کرایہ کے مکان کی (عالمگیریہ) روپے کے عوض کھانا غلہ کپڑا وغیرہ فقیر اور مستحق کو دے کر مالک کر دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ مگر اس چیز کی قیمت جو بازاری بھاؤ سے ہوگی وہ زکوٰۃ میں مراد لی جائے گی۔ بالائی مصارف مثلاً بازار سے لانے میں جو مزدور کو دیا ہے یا گاؤں سے منگوایا تو کرایہ اور چونگی وضع نہ کریں گے یا پکوا کر دیا تو پکوائی یا لکڑی کی قیمت مجرا نہ کریں بلکہ اس کی پکی ہوئی چیز کی قیمت بازار میں ہو اس کا اعتبار ہے۔ (عالمگیری۔ در مختار)

عاشر کا بیان

عاشر اس کو کہتے ہیں جس کو بادشاہِ اسلام نے راستہ پر مقرر کیا ہو کہ تجار جو اموال لے کر گزریں ان سے صدقات وصول کرے۔ عاشر کے لیے یہ شرط ہے کہ مسلمان ہو غیر ہاشمی ہو چور اور ڈاکوؤں سے حفاظت پر قادر ہو (بحر) جو شخص دو سو درہم سے کم مال لے کر گزرا تو عاشر اس سے کچھ نہ لے گا۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا ذمی یا حربی خواہ اس کے گھر میں اور مال ہونا معلوم ہو یا نہیں (عالمگیری) مسلمان سے چالیسواں حصہ اور ذمی سے بیسواں حصہ اور حربی سے دسواں حصہ (تنویر) حربی سے دسواں حصہ اس وقت ہے جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ انھوں نے مسلمانوں سے کیا لیا ہے اگر معلوم ہو تو اس سے اتنا ہی لیں گے۔ مگر حربیوں نے اگر مسلمانوں کا کل مال لے لیا ہو تو مسلمان کل نہ لیں بلکہ اتنا چھوڑ دیں کہ وہ اپنے ٹھکانے کو پہنچ جائے اور اگر حربیوں نے مسلمانوں سے کچھ نہ لیا تو مسلمان بھی کچھ نہ لیں۔ عاشر کے پاس سے ایسی چیز لے کر گزرا جو جلد خراب ہو جانے والی ہے جیسے میوہ، ترکاری، خربوزہ، تربوز، دودھ وغیرہ اگرچہ ان کی قیمت نصاب کی قدر ہو مگر عشر نہ لیا جائے ہاں اگر وہاں فقراء موجود ہوں تو لے کر فقراء کو بانٹ دے (عالمگیری)

کان اور دفینہ کا بیان

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ کان میں خمس ہے (بخاری و مسلم) کان سے لوہا، سیسہ، تانبا، پیتل، سونا، چاندی نکلے اس سے پانچواں حصہ لیا جائے گا اور باقی پانے والے کا ہے۔ پانے والا آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی، مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ اور وہ زمین عشری ہو یا خراجی ہو۔ مگر یہ سب اُس وقت ہے کہ یہ زمین کسی کی ملک نہ ہو مثلاً جنگل ہو یا پہاڑ اور اگر کسی کی ملک ہے تو کل مالک زمین کو دیا جائے خمس بھی نہ لیا جائے

(درمختار) فیروزہ یاقوت وزمرد ودیگر جواہر وسرمہ پھٹکری، چونا، موتی ہیں اور نمک وغیرہ بہنے والی چیزوں میں خمس نہیں (ردالمحتار) مکان یا دکان میں کان نکلی تو خمس نہ لیا جائے۔ بلکہ کل مالک کو دیا جائے۔ فیروزہ، یاقوت، زمرد وغیرہ جواہر سلطنت اسلامیہ سے پیشتر دفن تھے اور اب نکلے تو خمس لیا جائے گا کہ یہ مال غنیمت ہے (درمختار) جس دفینہ میں اسلامی نشانی پائی جائے خواہ وہ نقد ہو یا ہتھیار خانہ داری کے سامان وغیرہ وہ پڑے مال کے حکم میں ہیں۔ یعنی مسجدوں اور بازاروں میں اس کا اعلان وہاں تک کیا جائے کہ غالب گمان پیدا ہو جائے کہ اب اُس کا تلاش کرنے والا کوئی نہ ملے گا پھر مساکین کو دیا جائے اور خود فقیر ہو تو اپنے صرف میں لائے اور اگر کفر کی علامت مثلاً بت کی تصویر یا کافر بادشاہ کا اس پر نام لکھا ہو اس میں سے خمس لیا جائے باقی پانے والے کو دیا جائے خواہ اپنی زمین میں پائے یا دوسرے کی زمین میں یا مباح زمین پر (درمختار) حربی کافر نے دفینہ نکالا تو اس کو نہ دیا جائے اور جو اس نے لیا ہے واپس لیا جائے ہاں اگر بادشاہِ اسلام کے حکم سے کھود کر نکالا تو جو ٹھہرا ہے وہ دیں گے۔ (عالمگیری) خمس میں مساکین کا حق ہے کہ بادشاہ اسلام ان پر خرچ کرے اور اگر اس نے بطور خود مساکین پر صرف کر دیا جب بھی جائز ہے۔ بادشاہ اسلام کو خبر پہنچے تو اس کو برقرار رکھے اور اس کے تصرف کو نافذ کر دے اور اگر یہ خود مسکین ہے تو اس کو خمس دے دے تو یہ بھی جائز (درمختار وغیرہ)

زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ

قرآن مجید میں ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو۔ بخاری شریف میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا عشری ہو یعنی نہر کے پانی سے اسے سیراب کرتے ہیں۔ اس میں عشر ہے اور جس زمین کے سیراب کرنے کے لیے جانور پر پانی لاد کر لاتے ہوں اس میں نصف عشر

یعنی بیسواں حصّہ اور حضرت ابن نجار انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس شے میں جسے زمین نے نکالا عشر یا نصف عشر ہے۔

پاکستان کی زمینیں عموماً عشری ہیں اور عشری زمین سے ایسی چیز پیدا ہوئی جس کی زراعت سے مقصود زمین سے منافع حاصل کرنا ہے تو اس پیداوار کی زکوٰۃ فرض ہے اور اس زکوٰۃ کا نام عشر ہے یعنی دسواں حصّہ کہ اکثر صورتوں میں دسواں حصّہ فرض ہے۔ گو بعض صورتوں میں نصف عشر ہی لیا جائے گا۔ (عالمگیری)

عشر کی شرائط

۱۔ عاقل بالغ ہونا شرط نہیں، لہٰذا مجنوں اور نابالغوں کی زمین میں عشر واجب ہے۔ (عالمگیری)

۲۔ اور عشر خوشی سے دے تاکہ ثواب کا مستحق ہو۔ (عالمگیری)

۳۔ عشر میں سال گزرنا شرط نہیں بلکہ سال میں چند بار ایک کھیت میں اگر زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے۔ (شامی)

۴۔ اس میں نصاب شرط نہیں ایک صاع بھی پیداوار ہو تو عشر واجب ہے (شامی)

۵۔ عشر میں یہ شرط نہیں کہ وہ چیز باقی رہنے والی ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ کاشتکار زمین کا مالک ہو حتیٰ کہ وقفی زمین پر بھی عشر واجب ہے۔ (شامی)

۶۔ مکان اور مقبرہ میں جو پیداوار ہو اس میں عشر نہیں۔ (درمختار)

۷۔ جب تک کاشت نہ کرے اور نہ پیداوار ہے تو عشر واجب نہیں۔ (درمختار)

۸۔ کھیت بویا مگر پیداوار ماری گئی مثلاً کھیتوں میں سیلاب سے ڈوب گئی یا جل گئی یا سردی یا لو سے جاتی رہی تو اگر کل جاتی رہی تو عشر ساقط ہو گیا۔ یونہی اگر چوپائے کھا گئے یا ہلاکت کے بعد اس سال کے اندر دوسری زراعت تیار نہ ہو سکے یا توڑنے کاٹنے سے پہلے ہلاک ہو گئی تو عشر ساقط ہو گیا ورنہ نہیں۔

۹۔ عشری زمین بٹائی پر دی تو مالک اور کاشت کار ہر دو پر عشر واجب ہے۔

۱۰۔ ٹھیکہ پر دی ہوئی زمین پر عشر کاشت کار پر واجب ہے (شامی)
جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی پیداوار سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود نہ ہوں۔ ان میں عشر نہیں جیسے گھاس نرکل، جھاؤ، کھجور کے پتے، خطمی، بیگن کے درخت، خربزہ، تربوز، کھیر، ککڑی کے بیج۔ یونہی ہر قسم کی ترکاریوں کے بیج کہ ان کی کھیتی سے ترکاریاں مقصود ہوتی ہیں۔ بیج نہیں۔ یونہی جو بیج دوا ہیں جیسے میتھی، کلونجی گھاس، بید جھاڑ وغیرہ سے زمین کے منافع حاصل کرنا مقصود ہو اور زمین ان کے لیے خالی چھوڑ دی تو ان میں بھی عشر واجب ہے (ردالمحتار) جو کھیت نہر، نالے کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اس میں عشر دسواں حصہ واجب ہے۔ اور جس کی آبپاشی چرخ سے یا ڈول سے ہو اس میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے اور پانی خرید کر آب پاشی ہو یعنی پانی کسی کی مالک ہو اس کو خرید کر آب پاشی کی جب بھی نصف عشر واجب ہے اور اگر وہ کھیت کچھ دنوں کے لیے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور کبھی ڈول چرسے سے تو اگر اکثر مینہ کے پانی سے کام لیا جاتا ہے اور کبھی ڈول چرسے سے تو عشر واجب ہے ورنہ نصف عشر۔ (ردالمحتار) عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل میں شہد ہو اس پر عشر واجب ہے۔ بشرطیکہ بادشاہِ اسلام نے حربیوں، ڈاکوؤں اور باغیوں سے ان کی حفاظت کی ہو ورنہ کچھ نہیں (ردالمحتار) گیہوں، جوار، باجرا، دھان اور ہر قسم کے غلے اور السی کسم اخروٹ، بادام اور روئی، پھول، گنا، تربز، کھیرا، ککڑی، بیگن اور ہر قسم کی ترکاری سب میں عشر واجب ہے۔ تھوڑا پیدا ہو یا زیادہ (عالمگیری) جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہو اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مصارف زراعت، ہل، بیل حفاظت کرنے والے اور کام کرنے والے کی اُجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی عشر یا نصف عشر دیا جائے گا (درمختار) جو چیز زمین کے تابع ہوں جیسے درخت اور جو چیز درخت سے نکلے جیسے گوند اس میں عشر نہیں۔
(عالمگیری)

زکوٰۃ کن کو دی جائے گی

زکوٰۃ کے مصارف و مستحقین سات ہیں؛

۱۔ فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی مقدار ہو مگر حاجت اصلیہ سے فارغ نہ ہو اور یہ فقیر گو عالم ہو کیونکہ اس کو دنیا جاہل کو دینے سے اچھا ہے۔

۲۔ مسکین یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے میں محتاج ہو کہ لوگوں سے سوال کرے اور اسے سوال کرنا حلال ہے اور فقیر کو سوال ناجائز۔

۳۔ عامل یعنی وہ جس کو بادشاہِ اسلام نے زکوٰۃ اور عشر وصول کرنے کے لیے مقرر کیا اسے کام کے لحاظ سے اتنا دیا جائے کہ اس کو اور اس کے مددگاروں کو متوسط طور پر کافی ہو مگر اتنا نہ دیا جائے کہ جو وصول کر لایا ہے۔ اس کے نصف سے زیادہ ہو جائے۔ (ردالمحتار)

۴۔ رقاب یعنی غلام مکاتب کو دینا تا کہ وہ بدل کتابت دے کر آزادی حاصل کر سکے۔ (عامہ کتب) غارم وہ مقروض جس پر اتنا قرض ہو کہ قرض نکالنے کے بعد نصاب باقی نہ رہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ ہاشمی نہ ہو۔

۵۔ فی سبیل اللہ یعنی راہِ خدا میں صرف کرنے کی چند صورتیں ہیں مثلاً جہاد میں جانا چاہتا ہے مگر خرچہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ ایسے ہی دین پڑھنے والے مستحق کو دے سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ مال زکوٰۃ اسلامی مدارس میں بھیج دیتے ہیں ان پر لازم ہے کہ ناظم وغیرہ کو اطلاع دیں کہ یہ مال زکوٰۃ ہے تا کہ اس کو جدا رکھا جائے۔ کسی اُجرت میں نہ دے۔ غریب طلبہ پر صرف کرے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

۶۔ ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس مال نہ رہا ہو تو زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اگر چہ

اس کے گھر مال موجود ہو مگر ضروری ہے کہ وہ بقدر ضرورت وحاجت ہی لے زیادہ کی حاجت نہیں۔

حج کا بیان

حج کی ادائیگی میں چند ضروری اشیاء کا اجمالی تعارف۔

میقات: میقات اس جگہ کا نام ہے مکہ شریف کو جانے والے کو بغیر احرام وہاں سے آگے جانا ناجائز ہے۔ اگرچہ تجارت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔ (عامہ کتب)

احرام: بے سلے کپڑے پہننا اور میقات سے حج کی نیت کرنا۔ احرام باندھنے سے حاجی پر بعض جائز اور حلال چیزیں ناجائز ہو جاتی ہیں۔

تلبیہ: لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ۔

طواف: خانہ کعبہ کے اِردگرد سات چکر لگانا۔

رمل: طواف کے پہلے تین چکر لگاتے وقت جلد جلد چھوٹے چھوٹے قدم رکھنا شانے ہلانا، قومی بہادروں کی طرح نہ کودنا نہ دوڑنا اور جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور کسی ایذا کا خطرہ ہو تو اتنی دیر رَمل ترک کر دے۔ مگر طواف سے رکے نہیں موقعہ ملنے پر پھر رمل کرے۔

اضطباع: طواف شروع کرنے سے پہلے چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکالے کہ داہنا مونڈھا کھلا رہے۔ اور چادر کے ہر دو کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال دے۔

طواف قدوم: حج کی نیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والے ہر آفاقی یعنی میقات باہر سے آنے والے کے لیے مسنون ہے۔

طواف زیارت: ۱۰ ذوالحجہ کو صبح صادق کے بعد ۱۲ ذوالحجہ تک جائز۔ مگر دس

کو کرنا بہتر ہے۔

طواف صدر یا طواف وداع: بیت اللہ سے واپسی پر ہر آفاقی پر واجب ہے۔

طواف عمرہ: عمرہ میں طواف ضروری اور فرض ہے۔ اور اس میں رمل اور سعی بھی مروہ وصفا کے درمیان لازم ہے۔

سعی: صفا اور مروہ کے مابین سات مرتبہ آنا اور جانا۔

صفا: کعبہ شریف کی جنوب کی طرف زمانۂ قدیم میں ایک پہاڑی تھی کہ زمین میں چھپ گئی ہے۔ اب وہاں قبلہ رُخ ایک دالان سا بنا ہُوا ہے اور چڑھنے کی سیڑھیاں ہیں۔

مروہ: ایک پہاڑی صفا سے پورب کی طرف تھی یہاں بھی قبلہ رُخ ایک دالان بنا ہُوا ہے اور سیڑھیاں۔ صفا سے مروہ تک جو فاصلہ ہے اب یہاں بازار ہے۔ صفا سے چلتے ہوئے دائیں ہاتھ کو دکانیں اور بائیں ہاتھ کو احاطہ مسجد اطرام ہے۔

میلین اخضرین: اس فاصلہ کے وسط میں جو صفا سے مروہ تک ہے۔ دو سبز میل نصب ہیں (جیسے میل کے شروع میں پتھر لگا ہوتا ہے)

مسعی۔ وہ فاصلہ کو جو دونوں کے درمیان ہے۔
ایک گول وسیع احاطہ ہے۔ جس کے کنارے کثرت دالان اور آنے آنے وجانے کے دروازے ہیں۔

مطاف: ایک گول دائرہ ہے جس میں سنگ مرمر بچھا ہُوا ہے۔ بیچ میں کعبہ معظمہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت مسجد الحرام اسی قدر تھی۔

باب السلام: مشرقی قدیم دروازہ ہے۔

رکن: مکان کا گوشہ جہاں پر اس کی دو دیواریں ملتی ہے جس کو زاویہ بھی کہتے ہیں۔

رکن اسود: جنوب ومشرق کے گوشہ میں زمین سے اُونچا سنگ اسود شریف نصب ہے۔

رکن عراقی: مشرق و شمال کے گوشہ میں دروازہ کعبہ انھیں دو رکنوں کے بیچ کی مشرقی دیوار میں زمین سے بہت بلند ہے۔

ملتزم: اسی مشرقی دیوار کا وہ ٹکڑا جو رکن اسود سے دروازہ کعبہ تک ہے۔ رکن شامی اوتر اور پچھم کے گوشہ میں۔

میزاب رحمت: سونے کا پرنالہ کہ رکن عراقی و شامی کی شمالی دیوار پر چھت میں نصب ہے۔

حطیم: یہ بھی شمالی دیوار کی طرف ہے حقیقت میں یہ زمین کعبہ ہی کی تھی مگر بوقت تعمیر کعبہ از سر نو زمانہ جاہلیت میں کمی خرچہ تعمیر کے باعث اتنی زمین کعبہ سے باہر الگ چھوڑ دی گئی اور اس کے گرداگرد قوسی انداز کی ایک چھوٹی سی دیوار کھینچ دی گئی۔ اس میں دونوں طرف آمد و رفت کا دروازہ ہے جس میں داخل ہونا کعبہ معظمہ ہی میں داخل ہونا ہے۔ جو کہ بحمد للہ اہل اسلام کو یہ سعادت نصیب ہے کہ جو کعبہ مسقف میں داخل نہ ہو سکے وہ اس میں داخل ہو کر وہی قرب حاصل کر سکتا ہے۔

رکن یمانی: پچھم اور دکھن کے گوشہ میں ہے۔

مستجار: رکن یمانی و شامی کے بیچ غربی دیوار کا وہ ٹکڑا جو ملتزم کے مقابل ہے۔

مستجاب: رکن یمانی و رکن اسود کے بیچ جو دیوار جنوبی ہے یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کے لیے مقرر ہیں اسی لیے اس کا نام مستجاب رکھا گیا۔

مقام ابراہیم: دروازہ کعبہ کے روبرو ایک قبہ میں وہ پتھر ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ بنایا تھا۔ ان کے قدم پاک کا اس پر ابھی تک نشان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آیات بینات (اللہ کی کھلی نشانیاں) فرمایا۔

زمزم: زمزم شریف کا قبہ مقام ابراہیم سے جنوب کو مسجد شریف میں واقع ہے اور قبہ کے اندر زمزم کا کنواں ہے۔

باب الصفا: مسجد شریف کے جنوبی دروازوں میں ایک دروازہ ہے جس سے
نکل کر سامنے کوہِ صفا ہے۔

رمی: کنکریاں پھینکنے کو کہتے ہیں۔

رمی الجمار: شیطانوں کو کنکریاں مارنا۔

شوط: بیت اللہ کے چاروں طرف ایک پورا چکر لگانے کو کہتے ہیں۔

حج افراد: حج کی وہ قسم ہے جس کے احرام میں صرف حج کی ہی نیت کی جاتی ہے
اور عمرہ کا نام نہیں لیا جاتا ہے۔

حج مفرد: حج افراد کرنے والے کو کہتے ہیں۔

حج قران: وہ حج جس میں عمرہ اور حج دونوں کے احرام میں ایک ساتھ نیت
کی جاتی ہے۔ اور عمرہ کرنے کے بعد بھی احرام نہیں کھولا جاتا جب تک کہ
حج نہ ہو جائے۔ اَللّٰھُمَّ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ۔

حج قارن: حج قران کرنے والا۔

حج تمتع: حج کی وہ قسم جس میں عمرہ کر کے احرام کھولا جاتا ہے۔ پھر اسی سال حج کا دوبارہ
احرام باندھا جاتا ہے۔ یا عمرہ پورا نہ کیا ہو صرف چار چکر پورے کیے اور
حج کا احرام باندھ لیا۔

حج بدل: کسی اور کی طرف سے حج کرنا۔

حج فوت شدہ: جس کا حج فوت ہو گیا یعنی وقوفِ عرفہ اس کو نہ ملا تو اب حج
کے باقی افعال ساقط ہو گئے اور اس کا احرام عمرہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ پس
عمرہ کر کے احرام کھول دے اور آئندہ سال قضا کرے۔

حج منت: یعنی یوں کہا کہ اللہ کے لیے مجھ پر حج ہے یا کسی کام کے ہونے پر حج
کو مشروط کیا اور وہ کام ہو گیا۔ تو حج واجب ہو گیا یا احرام باندھنے یا کعبہ معظمہ
یا مکہ مکرمہ جانے کی منت مانی تو حج یا عمرہ جس کی وہ تعیین کرے اس پر
واجب ہو گیا۔

استلام: حجرِ اسود کو بوسہ دینا ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں حجرِ اسود پر رکھ کر اپنا منہ دونوں کے درمیان کر کے اطمینان سے بوسہ دینا اس طور پر کہ آواز پیدا نہ ہو اگر یوں بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ہاتھ یا چھڑی سے اشارہ کرنا کافی ہے۔

عرفات: وہ پہاڑی جس میں حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کے جنت سے اُتار دینے کے بعد ملاقات ہوئی اور ہر ایک نے دوسرے کو پہچان لیا اس وجہ سے اس کا نام یہ مشہور ہو گیا۔

جمع بین الصلوتین: دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا میدانِ عرفات میں ظہر و عصر کی نمازوں کو یکجا کرنا سنت ہے۔ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ایک جگہ جمع کرنا واجب ہے۔

آفاقی: وہ شخص کہ میقات سے باہر رہتا ہو جیسے پاکستانی کہ سب آفاقی ہیں۔

جبل رحمت: عرفات میں وہ پہاڑ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع میں خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔

حج صبیان: باتفاق بچوں پر حج فرض نہیں۔

حج اکبر: ہر حج اکبر ہے جب اس میں نافرمانی کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

حج اصغر: عمرہ کو کہتے ہیں عرف میں حج اکبر کے لفظ کے مقابلہ میں بول دیتے ہیں ورنہ درحقیقت ہر حج حج اکبر ہے اور عمرہ عمرہ ہے نہ کہ حج خاص۔

منیٰ: وہ مقام جو کہ مکہ مکرمہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے اور جہاں شیطانوں کو کنکریاں مارتے اور قربانی کرتے ہیں۔

مسجد خیف: منیٰ کی مشہور مسجد ہے۔

مسجد حمزہ: عرفات کی مسجد ہے۔

مزدلفہ: منیٰ اور عرفات کے درمیان وہ میدان جہاں حاجی حضرات عرفات سے آتے ہوئے رات بسر کرتے ہیں۔

ہدی: وہ جانور جو حاجی قربانی کے لیے اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔

وادی: وہ وادی جہاں اصحابِ فیل پر عذابِ الٰہی نازل ہوا تھا۔ یہاں سے دوڑ کر گزرنے کا حکم ہے۔

یوم عرفہ: حج کا دن عرفات میں حاضری اسی روز ہوتی ہے۔

یلملم: مکہ معظمہ کے جنوب میں ایک پہاڑ جہاں سے پاکستان بھارت یمن کے حاجی احرام باندھتے ہیں۔

حلق راس: سر منڈانا۔

قصر راس: سر کے بال ترشوانا۔

جنایت: وہ فعل جس کا کرنا حدودِ حرم میں منع ہو وہ جنایت کہلاتا ہے۔

ایام تشریق: نویں ذوالحجہ سے لے کر تیرہ ذوالحجہ تک کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

جمرات: منیٰ میں وہ تین مقامات جہاں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں پہلے جمرہ کو جمرۃ الاولیٰ دوسرے کو جمرۃ الوسطیٰ تیسرے کو جمرۃ الاُخریٰ کہتے ہیں۔ جمرہ کنکری کو کہتے ہیں ان مقامات میں کنکریاں ماری جاتی ہیں اس وجہ سے ان کو جمرات کہتے ہیں۔ عرف عام میں یہی شیطان کے نام سے موسوم ہیں۔

جنت المعلیٰ: مکہ مکرمہ کا قبرستان۔

جنت البقیع: مدینہ منورہ کا قبرستان۔

دم: احرام کی حالت میں بعض ممنوع کاموں کے کرنے پر قربانی واجب ہو جاتی ہے اس کو دم کہتے ہیں یعنی جرمانہ مراد اس سے ایک بھیڑ یا دنبہ یا بکری یا گائے کا ساتواں حصّہ ہوتا ہے۔

حج مُحصر: جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے وہ پورا نہ کر سکا اس کو محصر (روکا ہوا) کہتے ہیں۔

جن وجوہ سے حج یا عمرہ نہ کر سکے وہ تقریباً یہ ہیں دشمن، درندہ، مرض کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا گمان غالب ہے، ہاتھ پاؤں کا ٹوٹ جانا قید ہونا۔ عورت کے محرم یا شوہر کا جس کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس کا انتقال

جانا۔ عدت مصارف یا سواری کا ہلاک ہو جانا۔ شوہر حج نفل میں عورت کو اور مولیٰ لونڈی، غلام کو منع کر سکتا ہے۔

مکّہ: زمانہ قدیم کے بعض محققین مؤرخین کے نزدیک یہ لفظ بابلی یا کلدانی لفظ ہے جس کا معنی گھر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت اس کی آبادی کی داغ بیل پڑی جب بابل و کلدان کے قافلے اس طرف سے گزرتے تھے۔

کعبہ: کعبہ کے لغوی معنی چوکھونٹے کے ہیں چونکہ یہ گھر چوکھونٹا بنا تھا۔ اور آج بھی اسی طرح ہے۔ اس وجہ سے یہ کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔

بکّہ: زبور شریف میں مکّہ کو بکّہ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا معنی آبادی یا شہر ہے۔ قرآن نے اس لفظ کو ثابت رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔

بیت اللہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دستور تھا کہ جہاں کہیں ان کو روحانیت کا جلوہ نظر آتا وہاں خدا کے گھر کا ایک نشان دیتے اور اللہ کی پُرخلوص عبادت کرتے۔ اسی طرح حضرت اسحاق حضرت یعقوب حضرت موسیٰ نے عبادت کے لیے گھر بنائے آخر کار حضرت داؤد علیہم السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی جو بنی اسرائیل کا قبلہ اور کعبہ بنا۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کا بنایا ہوا کعبہ جو کہ فرشتوں کی مدد سے آپ نے تعمیر کیا تھا نوح علیہ السلام کے زمانہ تک رہا لیکن جب طوفان آیا وہ صرف ایک ٹیلہ کی شکل رہ گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی نویں پشت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اور انھوں نے توحید کی آواز بلند کی۔ اور مقصد ایجاد نوع انسانی کی نشر و اشاعت کی تو اس وقت کے بادشاہ نمرود نے مقابلہ کیا آپ نے سمجھایا وہ نہ سمجھا آخر آپ نے نمرودی حکومت سے ہجرت کی اور تدریجاً مصر پہنچ گئے وہاں آپ کی مراد پوری یعنی توحیدی تاثرات روز بروز زیادہ ہونے لگے سابقہ پریشانیاں اور کوفتیں ختم ہوگئیں۔ پھر بھی آپ

کسی سنسان مقام کی تلاش میں رہتے تھے تاکہ اس میں خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کے لیے ایک گھر بنائیں۔ رب تعالیٰ نے یہ ٹھکانہ عطا فرمایا جو کہ ازل سے اس کام کے لیے منتخب تھا۔ تاکہ وہ یہاں خدا کی عبادت کے لیے چار دیواری کھڑی کریں اور اس کو توحید اور عبادت گزاروں کا مرکز بنائیں۔ چنانچہ آپ نے بحکم خداوندی بیت اللہ کی تعمیر کی۔

نوٹ: یہ اکثری استعمال کی رو سے بعض مقامات کے نام ہیں جن میں تغیر و تبدل کا امکان موجود ہے۔

حج کا بیان

اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ: "بلاشبہ پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو بکہ یعنی مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لیے اسی میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم اور جو اس میں داخل ہوا وہ باامن ہے اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے۔ جو شخص باعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھے اور جو کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔" اور پھر فرمایا:

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو)

نیز فرمایا وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی وَعَهِدْنَا اِلٰی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَ الْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ

ترجمہ "اور یاد کرو جب کہ ہم نے اس گھر کو لوگوں کا مرجع اور امن کا مسکن بنایا اور کہا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ نماز کی جگہ اور ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ دونوں میرے گھر کا طواف کرو اور قیام اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔"

نیز ارشاد ہوا، وَاِذْ بَوَّانَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِىْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔

ترجمہ "اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر کی جگہ کو ٹھکانہ بنایا کہ کسی کو میرا شریک نہ بنانا اور میرے گھر کو قیام اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر۔"

اور فرمایا؛ وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِىْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔

ترجمہ "اور لوگوں میں حج کے لیے اعلان کر دیں تاکہ وہ آپ کے پاس پیدل آئیں اور دُبلے کمزور اُونٹوں پر سوار ہو کر ہر ایک دور کی راہ سے چلے آئیں اور تاکہ وہ حاضر ہوں اپنے تجارتی اور دینی فائدوں کے لیے اور حج کے دنوں میں مویشیوں اور چوپایوں پر اللہ کا نام لے کر ان کو ذبح کریں پھر خود بھی کھائیں اور نڈھال بھوکے فقیروں کو بھی کھلائیں اور پھر چاہیے کہ وہ اپنے بدن کی میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔"

اور نیز فرمایا: وَ اِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا۔

ترجمہ "پھر جب تم اپنے احکام حج کو ادا کر چکو تو جس طرح اپنے باپ دادا کا ذکر کیا کرتے تھے اب اللہ کو یاد کرو بلکہ اس سے بڑھ کر"

قرآن مجید کی ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس گھر یعنی بیت اللہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہت سی یادگاریں اور نشانیاں ہیں۔ ان کے کھڑے ہونے اور نماز پڑھنے کی جگہ اور قربانی کا مقام ہے۔ اس لیے لوگوں کو چاہیئے کہ قریب و بعید سے یہاں آئیں اور دینی و دنیاوی فائدے حاصل کریں اس قدیم خانہ خدا کا طواف کریں اسماعیل علیہ السلام کی یادگار میں قربانی کر کے خود کھائیں اور غریبوں اور مسکینوں کو بھی کھانا کھلائیں اپنی نذریں پوری کریں یہاں پہنچ کر وہ امن و سلامتی کے پیکر مجسم بنیں نہ کسی پر ہتھیار اٹھائیں اور نہ کسی کو نقصان پہنچائیں حتیٰ کہ ایک معمولی اور حقیر جانور تک مارنے کا ارادہ نہ کریں۔ ظاہری زیبائش و آرائش راحت و آرام اور پر تکلف مصنوعی زندگی ترک کر کے ابراہیمی طریقے پر خدا کو یاد کریں۔

حج کی حقیقت

حج میں درحقیقت اللہ کی بے انداز نعمتوں کے مورد خاص ہیں حاضری دیگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح خدا کی دعوت پر لبیک کہنا۔ برگزیدہ پیغمبروں کی طرح اللہ پاک کے روبرو تسلیم و رضا کے ساتھ گردن جھکا دینا اور اللہ سے کیے ہوئے وعدوں کو بروئے کار لانا ہے اور یہی وہ جذبہ ہے جس کو حاجی ان بزرگوں کے مقدس اعمال کے مطابق حج میں اپنے عمل سے مجسم شکل میں ظاہر کرتے ہیں۔

حاجی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی طرح اپنی جان خدا کے حضور میں لے جاتے ہیں۔ جب تک خدا کے حضور میں رہتے ہیں نہ سر کے بال منڈواتے ہیں، نہ خوشبو لگاتے ہیں، نہ زیبائشی لباس پہنتے ہیں، نہ سر ڈھانپتے ہیں۔ دنیاوی راحت

و آرام اور ہر طرح کے تکلف سے الگ رہتے ہیں اور اسی والہانہ انداز سے خدا کے گھر میں آتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام تین دن کے پیدل سفر کے بعد گرد و غبار میں اَٹے ہوئے تھے اور جس طرح ہزاروں سال سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی پکار پر لبیک کہا تھا اور جس طرح ہزاروں سال سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی پکار میں لبیک کہا تھا وہی ترانہ ان کی زبان پر ہوتا ہے اور توحید کی صدا ان تمام مقامات میں بلند کرتے پھرتے ہیں۔ جہاں جہاں ان دونوں بزرگوں کے نقش قدم پڑے تھے جہاں سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑی تھیں وہاں حاجی دوڑتے ہیں دُعا کرتے ہیں اور خدا سے اپنی سیاہ اعمالیوں کی معافی چاہتے ہیں۔ عرفات میں جمع ہو کر آئندہ زندگی کے لیے خدا کی اطاعت آئندہ زندگی کے لیے خدا کی اطاعت کا عہد باندھتے ہیں اور یہی حقیقت میں حج میں اصلی رکن ہے۔ میدان عرفات میں لاکھوں بندگان خدا کا ایک ہی رنگ ایک ہی لباس ایک ہی حالت ایک ہی جذبے میں سرشار ہو کر جمع ہونا جلے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں اکٹھے ہو کر عمر رفتہ کی کوتاہیوں اور بربادیوں کا ماتم سیاہ کاریوں کا اقرار اور احساس ملامت کے ساتھ مغفرت کی پکار ماحول پر ایک ایسا رُوح گداز اور کیف آسا اثر طاری ہوتا ہے جسے انسان عمر بھر فراموش نہیں کر سکتا پھر اپنی طرف سے ایک جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں ذبح کرتے ہیں اور اس وقت ایسی جانثاری اور سرفروشی کا اقرار کرتے ہیں۔ جو کبھی اس میدان میں سب سے پہلے داعی توحید نے اپنی زبان اور عمل سے ظاہر کی تھی وہی جذبات حاجیوں کے دلوں میں موجزن ہوتے ہیں اور ان کی زبانوں سے وہی صدا بلند ہوتی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے ہوئی تھی یعنی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

پارہ ۷ ع

ترجمہ: میں نے ہر سمت سے منہ موڑ کر اس کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا موحد بن کر اور میں ان میں سے نہیں جو کسی کو خدا کا شریک بناتے ہیں۔

حج کی حکمت اور فائدے

۱۔ اسلامیانِ عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تتبع میں آج تک مناسک حج اسی طرح ادا کرتے چلے آرہے ہیں جیسا کہ آپ نے قولاً عملاً کر کے دکھایا اور حقیقت میں یہ حج اہل اسلام کی ایک بڑی عظیم الشان بین الاقوامی کانفرنس ہے جس میں صاحبِ استطاعت مسلمان ایک اجتماعی مقصد کے لیے جمع ہوتے ہیں اور یہ اجتماع دنیا کے ہر گوشہ کے مسلمانوں کو باہمی مشورہ اور انسانیت کو رنگ و نسل اور دوسری تمام مصنوعی حد بندیوں سے نکال کر انسانی سطح پر محبت اور باہمی اعانت و مشترکہ قوت کے حصول کے قابل بناتا ہے۔

۲۔ حج کے دوران انفرادی طور پر بھی ان تمام باتوں سے منع کر دیا گیا ہے جو انسان کی نیکی اور پاکیزگی محبت اور روحانیت کے راستے سے دور لے جائیں لہذا اس میں انفرادی طور پر کسی جھگڑے اور نزاع کی گنجائش نہیں۔ اسی واسطے قرآن میں فرمایا فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ۔ ترجمہ: حج میں نہ شہوانی افعال کیے جائیں نہ فسق و فجور اور نہ لڑائی جھگڑے اور یہ کہ جو شخص حج کے ارادہ سے نکلا اور راستہ میں وفات پا گیا تو قیامت میں اس کا حساب نہ ہوگا وہ بغیر پوچھے جنت میں داخل کیا جائے گا (ترغیب) اور یہ کہ استطاعت کے ہوتے ہوئے حج نہ کرنے والوں کو سخت وعید فرمائی ہے اور استطاعت کے بعد حج میں جلدی کرنے کی بھی تاکید فرمائی۔ اسی طرح انفرادی طور پر اور ارشادات ہیں جن سے انفرادی طور پر خاص اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

۳۔ قبل از اسلام عرب نسلی اور قبائلی بزرگی و برتری پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور ایسے اجتماعوں میں جہاں سب لوگ جمع ہوں اپنے بڑوں کو یاد کرتے تھے۔ ان کے نزدیک ہر ایک شخص کی زندگی اور نسلی بڑائی کا یہ طریقہ رائج تھا۔ اسلام نے بندگی کا معیار یکسر بدل دیا کہ سب اللہ کی مخلوق ہے۔ امتیاز صرف اگر ہو سکتا ہے تو وہ

ذاتِ الٰہیہ کا قرب ہے۔ جو کہ اوصافِ حسنہ و زہد و تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے۔ افعالِ حج میں عملاً کر کے دکھایا جاتا ہے

۴۔ آج دنیا میں بہت کم لوگ مٹی کے بتوں کو پوجتے ہیں۔ چاند ستاروں کے پجاری بہت کم ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت بت پرستی کثرت سے ہے۔ فرق یہ ہے کہ اب بت نئے تراش لیے گئے ہیں اور ان کی پوجا کی کیفیت بھی اور اختیار کر لی گئی ہے۔ ایسے بتوں سے ایک بڑا بت وطن ہے۔ آج اقوامِ عالم اپنے اپنے وطن کو پوجتی ہیں۔ اس کے لیے اوصافِ عالیہ صداقت، دیانت امانت، عدل و انصاف۔ یہاں تک کہ دھرم اور ایمان تک کو قربان کر دیتی ہیں بلاشبہ وطن کی محبت اور حفاظت جائز حدود میں مسلمان پر لازم ہے۔ مگر جہاں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام ایک طرف ہوں تو وہاں مسلمان خدا اور رسول کے احکام پر وطن کی محبت قربان کر دیتا ہے۔ حج میں اس کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ حاجی اللہ کی محبت میں وطن کی محبت کو ترک کرتا ہے۔

۵۔ مناسک حج کو ادا کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ میرے دل میں دین کے مقابلہ میں محبت وطن لاشی محض ہے۔ اسی طرح ایک اور بت ہے جو کہ لات و ہبل سے کم حیثیت نہیں رکھتا۔ دورِ حاضر کے بُت پرستوں نے اس بت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں مثلاً یورپ کی دیانت داری کے بہت چرچے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ انفرادی طور پر یہ لوگ دیانت و انصاف کے دوست ہوں مگر جب یہ ایک قوم بنتے ہیں اور قومی اعتبار سے اپنے کو ممتاز تصور کرتے ہیں تو پھر ان کی لغت و زبان سے انصاف اور دیانت کے الفاظ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ پھر یہ اپنی قوم کے مقابلہ میں ہر قوم کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں بلکہ اچھوت خیال کرتے ہیں۔ اس کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے اور اس کے بے گناہوں کا قتل عام کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے عبادت خانوں میں نیچ کا اعتبار اور چھوت وچھات کا دھرم جاری ہے۔ مگر خداوند

کے فضل و کرم سے حج میں اس بت کو ختم کر دیا گیا ہے کہ بلا امتیاز مناسک حج ادا کرنے پر ہر مسلمان کو مجبور کر دیا گیا ہے۔ گویا چار دانگ عالم سے آئے ہوئے انسان ایک ہی قوم ہے۔ بدن گو الگ الگ ہیں مگر جان ایک ہے۔

۶۔ اسی طرح لباس رنگ و نسل وغیرہ ایک ایک چیز معبود کی حیثیت رکھتی ہے انہی کی وجہ سے اپنے پرائے میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ حق اور راستی کو ان کے حضور بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ اور بنی نوع انسان کو مختلف خانوں میں بانٹ کر وحدتِ انسانی کی راہ میں فصلیں کھڑی کر دی گئیں ہیں۔ لہذا ضرورت تھی کہ ملّت اسلامیہ کو ان سے بچانے کے لیے ایک انتظام کیا جائے اور مسلمانوں پر ایسی عبادات لازم کی جائیں کہ ان کے روبرو یہ بت پاش پاش ہو کر رہ جائیں۔ پس مسلمان پر جو حج فرض کر دیا گیا ہے کہ ان کے بتوں پر ضرب کلیمی لگاتا ہے جیتا جاگتا حج میں ہر ملک و علاقہ اور ہر خطہ زمین کے لوگ اللہ کے گھر پہنچ رہتے ہیں کوئی گورا ہے کوئی کالا۔ کسی کی زبان انگریزی ہے اور کسی کی پشتو وطنی لباس کچھ ہو مگر یہاں سب کے سب بے سلی چادروں میں ملبوس ہیں سب کی زبانوں پر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کے ترانے ہیں۔ سب کا مرکز ان کا نقطۂ اجتماع ان کا قبلہ ایک اور صرف ایک ہے وہ ہے اللہ کا گھر۔ یوں مسلمانوں کو ہر سال سبق یاد دلایا جاتا ہے کہ رنگ و نسل زبان و وطن سے قومیں تشکیل نہیں پاتیں۔ اصلی تعلق خدا کے دین کا تعلق ہے۔ تمھیں ان امتیازات باطلہ کے چکر میں ہرگز مبتلا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ بفحوی مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اپنی صحیح اور واقعی عبودیت کا ثبوت دینا چاہیئے۔

۷۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں اور رکن ستون کو کہتے ہیں گویا اسلام کی چھت پانچ ستون پر قائم ہے اور وہ کلمہ طیبہ۔ نماز۔ روزہ، حج، زکوٰۃ ہیں۔ غور سے اگر دیکھا جائے تو حج وہ عبادت ہے جو کہ ان پانچوں پر شامل ہے، اور اس پر عمل گویا پانچوں پر عمل ہو رہا ہے۔ مثلاً کلمہ طیبہ کی حقیقت اعترافِ توحید کہ اللہ کی ذات

وصفات میں بلا کسی فرق کے کسی اور کو شریک نہ کیا جائے اور حج کا اصل جوہر یہی توحید ہے جیسا کہ اظہار تلبیہ اور تکبیر سے واضح ہوتا ہے۔

توحید کا مرکز اوّل خانہ کعبہ ہے جو کہ دنیا کا پہلا گھر ہے جس کو رب تعالیٰ نے بابرکت ٹھہرایا ہے اور جس کی بنیادیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر اُوپر اُٹھائی تھیں اور اسی توحید کی لوگوں کو دعوت توحید دی۔ دوسرا رکن اسلام کا نماز ہے۔ نماز میں جب بندہ اپنے خالق و مالک کے رُوبرُو سر نیاز رکھ دیتا ہے تو اس کے صلہ میں دنیوی اور اُخروی عظمتیں اس کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ گویا پانچ وقت کی نماز پانچ وقت کا غسل ہے جس طرح غسل سے بدنی طہارت ہوتی ہے۔ اسی طرح نماز سے روحانی کثافتیں دور ہوتی ہیں اور حج کے دوران نماز کی برکتوں سے اہل ایمان بہ کمال تمام فیضیاب ہوتے ہیں حتیٰ کہ بے نمازی بھی سفر حج میں نمازی ہو جاتا ہے اور اس کی نماز بھی کیا ہے۔ حرمین طیبین کی نماز بیت اور مسجد نبوی کی نماز جہاں ایک نماز کے بدلے میں علی الترتیب ایک لاکھ اور پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے گویا عبادت حج خصوصی نمازوں پر بھی مشتمل ہے۔

تیسرا رکن روزہ ہے۔ اس کا فلسفہ بھی قدم قدم پر حج میں ہے روزہ یہ ہے کہ خدا کی رضا کے لیے اپنی خواہشات کی قربانی ہے اور یہاں بھی جب حاجی احرام باندھ لیتا ہے تو جائز خواہشات کو بھی رضاء الٰہی کے لیے خیرباد کہہ دیتا ہے۔ بیوی کا قرب سلاہوا لباس ہر طرح کی زیبائش و آرائش یہ چیزیں تمام دنوں میں حلال ہیں۔ مگر ایام حج میں انھیں بھی وہ اپنے اُوپر حرام کر لیتا ہے۔ لہٰذا حج کی سعادت کے ساتھ ساتھ وہ روزہ کی فضیلت بھی حاصل کرتا رہتا ہے۔

اب رکن زکوٰۃ کو ملاحظہ فرمایئے کہ اس کا اصل مطمح نظر انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور جو شخص خدا کی راہ میں خدا کے بندوں کا حق نہیں نکالتا اس کا مال ناپاک اس کے ساتھ اس کا نفس بھی ناپاک ہے۔

کیونکہ اس کے نفس میں احسان فراموشی بھری ہوئی ہے ناشکرا ہے، زبردست خود غرض ہے اور جب ایک شخص زرِکثیر خرچ کرکے حج کا ارادہ کرتا ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس کے دل میں ہوس کمال نہیں۔ وہ راہ خدا میں مال دینا جانتا ہے اس وجہ سے حج کرنے سے زکوٰۃ کی ادائیگی اس پر آسان کردی جاتی ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ حج صرف مال پر مشتمل ہے گویا زکوٰۃ کا تصور اس میں متحقق ہے۔

بہرصورت حج کے یہ اجتماعی اور انفرادی پہلو ہیں۔ اب ان کی روشنی میں خود اندازہ کر لیجیے کہ آج ہم اس عبادت یعنی حج کے معاملہ میں کہاں تک متاثر ہیں۔ یہ درست ہے کہ آج بھی لاکھوں مسلمان حج کرتے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے تجارت اور نمود و شہرت کا جذبہ اس سلسلہ میں بری طرح فروغ پا رہا ہے۔ اکثر لوگ حج کرتے ہیں مگر ان کے پیش نظر قیمتی سامان کا حصول ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمانہ قریب آگیا ہے جس کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ کہہ کر اطلاع دی تھی "قریب ہے" کہ میری امت کے امیر حج کریں گے لیکن سیر و تفریح کی خاطر علماء حج کریں گے لیکن ریا و رشوت کی وجہ سے اور غریب حج کریں گے مگر بھیک مانگنے کے لیے۔

ایک طرف مسلمان عوام کی یہ حالت ہے۔ تو دوسری طرف ہماری پچھلی حکومتیں اس سلسلہ میں اپنے فرائض سے یکسر غافل رہیں۔ ان کے عہد حکومت میں باقی کاموں کے لیے تو زرمبادلہ موجود تھا۔ مگر حج کے لیے ہمیشہ اس کا کال پڑ جاتا تھا قرعہ اندازی کے ظالمانہ رسم کی وجہ سے ہزاروں مسلمان قبروں میں جا سوئے مگر دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ان کی حاضری کا سہانا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ خدا کا شکر ہے کہ عوامی حکومت نے فریضۂ حج پر سے یہ تمام ناروا پابندیاں ختم کر دی ہیں۔ ادھر حج کے موقعہ پر عالمِ اسلام کے زعماء بیٹھ سر جوڑ کر ملّت اسلامیہ کے مسائل پر غور کرنے کا طریقہ بھی رائج ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب عالمِ اسلام اور اس کے پیچھے

میں پورا عالم انسانی حج کے بابرکت اجتماعی پہلو سے پورا پورا فائدہ اُٹھائے گا۔
اب یہ عازمین حج کا کام ہے کہ وہ انفرادی سطح پر بھی خالص اللہ کے لیے حج کرنے کا عزم صمیم پیدا کریں۔ حرمین کے انفاس تازہ سے صحیح معنوں میں مشامِ معطر بنائیں اور دنیا کے تمام نئے اور پرانے بتوں سے منہ موڑ کر اپنی ساری ہستی کو مالکِ حقیقی کے آگے جھکا کر اپنی نس نس سے یہ نعرہ مستانہ لگائیں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اِسی لیے ہوں حاجی میں اسی لیے نمازی

۸۔ حضرت قطب الاقطاب شیخ المشائخ داتا گنج بخش صاحب ہجویری علیہ الرحمۃ کے قول کے مطابق حج کے مناسک انجام دینے کی ایک خاص غرض و غایت ہے یعنی جس شخص نے احرام باندھا گویا اس نے کفن پہن لیا۔ تمام شہوات و لذات نفسانی سے اعراض کا عہد کیا اور دنیوی لذتوں اور راحتوں کو ترک کر دیا اور اغیار کے ذکر سے روگردانی کی اور خواہشاتِ نفسانی اور فاسد خیالات سے اپنے باطن کو صاف کیا اور نفس کو معاہدہ کی قربان گاہ میں قربان کرنے کی ٹھان لی۔ ایسی ہی قلبی کیفیت کے ساتھ حرم کعبہ صحیح معنوں میں جائے امن و سلامتی ہے اور طواف کرنے والے کے لیے تمام برائیوں سے امن کی جگہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسی مقام تسلیم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ فرمانبردار ہو جاؤ تو آپ نے کہا کہ میں پروردگار عالم کا فرمانبردار ہوں۔

بہر صورت حج محض ایک عبادت ہی نہیں بلکہ مجاہدہ اور مشاہدہ کی کیفیت ہے نفس سے مجاہدہ اور حق کا مشاہدہ ہے۔ حج سے خانہ کعبہ کا دیدار مقصود نہیں بلکہ اس سے مقصود ظہور مشاہدہ حق ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اتنی مشقت اور محنت کے بعد مشاہدہ حق ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں فرمایا حج سے حاجی یوں پاک ہوتا ہے جیساکہ وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ مولیٰ کریم صحیح معنوں میں سعادت حج نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

احادیث منورّہ سے حج کی فضیلت

قرآنی آیاتِ کریمہ سے حج کے کچھ فضائل بیان کر دیئے گئے۔ اب حدیث شریف سے کچھ فضائل حج سماع فرما کر اپنے دل کو تر و تازہ فرمایئے۔

حدیث نمبر (۱)۔ بخاری، مسلم میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اور رفث یعنی فحش کلام نہ کیا اور فسق نہ کیا تو وہ ایسا پاک ہوا جیسا آج پیدا ہوا۔

حدیث نمبر (۲)۔ ابن ماجہ نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ حج کمزوروں کے لیے جہاد ہے۔

حدیث نمبر (۳)۔ بخاری، مسلم میں حج کو عورتوں کے لیے جہاد کہا ہے۔

حدیث نمبر (۴) بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا جو خانہ کعبہ کے ارادے سے آیا اور اونٹ پر سوار ہوا جو قدم اُٹھاتا ہے اور رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور خطا مٹاتا ہے اور درجہ بلند کرتا ہے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس پہنچا اور طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا بال کتروائے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا جیساکہ اس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اسی کے مثل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکّہ واپس آئے اس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں

کے مثل لکھی جائیں گی۔ کہا گیا کہ حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے۔ فرمایا کہ ہر نیکی لاکھ لاکھ نیکی کے برابر ہے۔ تو اس حساب سے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہوئیں۔ واللہ ذو الفضل العظیم۔

حدیث نمبر ۵: طبرانی کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سائل کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا کہ جب تو بیت الحرام کے قصد سے گھر سے نکلے گا تو اونٹ کے ہر قدم رکھنے اور ہر قدم اٹھانے پر تیرے لیے حسنہ یعنی نیکی لکھی جائیں گی اور تیری خطا مٹا دی جائے گی اور طواف کے بعد کی دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے اولاد اسماعیل میں سے کوئی غلام ہو۔ اس کو آزاد کرنے کا ثواب اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے پر ستر غلام آزاد کرنے کی مثل ہے اور عرفہ کے روز وقوف کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتا ہے اور تمھارے ساتھ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے دور دور سے پراگندہ سر میری رحمت کی امید پر حاضر ہوئے ہیں۔ اگر تمھارے گناہ ریتے کی گنتی اور بارش کے قطروں اور سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تو سب کو بخش دوں گا میرے بندو واپس جاؤ تمھاری مغفرت ہوگئی اور اس کی بھی جس کی تم سفارش کرو۔ اور جمرہ پر رمی کرنے میں ہر کنکری پر ایک ایسا گناہ کبیرہ مٹا دیا جائے گا جو ہلاک کرنے والا ہے اور قربانی کرنا تیرے رب کے حضور تیرے لیے ذخیرہ ہے اور سر منڈانے میں ہر بال کے بدلہ میں حسنہ لکھا جائے گا اور ایک گناہ مٹایا جائے گا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کے طواف کا یہ حال ہے کہ تو طواف کر رہا ہے۔ اور تیرے لیے کچھ گناہ نہیں ایک فرشتہ آئے گا اور تیرے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ زمانہ آئندہ میں عمل کر اور زمانہ گزشتہ میں جو کچھ تھا معاف کر دیا گیا۔

حدیث نمبر (۶): طبرانی ابویعلی، دارقطنی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو اس راہ میں حج یا عمرہ کے لیے نکلا اور مر گیا اس کی پیشی نہیں ہوگی اور نہ حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔

حدیث نمبر ۱۷: ابوداؤد ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے سنا جو مسجد اقصیٰ سے مسجد الحرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اس کے اگلے پچھلے گناہ سب بخش دیئے جائیں گے۔

استطاعت کے ہوتے ہوئے حج نہ کرنے پر وعید

قرآن پاک میں وارد ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ۔ (ترجمہ) اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج (فرض) ہے جو شخص باعتبار راستہ کے اس کی طاقت رکھے اور جو کفر کرے تو اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے۔

نیز فرمایا: وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

ترجمہ: "حج و عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے پورا کرو۔"

حدیث شریف میں ہے دارمی ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جس کو حج کرنے سے نہ حاجت ظاہرہ مانع ہوئی نہ بادشاہ ظالم اور نہ ہی کوئی مرض جو کہ حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کیے مر گیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اسی کی مثل ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔

بہر نہج بفحوای حدیث بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ حج پانچواں رکن ہے تمام امت کا اس کے قطعی فرض ہونے پر اجماع ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر کافر مگر عمر بھر میں ایک ہی بار فرض ہے۔ باقی اگر کیا تو وہ نفل ہوگا۔ (عالمگیری، درمختار) حج میں یہ ضروری ہے کہ فرض سمجھ کر انتہائی خلوص سے رضاء الٰہی کے لیے سفر کرے۔ دکھلاوے کے لیے حج کرنا اور مال حرام سے جانا حرام ہے حج کو جانے سے پیشتر جس سے اجازت لینا ضروری ہے اور واجب بغیر اس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے۔ مثلاً ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج ہوں۔ ماں باپ نہ ہوں تو دادا

دادی کا بھی یہی حکم ہے اور یہ حج فرض کا حکم ہے اگر نفلی ہو تو قطعاً والدین کی اطاعت کرے (درمختار) اسی طرح لڑکا خوبصورت امرد ہو تو جب تک داڑھی نہ نکلے والد اس کو منع کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب حج کرنے پر قادر ہو تو حج فرض ہو گیا یعنی اسی سال میں اور اب تاخیر گناہ ہے اور چند سال تک نہ کیا تو فاسق ہے اور اس کی گواہی مردود ہے۔ مگر جب کرے گا ادا ہی ہے۔ قضا نہیں (درمختار) مال موجود تھا اور حج نہ کیا پھر مال تلف ہو گیا تو قرض لے کر جائے اگرچہ جانتا ہو کہ یہ ادا نہ ہو گا مگر نیت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ قدرت دے گا ادا کردوں گا پھر اگر ادا نہ ہو سکا اور نیت ادا کی تھی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ فرمائے گا۔ (درمختار)

حج واجب ہونے کے شرائط

شریعت میں حج بالخصوص ان اعمال کا نام ہے جو مخصوص دنوں میں خاص مقامات پر اور خاص طریقہ پر بجالائے جاتے ہیں۔

حج ۹ھ میں فرض ہوا پہلے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ تین سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی قیادت میں سعادت حج کے حصول کے لیے روانہ ہوئے ۱۰ھ میں خود بنفس نفیس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا اور روانگی سے قبل مدینہ اور مدینہ سے باہر اعلان عام کرایا۔ دور و نزدیک کے مسلمان ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جن میں ہر طبقے اور ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ ۲۶ ذی قعدہ ۱۰ھ یوم شنبہ ظہر کی نماز سے پہلے مسلمانوں سے خطاب فرمایا انھیں ارکان حج کی تعلیم دی اور نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ذوالحلیفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ۳ ذی الحجہ شب یک شنبہ مکہ مکرمہ کے قریب وادی طویٰ میں پہنچ کر قیام کیا نماز صبح کے بعد غسل کیا اور ہزاروں فرزندانِ توحید کو اپنے جلو میں لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے جب بیت اللہ پر نظر اقدس پڑی تو تکبیر پڑھی اور یہ دُعا پڑھی:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

حج میں چند شرائط ہیں جن کا پایا جانا حج کے لیے از بس ضروری ہے اگر ان سے کوئی ایک نہ پائی جائے تو حج فرض نہ ہوگا حتیٰ کہ کسی دوسرے سے حج کرایا یا مرنے سے پیشتر اپنی طرف سے کسی کو حج کرنے کی وصیت کر جانا بھی واجب نہ ہوگا۔ یہ شرطیں آٹھ ہیں جب تک پائی نہ جائیں حج فرض نہ ہوگا۔

شرط نمبر (۱): اسلام ہے اور یہ شرط حج کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام عبادات میں ضروری ہے خواہ نماز ہو یا روزہ لہٰذا کافر پر حج فرض نہیں ہوتا۔ اگر کسی کافر نے حج کر لیا اور بعد میں وہ مسلمان ہو گیا یا مسلمان ہونے سے پہلے استطاعت تھی بعد میں فقیر ہو گیا پھر اسلام لایا تو زمانہ کفر کی استطاعت کی وجہ سے اسلام لانے کے بعد حج فرض نہ ہوگا۔ اور مسلمان کو اگر استطاعت تھی اور حج نہ کیا اب فقیر ہو گیا تو اب بھی فرض ہے۔

شرط نمبر (۲): دار الحرب میں ہو تو یہ ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے۔ لہٰذا جس وقت استطاعت تھی یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اور جب معلوم ہوا اس وقت استطاعت نہ ہو تو فرض نہ ہوا اور جاننے کا ذریعہ دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں جن کا فسق ظاہر نہ ہو خبر دیں اور اگر ایک عاقل نے خبر دے دی جب بھی حج واجب ہو گیا ہاں دار الاسلام میں علم نہ بھی ہو تب بھی حج فرض ہو جائے گا۔ کیونکہ دار الاسلام میں فرائض کا علم ہونا شرط نہیں۔

شرط نمبر (۳): بلوغ۔ نابالغ نے حج کیا اگرچہ سمجھ دار ہو یا ناسمجھ اور اس کے ولی نے اس کی طرف سے احرام باندھا بہر حال وہ حج نفلی ہوگا۔ حج فرض کے قائم مقام نہیں ہو سکتا بالغ ہونے کے بعد اگر استطاعت پائی گئی تو دوبارہ اس پر اسلامی حج فرض ہوگا۔

شرط نمبر۴۔ عاقل ہونا، یعنی ذہنی پختگی اور مناسک حج کی انجام دہی کے لیے ذہنی طور پر مستعد ہونا حج کے اعمال و افعال و مراسم سے بقدر ضرورت آگاہی ہونا مجنون پر حج فرض نہیں اگر مجنون تھا اور وقوف سے پہلے جنون جاتا رہا اور نیا احرام باندھ کر حج کیا تو یہ اسلامی حج ہو گیا ورنہ نہیں۔ بوہرا ابھی مجنون کے حکم میں ہے۔

شرط نمبر۵۔ آزاد ہونا: باندی اور غلام پر حج فرض نہیں۔ غلام نے اپنے مولا کے ساتھ حج کیا یہ حج نفل ہوا حجۃ الاسلام نہ ہوا۔

شرط نمبر۶۔ تندرست ہو: اعضاء سلامت ہوں کہ حج کو جا سکے۔ اپاہج فالج زدہ۔ پاؤں کٹا، بوڑھا کہ سواری پر بیٹھ نہ سکے پر حج فرض نہیں۔

شرط نمبر۷۔ سفر خرچ: کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو۔ سواری اپنی یا کرایہ پر لے سکنے کی قدرت ہو۔ اگر کسی نے حج کے لیے اس کو اتنا مال مباح کر دیا کہ حج کر لے تو حج فرض نہ ہوا کہ اباحت سے ملک ثابت نہیں ہوتی۔ فرض ہونے کے لیے ملک درکار ہے۔ ہاں اگر کسی نے حج کرنے کے لیے مال ہبہ کر دیا اگر یہ قبول کر لے تو حج واجب ہو جائے گا۔ اور سفر خرچ اور سواری پر قادر ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اصلی حاجت سے فارغ ہوں اور اتنی زائد ہوں کہ سواری پر مکہ معظمہ جائے اور سواری پر ہی واپس آئے اور جانے سے واپسی تک عیال کا نان و نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے کافی مال چھوڑ جائے یعنی انتہائی ضروریات مثلاً واجب الاداء قرض، رہنے کا مکان، ضروری پالتو جانور یا گھریلو ساز و سامان پیشہ ورانہ آلات اور سواری کا مطلب یہ ہے اس شخص کے حال کے موافق ہو۔

شرط نمبر۸۔ یعنی اس دور میں گھوڑے، اونٹ، گدھے کی بات نہیں ہو سکتی۔ اب بحری، ہوائی جہاز، بسیں، کاریں وغیرہ پر جانے کی ضرورت ہے۔ اگر اس پر قدرت نہیں تو قدرت حج نہیں۔

اسی طرح تمام موانع کا جو کہ فی انفسہ حج اور اس کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حارج ہوں ان کا ازالہ از بس ضروری ہے ورنہ حج لازم نہ ہوگا۔ مثلاً حکومت کے پاس اگر بحری جہازوں کا مکمل انتظام نہ ہو سکے یا اس کو زرمبادلہ میں کچھ کمی محسوس ہوتی ہو کہ زیادہ حاجیوں کی ذمہ داری نہ اُٹھا سکے۔ اسی طرح خشک راستہ پر بسوں ریلوں وغیرہ کا انتظام نہ ہو سکے۔ اسی طرح کی راہ سے درمیان میں آنے والی حکومتیں گزرنے کی اجازت نہ دیں یا کوئی ایسی شرط لگائیں جو کہ ناقابل برداشت ہو یا ملکی قومی مصلحت کے ماتحت عائد شدہ پابندیوں کی وجہ سے اجازت نہ مل سکے تو ان موانع کی وجہ سے حج کا فریضہ لازم نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر سفر حج میں جان و مال کا تحفظ نہ ہو یا کسی ظالم سے مال محفوظ نہ رہ سکے تب بھی حج پہ قدرت نہ رہی یوں ہی اگر عورت حج کو جائے تو اس کے ساتھ اُمورِ مذکورہ کے علاوہ خاوند یا محرم کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اس پر حج لازمی اَمر نہیں۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ قدرت و استطاعت حکومت اور افراد ہر دو میں موجود ہو تو فریضہ حج لازم ہوگا۔ ورنہ نہیں۔

شرائط ادائے حج

یہ شرائط اگر پائے جائیں تو حج کو جانا ضروری ہے اور اگر سب نہ پائے جائیں تو خود جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے مگر اس میں یہ بھی ہے کہ حج کرانے کے بعد آخر عمر تک حج کرنے پر قادر نہ ہو ورنہ خود بھی کرنا ضروری ہوگا۔ شرائط حسب ذیل ہیں:

(۱) راستہ میں امن ہونا یعنی اگر غالب گمان سلامتی ہو تو جانا واجب اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکہ وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضروری نہیں۔ جانے کے زمانہ میں اَمن ہونا شرط ہے پہلے کی بدامنی قابل لحاظ نہیں (عالمگیری)

(۲) اگر بدامنی کے زمانہ میں انتقال ہو گیا اور وجود کی شرطیں پائی جاتی تھیں تو حج

بدل کر وصیت - وری ہے اور امن قائم ہونے کے بعد انتقال ہوا تو بطریق اولیٰ واحسن وصیت واجب ہے۔ (رد المحتار)

(۳) اگر امن کے لیے کچھ رشوت دینی پڑے جب بھی جانا واجب ہے کیونکہ یہ اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے مجبور ہے لہٰذا اس دینے والے پر مواخذہ نہیں (در مختار) راستہ میں چنگی وغیرہ لیتے ہوں تو یہ امن کے منافی نہیں اور نہ جانے کیلئے عذر نہیں یونہی ٹیکہ کہ آج کل حجاج کو لگائے جاتے ہیں یہ بھی عذر نہیں۔

(۴) عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ساتھ خاوند یا محرم کا ہونا شرط ہے۔ عورت خوبرو جوان ہو یا بڑھیا اور تین روز سے کم کی راہ تو بغیر محرم اور شوہر کے بھی جا سکتی ہے۔ اور شوہر یا محرم جس کے ساتھ جا سکتی ہے اس کا عاقل، بالغ غیر فاسق ہونا شرط ہے۔ مجنون نابالغ فاسق کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ آزاد مسلمان ہونا شرط نہیں البتہ مجوسی جس کے اعتقاد سے محارم سے نکاح جائز ہے اس کے ہمراہ سفر نہیں کر سکتی مراہق و مراہقہ یعنی وہ لڑکا یا لڑکی جو بالغ ہونے کے قریب ہوں بالغ کے حکم میں ہیں۔ یعنی مراہق کے ساتھ جا سکتی ہے اور مراہقہ کو بھی بغیر محرم یا شوہر کے ممانعت ہے (عالم گیری) اگرچہ زنا سے حرمت نکاح ثابت ہوتی ہے یعنی معاذاللہ جس عورت سے نکاح کیا اس کی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ مگر اس لڑکی کو اس کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں (رد المحتار) عورت اگر بغیر محرم یا شوہر کے حج کو چلی گئی گنہگار ہوئی مگر حج کرے گی تو حج ہو جائے گا۔ عورت محرم کو ساتھ اگر لے جائے تو اس کا نان و نفقہ اس پر لازم ہو گا۔ لہٰذا اگر دونوں کے خرچ کی قدرت ہے تو اس پر فرض ہے ورنہ نہیں (رد المحتار) عورت جانے کے زمانہ میں عدت میں نہ ہو وہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی ہو یا رجعی کی عورت قید میں نہ ہو مگر جب کسی حق کی وجہ سے قید میں ہو اور اس کے ادا کرنے پر قادر ہو تو یہ عذر نہیں اور بادشاہ اگر جانے سے روکے تو یہ عذر ہے (رد المحتار)

صحّت ادا حج کے لیے شرطیں

حج کے صحیح ادا کرنے کے لیے کہ وہ اگر پائی نہ جایئں تو حج صحیح نہیں ہوتا تقریباً نو ہیں (۱) اسلام کافر نے حج کیا تو نہ ہوُا (۲) احرام - بغیر احرام کے حج نہیں ہو سکتا (۳) زمانہ حج کے لیے جو زمانہ مقرر ہے اس سے پہلے افعال حج نہیں کر سکتا (۴) مکان، طواف کی جگہ ۔ مکان مسجد الحرام شریف ہے اور وقوف کے لیے عرفات، مزدلفہ، کنکریاں مارنے کے لیے ۔ منیٰ قربانی کے لیے حرم میں کسی اور جگہ یہ افعال حج کرنے جائز نہیں ۔ (۵) تمیز (۶) عقل ۔ جس میں تمیز نہ ہو جیسے ناسمجھ بچہ یا جس میں عقل نہ ہو جیسے مجنون یہ خود وہ افعال نہیں کر سکتے جن میں نیت کی ضرورت ہو مثلاً احرام بلکہ ان کی طرف سے کوئی اور کرے اور جس فعل میں نیت شرط نہیں جیسے وقوفِ عرفہ وہ یہ خود کر سکتے ہیں (۷) فرائض حج کا بجالانا مگر جب کہ عذر نہ ہو (۸) احرام کے بعد اور وقوف سے پہلے جماع نہ ہونا اگر ہوگا تو حج باطل ہو جائے گا (۹) جس سال احرام باندھا اسی سال حج کرنا لھذا اس سال اگر حج فوت ہو گیا تو عمرہ کر کے احرام کھول دے اور آئندہ سال جدید احرام سے حج کرے اور اگر احرام نہ کھولا اسی احرام سے حج کیا تو حج نہ ہوُا ۔

حج فرض ادا ہونے کے لیے نو شرطیں ہیں

(۱) اسلام (۲) مرتے وقت تک اسلام پر رہنا (۳) عاقل ہونا (۴) بالغ ہونا (۵) آزاد ہونا (۶) اگر قادر ہو تو خود ادا کرنا (۷) نفل کی نیت نہ ہونا (۸) دوسرے کی طرف سے حج ادا کرنے کی نیت نہ کرنا (۹) حج کو فاسد نہ کرنا ۔

حج کے فرائض و ارکان

(۱) احرام اور یہ شرط فرض ہے رکن نہیں ۔ (۲) وقوف عرفہ نہ رکن و فرض ہے یعنی نویں ذی الحجہ کو آفتاب ڈھلنے دسویں کی صبح صادق سے پیشتر تک کسی وقت عرفات میں ٹھہرنا ۔

(۳) طواف زیارت رکن و فرض کا اکثر حصّہ یعنی چار پھیرے اور یہ دونوں حج کے رکن ہیں۔ (۴) نیّت۔ (۵) ترتیب یعنی احرام باندھنا پھر وقوف پھر طواف (۶) ہر فرض کا اپنے وقت پر ہونا یعنی وقوف اس وقت ہونا جو مذکور ہوا اس کے بعد طواف کا وقت وقوف کے بعد سے آخر عمر تک ہے (۷) مکان یعنی وقوف زمین عرفات میں ہونا سوا بطن عرنہ کے اور طواف مکان مسجد الحرام شریف ہے (ردالمحتار)

حج کے واجبات

(۱) میقات سے بغیر احرام نہ گزرنا (۲) صفا مروہ کے درمیان دوڑنا اور اس کو سعی کہتے ہیں۔ (۳) سعی کو صفا سے شروع کرنا۔ (۴) اگر عذر نہ ہو تو کم از کم طواف کے چار چکروں کے بعد پیدل سعی کرنا۔ (۵) دن میں وقوف کرنا خواہ سورج ڈھلے ہی شروع کرے یا بعد میں کیا جائے۔ (۶) وقوف میں رات کا کچھ جز گزر جانا۔ عرفات سے واپسی میں امام کی متابعت کرنا یعنی امام سے پہلے نہ نکلے ہاں اگر بھیڑ وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے پیچھے ٹھہر گیا تو حرج نہیں (۸) مزدلفہ میں ٹھہرنا اور شام و عشاء کی نماز بوقت عشاء مزدلفہ میں پڑھنا۔ (۹) تینوں جمروں پر دسویں، گیارھویں، بارھویں کو رمی کرنا۔ (۱۰) جمرہ عقبیٰ کی رمی پہلے روز حلق سے پہلے ہونا۔ (۱۱) ہر روز کی رمی کا اسی دن ہونا۔ (۱۲) سر منڈانا یا کترانا اور اس کا ایامِ نحر اور حرم شریف میں ہونا اگرچہ منیٰ میں نہ ہو۔ (۱۳) قران و تمتع والے کو قربانی کرنا اور اس قربانی کا حرم اور ایامِ نحر میں ہونا۔ (۱۴) طواف افاضہ کا اکثر حصّہ ایامِ نحر میں ہونا یعنی چار پھیرے باقی تین پھیرے چل کر ایامِ نحر کے غیر میں بھی ہو سکتا ہے (۱۵)۔ طوافِ حطیم کے باہر ہونا (۱۶) داہنی طرف سے طواف کرنا (۱۷) عذر نہ ہو تو پاؤں سے چل کر طواف کرنا۔ (۱۸) طواف کرنے میں جنب و بے وضو نہ ہونا ورنہ دوبارہ کرے (۱۹) طواف کرتے وقت ستر چھپا رکھنا جیسا کہ نماز میں (۲۰) طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا۔ (۲۱) کنکریاں پھینکنے اور ذبح اور سر منڈانے اور طواف میں ترتیب یعنی پہلے

کنکریاں پھینکے پھر غیر مفرد قربانی کرے پھر سر منڈائے پھر طواف کرے (۲۲) طواف صدر یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لیے رخصت کا طواف کرنا اگر حیض والی یا نفاس والی کی طہارت سے پہلے قافلہ روانہ ہو گیا تو اس پر طواف رخصت نہیں ہے (۲۳) وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے تک جماع نہ ہونا۔ (۲۴) احرام کے ممنوعات مثلاً سلا ہوا کپڑا پہننے اور منہ و ستر چھپانے سے بچنا۔

واجب کے ترک کا کفارہ

واجب کے چھوڑنے سے دم لازم آتا ہے قصداً چھوڑا ہو یا سہواً خطا کے طور پر ہو یا بھول کر وہ شخص اس کا واجب ہونا جانتا ہو یا نہ ہاں اگر ایسے ارادے سے کیا تو گنہ گار ہے۔ مگر واجب کے رہ جانے سے حج باطل نہ ہو گا۔ البتہ بعض واجب کا اس حکم سے استثنا ہے کہ اس کے ترک پر دم لازم نہیں۔ مثلاً طواف کے بعد کی دونوں رکعتوں کا رہ جانا کسی عذر کی وجہ سے سر نہ منڈانا یا مغرب کی نماز کا عشاء تک مؤخر نہ کرنا یا کسی واجب کا ترک ایسے عذر سے جس کو شرع نے معتبر رکھا ہو یعنی وہاں اجازت دی ہو اور کفارہ ساقط کر دیا ہو۔

حج کی سنتیں

(۱) طواف قدوم یعنی میقات کے باہر سے آنے والا مکہ معظمہ میں حاضر ہو کر یہ طواف قدوم مفرد اور قارن ہر دو کے لیے سنت ہے۔ متمتع کے لیے نہیں (۲) طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا (۳) طواف قدوم یا طواف فرض میں رمل کرنا۔ (۴) صفا مروہ کے مابین میلین اخضرین میں دوڑنا (۵) امام کا مکہ مکرمہ میں ساتویں کو اور عرفات میں نویں کو اور منیٰ میں گیارھویں کو خطبہ پڑھنا (۶) آٹھویں کی فجر کے بعد مکہ سے روانہ ہونا کہ منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں (۷) نانویں

رات منیٰ میں گزارنا۔ آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہونا۔ (۹) وقوف عرفہ کے لیے غسل کرنا۔ (۱۰) عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں رات رہنا اور آفتاب نکلنے سے پہلے یہاں سے منیٰ کو چلے جانا۔ (۱۱) دس اور گیارہ کے بعد جو دونوں راتیں ہیں۔ ان کو منیٰ میں گزارنا اور اگر تیرھویں کو بھی منیٰ میں رہا تو بارھویں کے بعد کچھ رات کو بھی منیٰ میں رہے۔ (۱۲) وادی محصر میں اُترنا گو تھوڑی دیر کے لیے ہو۔ ان کے علاوہ اور بھی سنتیں ہیں جن کا ذکر موقعہ بموقعہ آتا جائے گا۔

آدابِ سفر اور مقدمات حج کا بیان

آدابِ سفر کے لیے مقدمات حج تو بے شمار ہیں جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں مل جاتی ہے اور متعدد اصحاب تالیف نے کئی مجلدات میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ یہاں مختصر طور پر ضروری اور اہم چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ یعنی سفر حج سے پیشتر جس کا اس کے ذمہ قرض آتا ہو یا کسی کی امانت پاس ہو وہ ادا کرے جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا واپس کرائے۔ پتہ نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دے دے نماز، روزہ، زکوٰۃ جتنی عبادات ذمہ ہوں ادا کرے اور تائب ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرے یعنی بوقت توبہ صحیح نیت اور عزم صحیح سے اعتراف کرے کہ آئندہ گناہ نہ کروں گا۔ جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے جیسے والدین اور خاوند اس کو رضامند نہ کرے۔ جس کا اس پر قرض آتا ہے اس وقت نہ دے سکے تو اس سے بھی اجازت لے پھر حج فرض کسی کے اجازت نہ دینے سے روک نہیں سکتا اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے اس مبارک سفر سے مقصود صرف اللہ اور رسول ہوں۔ ریاء سمعہ، فخر سے جدا رہے۔ عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم، بالغ، قابلِ اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے۔ اگر ذبح کرے گی تو حج ہو جائے گا۔ مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ توشہ اور زادراہ مالِ حلال سے لے ورنہ قبول حج کی اُمید نہیں اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا۔ اگر اپنے مال میں شبہ ہو تو قرض لے کر حج کو

جائے اور قرض اپنے مال سے ادا کر دے۔ حاجت سے زیادہ توشہ لے کر رفیقوں کی مدد کرے اور فقیروں پر صدقہ کرتے چلے اور یہ حج مبرور مقبول کی علامت ہے (عام کتب فقہ) بقدر کفایت ساتھ لے کر جائے اور بے علم کسی عالم کے ساتھ جائے یہ بھی نہ ملے تو کم از کم رسالہ جو ضروریات سفر حج پر مشتمل ہو وہ ساتھ لے اور پڑھ کر عمل کرتا جائے۔ آئینہ، کنگھا، سرمہ، مسواک ساتھ رکھنے سنت ہیں۔ دین دار صالح کے ساتھ یہ سفر کرے کہ بد دین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر اور رفیق اجنبی صالح کنبہ والے غیر صالح سے بہتر ہے چلتے وقت سب دوستوں و عزیزوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے اور ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کر دیں وقت رخصت سب سے دعا کرائے دوسروں کی دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ اور یہ ان سب کی دین و جان و مال و اولاد و تنگ دستی عافیت خدا کو سونپے۔ لباس پہن کر گھر میں دو رکعت نفل الحمد و قل سے پڑھ کر باہر نکلے۔ وہ رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل و عیال کی نگرانی کریں گی اور گھر سے نکلنے کے پہلے اور بعد کچھ صدقہ کرے سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو۔ وقت کراہت نہ ہو تو اس مسجد میں دو رکعت نفل پڑھے ضروریات سفر ساتھ لے اور سمجھ دار واقف کار سے مشورہ بھی لے۔ اور بہتر ہے کہ کوئی رسالہ جو ان ضروریات حج پر یا حکومت نے ان کی تحریری اجازت دی ہو۔ وہ ہمراہ لے اور اس کی راہنمائی میں معلومات سفر میں مدد لے۔ کیونکہ یہ ضروریاتِ زمانہ و وقت و طبیعت و اجازت کی وجہ سے کم و بیش ہوتی ہیں۔

خوشی خوشی گھر سے جائے اور ذکرِ الٰہی کثرت سے کرے اور خوفِ خدا دل میں رکھے گھر سے نکلے تو یہ خیال کرے جیسے دنیا سے جا رہا ہے۔ حج میں نہ فحش بات ہو نہ اللہ پاک کی نافرمانی نہ جھگڑا لڑائی کرے۔ ان باتوں سے الگ رہے جب غصّہ آئے یا جھگڑا ہو یا کسی نافرمانی کا خیال فوراً سر جھکا کر قلب کی طرف متوجہ ہو جائے اور لاحول پڑھے تو یہ بات جاتی رہے گی۔ یہ سب چیزیں سفر میں آتے جاتے محفوظ رہیں۔ واپس آنے کی تاریخ و وقت سے پیشتر اطلاع دے۔ لوگوں کو چاہیئے

کہ حاجی کا استقبال کریں اور اس کے گھر پہنچنے سے قبل دُعا کرائیں کہ حاجی جب تک اپنے گھر قدم نہ رکھے اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ سب سے پہلے اپنی مسجد میں آکر دو نفل پڑھے پھر سب سے کشادہ پیشانی سے ملے، عزیزوں اور دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکات حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے اور دوسرا تحفہ دُعا کا مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے۔

احرام کے فضائل

ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان (احرام باندھ کر) لبیک کہتا ہے تو جو دائیں بائیں پتھر ڈھیلا و درخت ختم زمین تک سب لبیک کہتا ہے۔

روایت ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و حاکم زید بن خالد جہنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے آکر یہ کہا کہ اپنے اصحاب کو حکم فرما دیجیے کہ لبیک میں اپنی آوازیں بلند کریں کہ یہ حج کا شعار ہے۔

حدیث طبرانی اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ لبیک کہنے والا لبیک کہتا ہے تو اسے بشارت دی جاتی ہے۔ عرض کی گئی یہ کس چیز کی بشارت دی جاتی ہے۔ الخ

حدیث امام احمد و ابن ماجہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ محرم یعنی احرام باندھنے والا جب آفتاب ڈوبنے تک لبیک کہتا ہے تو آفتاب ڈوبنے کے ساتھ اس کے گناہ غائب ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ آج ہی پیدا ہوا ہو۔

حدیث امام شافعی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب لبیک سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا اور جنت کا سوال کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے۔

حدیث۔ ابوداؤد وابن ماجہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسجد اقصا سے مسجد الحرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اس کے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے یا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

احرام کی حکمت

شریعت نے تمام اعمال کا دارومدار نیت پر رکھا ہے اور نیت کا اظہار عمل کے بغیر ممکن نہیں جیسے نماز میں تکبیر نیت کا ہی اعلان ہے۔ اسی طرح احرام بھی حج کی تکبیر ہے۔ احرام باندھنے سے انسان اپنی معمولی زندگی سے نکل کر ایک خاص حالت میں آجاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس پر ایسی بہت سی چیزیں جو حلال تھیں حرام ہو جاتی ہیں مثلاً دنیوی راحت زیبائش اور زیب وزینت کا استعمال ناجائز ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ ابراہیمی لباس کی تمثیل وحکایت ہے جو اس وقت پسند کیا گیا تاکہ اس مبارک عہد کی کیفیت ہماری ظاہری صورت سے بھی ظاہر ہو گویا یہ خالق ومالک کے دربار میں حاضری کی وادی ہے جو بالکل صاف وبے تکلف اور زیب وزینت سے خالی ہے۔

احرام باندھتے وقت حاجی کو یہ کلمات اپنی زبان سے اظہارِ نیت کے لیے کہنے چاہئیں۔

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔

احرام باندھنے کا مسنون طریقہ

احرام باندھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ حجامت بنوا کر غسل کیا جائے۔ اگر غسل

کے لیے پانی نہ ملے تو وضو کر لیا جائے جسم پر اگر ہو سکے تو خوشبو لگائی جائے اور دو رکعت نفل ادا کیے جائیں۔ اس دوران کسی میلے کپڑے سے سر نوڈھانپا جا سکتا ہے۔ اور سلام پھیرنے کے بعد باقاعدہ احرام کی نیت کی جائے یہ نیت دل سے کرنے کے علاوہ زبان سے بھی کی جا سکتی ہے۔ اور ادائیگی میں زبان سے یہ کلمات کہے صرف حج کی نیت ہو تو اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ
صرف عمرہ کی نیت ہو تو یوں کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا لِیْ

بعد ازاں تین مرتبہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ تلبیہ پورا پڑھے اور درود پڑھ کر دعا مانگے کہ یہ مقبولیت کا وقت ہے۔

احرام باندھنے کا مقام و تعیین میقات

تمام کائنات عالم سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخصوص حکمتوں کی وجہ سے بیت اللہ زمین کو عزت و حرمت بخشی اور اس پر اپنا گھر اور عبادت خانہ تعمیر کروایا اور اس کی تعظیم کے لیے اس کے گرد اگرد کئی حلقے قائم کیے اور ہر ایک حلقے کے کچھ آداب و احکام مقرر کیے۔ بیت اللہ سے متصل پہلا حلقہ مسجد حرام کا ہے جس میں بیت اللہ واقع ہے۔ یہاں پر ایک نماز پڑھے تو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔ بیت اللہ کا طواف مسجد کے اندر ہوتا ہے اگر کسی نے مسجد حرام سے باہر طواف کیا تو طواف ادا نہیں ہوگا۔ دوسرا حلقہ پہلے حلقہ سے قدرے وسیع ہے۔ یہ حلقہ شہر مکہ مکرمہ ہے اس کے بھی کچھ آداب و احکام ہیں مثلاً شہر مکہ بھی مسجد حرام کی طرح پناہ گاہ ہے۔ کوئی شخص حرم سے باہر جرم کر کے مکہ داخل ہو گیا تو اس کو قتل نہیں جائے گا۔

اس میں کسی جانور کا شکار جائز نہیں۔ اس کے درختوں اور عام گھاس کا کاٹنا بھی جائز نہیں۔

تیسرا[۳] بڑا حلقہ حرم کا ہے جو پہلے ہر دو حلقوں پر مشتمل ہے۔ حرم کے حدود کے چاروں طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے محدود ہیں۔
چوتھا[۴] حلقہ ان سب سے وسیع تر ہے اور وہ تینوں پر مشتمل ہے۔ وہ حدود مواقیت ہیں۔ حرم کے تمام اطراف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے کچھ مقامات متعین فرمائے تھے جہاں سے مکہ مکرمہ میں آنے والوں پر لازم کیا گیا کہ بغیر احرام آگے نہ بڑھیں علاوہ ازیں کہ احرام حج کا ہو یا عمرہ کا ان مقامات میں سے ہر ایک کو میقات کہتے ہیں اور مواقیت کے پورے حلقہ کو فقہا کی زبان میں حل کہا جاتا ہے اور اس حلقہ سے باہر تمام علاقہ کو آفاق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔
پہلے حلقہ کا اصطلاحی نام "مسجد حرام ہے" دوسرے کو "مکہ مکرمہ" کہا جاتا ہے۔ تیسرے کو "حرم" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور چوتھا حلقہ جو حدود مواقیت کے اندر مگر حدودِ حرم سے باہر ہے "حل" کہلاتا ہے۔ اور حدود مواقیت سے باہر سارا عالم آفاق ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی زبان مبارک سے ان مقامات کی تعیین فرمائی ہے۔ مثلاً اہل مدینہ کے لیے ذو الحلیفہ، اہل شام کے لیے حجفہ، اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم میقات ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے چار مقامات متعین فرمائے جہاں سے باہر سے آنے والے لوگ احرام باندھیں گے۔
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب عراق فتح ہوا اور ہر دو نئے شہر کوفہ اور بصرہ بسائے گئے تو وہاں کے لوگوں کے اصرار پر کہ قرن المنازل میقات سے ہم کو بہت چکر پڑتا ہے تو اس کے محاذ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا میقات ذات عرق متعین فرما دیا گویا یہ پانچواں میقات ہوا۔
اسی طرح پاکستان بھارت مشرقی ممالک کا میقات یلملم متعین تھا۔ مگر اب جہاز دہانے سے ہو کر گزرتا ہے لہذا اگر یہ بطریقہ ہوائی جہاز جائیں تو ہوائی جہاز

قرن المنازل اور ذاتِ عرق دونوں میقاتوں کے اُوپر سے گزرتا ہوُا مقام حل میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر جدہ پہنچ جاتا ہے۔ پس لازم ہوُا کہ قرن المنازل کے اُوپر آنے سے پہلے احرام باندھ لیا جائے مگر عموماً اس کا پتہ نہیں چلتا لہذا اس صورت میں بہتر یہ ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ ہوائی جہاز پر سوار ہوتے ہی احرام باندھ لیا جائے ورنہ اگر بغیر احرام جدہ پہنچ گئے تو ایک بکری قربان کرنا ہو گی اور گناہ اس کے علاوہ ذمہ رہا۔ اور اگر بحری جہاز میں جائیں تو وہ جدہ جا کر احرام باندھ لیں اور اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ جہاز بحری یلملم کے محاذ پر سے گزر رہا ہے تو اس نے احرام باندھ لیا تو اس میں حرج نہیں بلکہ یہ بہتر اور افضل ہے۔

عورتوں کا احرام اور بعض خصوصی مسائل

عورت کا احرام اس کے اپنے کپڑے ہیں جو کہ وہ روزمرہ پہنتی ہے۔ عورتیں اپنے عام کپڑوں ہی میں احرام کی نیت کر لیں۔ عورت کو تلبیہ بلند آواز سے کہنا منع ہے۔ اتنی پست آواز سے تلبیہ کہے کہ خود ہی سُن سکے۔ عورت کو سر ڈھانپنا واجب ہے لیکن منہ پر کپڑا لگانا منع ہے۔ عورت احرام میں منہ کھلا رکھے اگر پردے کی خاطر منہ چھپانا چاہے تو اس طرح چھپائے کہ کپڑا منہ کو نہ لگے بلکہ الگ رہے۔ عورت کو رمل و اضطباع نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی میلین اخضرین کے درمیان دوڑے دُور سے استلام کرے۔ طواف کے بعد اگر مقام ابراہیم میں ہجوم زیادہ ہو تو وہاں دو رکعت نفل بھی نہ پڑھے بلکہ ذرا ہٹ کر ادا کرے۔

اگر احرام سے قبل عورت کو حیض آجائے تو فقط غسل کر کے احرام باندھ لے اور جملہ افعالِ حج ادا کرے مگر سعی اور طواف نہ کرے کیونکہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور مسجد میں بصورتِ حیض جانا منع ہے۔ حج کا سب سے بڑا رکن وقوفِ عرفات ہے اس میں حائضہ عورت شامل ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد طواف زیارت ہے۔ اگر اس وقت حائضہ ہے تو چاہیئے کہ انتظار کرے اگر اس انتظار میں طواف زیارت گزر

جائے تو کوئی حرج نہیں بعد میں کر سکتی ہے عورت طواف وداع کے وقت حائضہ ہو گئی اور واپسی ضروری ہے تو طواف وداع چھوڑ دے اگر وہاں ٹھہری رہی تو بہتر یہ ہے کہ پاک ہونے کے بعد طواف وداع کرے۔ احرام کھولتے وقت عورت کو سارے بال منڈوانا حرام ہیں صرف چوٹی پکڑ کر انگشت بھر بال کاٹ دینا کافی ہے۔ عورت کے احرام کے سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر وضاحت کے قابل ہے کہ بعض عورتیں سر پہ کوئی کپڑا یا پٹی باندھ لیتی ہیں اور اس کو احرام سمجھتی ہیں یہ احرام نہیں یہ تو صرف بالوں کی حفاظت کے لیے ہے کہ دوپٹے سے بال نہ ٹوٹیں بوقت وضو اسی پٹی پر مسح کر لیتی ہیں جو درست نہیں۔ احرام کی حالت میں عورت اپنے محرم کے سامنے سر سے کپڑا ہٹا لے تو حرج نہیں سر ڈھانپنا احرام کی شرط نہیں وہ صرف ستر کے لیے ہے جو نامحرم کے سامنے ضروری ہے اور اس کا حکم شریعت میں موجود ہے۔

بچوں کا حج

بالاتفاق بچوں پر حج فرض نہیں بالفرض اگر کوئی بچہ ساتھ لے جائے تو اس کا ولی اس کی طرف سے تلبیہ کہے اگر بچہ سمجھ دار ہے تو وہ خود احرام باندھے اور خود ہی افعال حج ادا کرے اس کے بچہ کا یہ حج نفلی ہو گا۔ بالغ ہونے پر اگر حج فرض ہوا تو پھر دوبارہ حج فرض ادا کرنا لازم ہے۔ اگر بچہ شیر خوار ہے تو ولی گود میں لے کر اپنی اور اس کی طرف سے حج ادا کرے۔ لیکن سب سے بہتر یہ ہے کہ بچوں کو ساتھ نہ لیا جائے کیونکہ بچوں کے افعال حج ادا کرنے میں بڑی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے حتیٰ کہ بڑے کا پریشانی میں مبتلا ہو جانا اور حکومت اور بالخصوص میزبان حکومت کے لیے بھی مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے بھی اور عملاً بھی یہی بہتر ہے کہ حج کا صرف بالغ حضرات ہی ارادہ فرمائیں۔

احرام کے بعض ضروری مسائل

احرام باندھنے کا مقام قریب آئے تو مکمل خلوص سے نماز کا وضو کریں ہو سکے تو

خوب غسل کریں تو پھر احرام باندھیں۔ غسل سے پیشتر حجامت بنوائیں۔ بدن و کپڑوں پر اچھی خوشبو لگائیں۔ مگر جس خوشبو کا جرم باقی رہے وہ نہ لگائیں اور مرد میلے کپڑے اُتار دیں اور موزے نکال دیں۔ دو چادریں صرف پہنیں نئی ہوں یا دھلی ہوئی۔ ایک اوڑھ لیں اور دوسری تہ بند باندھیں اور اگر ایک ہی بڑا کپڑا پہن لیا جس سے سارا ستر چھپ گیا تو بھی جائز ہے اور اس وقت یوں پہنے کہ دونوں مونڈھے اور پیٹھ اور سینہ چھپا رہے۔ پھر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت نفل بہ نیت احرام پڑھیں۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کیبعد قل یایھا الکٰفرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد اور حج افراد، تمتع، قران سے جس کی چاہے نیت کرے جیسا کہ پہلے طریقہ لکھا جا چکا ہے۔ تلبیہ کے الفاظ میں کمی نہ ہو گو کہ زیادتی جائز ہے اور بوقت احرام لبیک کے ساتھ دل میں احرام کی نیت ضرور ہو زبان سے ایک مرتبہ لبیک کہنا ضروری ہے اور یہی سنت ہے۔ اگر گونگا ہو تو ہونٹوں کو حرکت دے۔ سونے والے بیہوش مریض کی طرف سے کسی اور نے احرام باندھا تو محرم ہو گیا جس کی طرف سے احرام باندھا اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہو گئی۔ اگر احرام کے بعد مجنون ہُوا تو حج صحیح ہے۔ اب اگر جرم کیا تو سزا لازم۔ احرام میں اگر یوں نیت کی کہ فلاں نے جو احرام میں نیت کی وہی میری ہے تو وہ بھی معتبر ہو جائے گی۔ حج بدل، یا حج منت یا نفل کی نیت کی تو جو کی وہی ہو گی۔ اگر اس نے اب تک حج فرض نہ کیا ہو اور اگر ایک ہی حج میں فرض اور نفل دونوں کی نیت کی تو فرض ادا ہو گا۔

احرام کی ایک اور صورت

اور وہ یہ ہے کہ بدنہ (یعنی اُونٹ یا گائے) کے گلے میں ہار ڈال کر یا حج یا عمرہ دونوں میں سے ایک غیر معین ارادے سے ہانکتا ہُوا لے چلا تو محرم ہو گیا۔ اگر چہ زبان سے لبیک نہ کہے خواہ وہ بدنہ نفل کا ہو یا نذر کا یا شکار کا بدلہ یا کچھ اور اگر دوسرے

کے ساتھ بدنہ روانہ کیا پھر خود روانہ ہوا جب تک راستہ میں اس کو نہ پالے محرم نہ ہوگا لہٰذا اگر میقات تک نہ پایا تو لبیک کے ساتھ احرام باندھنا ضروری ہے۔ ہاں اگر تمتع یا قران کا جانور ہے تو پالینا شرط نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ حج کے مہینوں میں تمتع یا قرآن کا بدنہ بھیجا ہو اور خود انھیں میں چلا ہو اور اگر بکری کو ہار پہنایا کہ بھیجا یا چلایا اونٹ گائے کو ہار نہ پہنایا بلکہ نشانی کے لیے کوہان چیر دیا یا جھول اڑھادیا تو محرم نہ ہوا۔ ہار پہنانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اون یا بال کی رسی میں کوئی چیز باندھ کر اس کے گلے میں لٹکا دیں کہ حرم شریف کی قربانی کے لیے ہے کہ اس کا کوئی تعرض نہ کرے۔ راستہ میں اگر تھکاوٹ کی وجہ سے اس کو ذبح کر لیا تو مال دار اس کا گوشت نہ کھائیں۔

وہ باتیں جو کہ احرام میں حرام ہیں

احرام کے ہوتے ہوئے عورت کا بوسہ لینا۔ مساس گلے لگانا۔ شرمگاہ پر نظر کرنا یہ سب بصورت شہوت حرام ہیں۔

احرام کے مکروہات

بدن کا میل چھڑانا، بال یا بدن صابون بے خوشبوئی چیز سے دھونا، کنگھی اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹے یا جوں گرنے کا اندیشہ ہو انگرکھا کرتا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا کہ ابھی خوشبو دے رہا ہو پہننا اوڑھنا قصداً خوشبوئی سونگھنا اگرچہ خوشبودار پھل یا پتا ہو یا سرمہ یا سر منہ پر پٹی باندھنا ایسی چیز کھانا جس میں خوشبو پڑی ہو اور یہ نہ پکائی گئی ہو نہ بو زائل ہو رفو کیا ہوا یا پیوند لگا پہننا تکیہ پر اوندھا منہ رکھ کر لیٹنا یا بازو گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا سنگار کرنا چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے دینا تہ بند کے دونوں پلوں میں گرہ دینا تہ بند باندھ کر کمر بند یا رسی سے کسنا۔

یہ باتیں احرام میں جائز ہیں

انگرکھا. کرتا. چغہ لپیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور منہ نہ چھپے۔ ہمیانی یا پٹی یا ہتھیار باندھنا بے میل چھوڑ ے حمام کرنا. پانی میں غوطہ لگانا. کپڑے دھونا، مسواک کرنا، سایہ میں بیٹھنا، چھتری لگانا، انگوٹھی پہننا بے خوشبو سرمہ لگانا، ڈاڑھ اکھاڑنا ٹوٹے ناخن کو جدا کرنا، دنبل پھنسی توڑ دینا، ختنہ کرنا، فصد کرنا، بغیر بال مونڈے پچھنے کرانا، سر یا بدن اس طرح آہستہ آہستہ ملنا کہ بال نہ ٹوٹے، پالتو جانور اونٹ گائے بکری، مرغی وغیرہ ذبح کرنا، پکانا، کھانا، دودھ دوہنا، انڈے توڑنا، بھوننا کھانا، جس جانور کو غیر محرم نے شکار کیا اور کسی محرم نے اس کے شکار یا ذبح میں کسی طرح کی مدد نہ کی ہو اس کا کھانا بشرطیکہ وہ جانور نہ حرم کا ہو نہ حرم میں ذبح کیا گیا ہو، مچھلی کا شکار کرنا، دوا کے لیئے دریائی جانور کا مارنا، بیرونِ حرم کی گھاس اکھاڑنا، یا درخت کاٹنا موذی جانوروں کا مثلاً چیل، کوا، چوہا، گرگٹ، چھپکلی، سانپ بچھو، کھٹمل، مچھر، پسو، مکھی وغیرہ کا مارنا اگرچہ حرم میں ہو۔ منہ و سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا، سر یا گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔ کان کپڑے سے چھپانا، ٹھوڑی سے نیچے ڈاڑھی پر کپڑا آنا، سر پر سینی یا بوری اوڑھنا یا بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ گلے میں ڈالنا، آئینہ دیکھنا، نکاح کرنا۔

ان مذکورہ مسائل میں مرد عورت برابر ہیں، مگر عورت کو چند باتیں جائز ہیں مثلاً سر چھپانا، بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے۔ گوند وغیرہ سے بال جمانا، سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر غلاف کعبہ کے اندر یوں داخل ہونا کہ سر پہ رہے منہ پر نہ آئے۔ دستانے موزے سلے ہوئے کپڑے پہننا عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے جو کہ نامحرم سنے ہاں اتنی آواز کہ اپنے کان تک آواز آئے۔ احرام میں منہ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے لہذا نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے ہٹا بچا ہوا سامنے رکھے جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر

...زیر یا بھول کر ہوئیں تو گناہ نہیں مگر ان پر جبر یا نہ مقرر ہے وہ ہر طرح دینا آئیگا اگرچہ بے قصد ہوں یا سہواً یا جبراً یا سوتے میں ہوں۔ طواف قدوم کے سوا وقت احرام سے رمی جمرہ تک جس کا ذکر آئے گا۔ اکثر اوقات لبیک کی بے شمار کثرت رکھے اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو بے وضو ہر حال میں خصوصاً چڑھائی چڑھتے اُترتے دو قافلوں کے ملتے صبح وشام پچھلی رات ہر نماز کے بعد غرضیکہ ہر حالت بدلنے پر مرد باآواز کہیں مگر نہ اتنا بلند کہ اوروں کے لیے موجب تکلیف ہو اور عورتیں پست آواز سے مگر اتنی پست آواز سے نہ کہ خود بھی نہ سنیں۔

داخلی حرم محترم و مکہ محترمہ و مسجد الحرام

قرآن۔ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

ترجمہ: "مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ اس شہر کے پروردگار کی عبادت کروں جس نے اسے حرم قرار دیا اور اسی کے لیے ہر شے ہے اور مجھے حکم ہوا کہ میں مسلمان رہوں"۔

حدیث۔ بخاری ومسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا اس شہر کو اللہ نے حرم (بزرگ) کر دیا ہے۔ جس دن سے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تو یہ روزِ قیامت تک کے لیے اللہ کے لیے حرم ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں قتال حلال نہ ہوا اور میرے لیے صرف تھوڑے سے وقت میں حلال ہوا اور اب وہ پھر قیامت تک کے لیے حرام ہے نہ یہاں کا درخت کاٹا جائے گا اور نہ اس کا شکار بھگایا جائے گا۔ اور نہ یہاں پڑا ہوا کوئی مال اُٹھایا جائے گا۔ مگر جو اعلان کرنا چاہتا ہو اسے اُٹھانا جائز ہے۔ اور نہ یہاں کی تر گھاس کاٹی جائے گی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ مگر اذخر (ایک قسم کی گھاس) اس کے کاٹنے کی اجازت دیجیے کہ لوہاروں اور گھر بنانے والوں کے کام میں آتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی۔

حدیث۔ ابن ماجہ، عباس بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اُمت ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی۔ جب تک اس حرمت کی پورے طور پر تعظیم کرتی رہے گی اور جب لوگ اس کو ضائع کردیں گے ہلاک ہوجائیں گے۔

حدیث۔ طبرانی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کے لیے زبان وہونٹ ہیں اس نے شکایت کی کہ اے رب میرے پاس آنے والے اور میری زیارت کرنے والے کم ہیں اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں خشوع اور سجدہ کرنے والے آدمیوں کو پیدا کروں گا۔ جو تیری طرف ایسے مائل ہوں گے جیسے کبوتری اپنے انڈے کیطرف مائل ہوتی ہے۔

حدیث بخاری ومسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ میں تشریف لائے تو ذی طوی میں رات گزارتے صبح ہوتی تو غسل فرماکر نماز پڑھتے اور دن میں مکہ داخل ہوتے اور مکہ سے واپس جاتے تو صبح تک ذی طویٰ میں قیام فرماتے۔

داخلی حرم کے احکام

جب حرم کے متصل پہنچے تو سر جھکائے آنکھیں شرم گناہ سے نیچے کیے انتہائی خشوع خضوع سے داخل ہو اور بہتر یہ ہے کہ دن میں نہا کہ حتیٰ کہ حیض ونفاس والی عورت ننگے پاؤں لبیک کہتے ہوئے داخل ہو۔ مکہ معظمہ کے گرداگرد کئی کوس تک جنگل ہے اس کی حدیں بنی ہوئی ہیں۔ ان حدوں کے اندر کوئی کام کسی چیز کے لیے تکلیف دہ نہ کرے جیسا کہ گزرا۔ نیز یہ باتیں حرم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ احرام ہو یا نہ ہو بہر نہج احترام ضروری ہے۔

جب مکہ معظمہ پر نظر پڑے اور داخل ہو تو نہایت دردِ دل آہ و زاری سے دُعا کرے جب مدعیٰ پر پہنچے تو یہ وقت قبولیت دعا کا ہے۔ صدق دل سے اپنے اور اعزہ و اقارب و اہلِ اسلام کے لیے دُعا مانگے۔ جب مکہ معظمہ میں پہنچ جائے تو سب سے پہلے اپنے سامان وغیرہ کی نگہداشت کرے۔ مسجد الحرام میں جائے اور ادب بجالاتا ہوا باب السلام تک پہنچے بوسہ دے کر دائیں قدم کو اندر رکھتے ہوئے داخل ہو۔ اور جب مسجد حرام سے باہر آئے تو پہلے بایاں پاؤں کو باہر رکھے اور ذکر دعا مانگتا رہے۔

طواف و سعی صفا و مروہ و عمرہ کا بیان

قرآن: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ: "بیشک صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں سے ہیں جس نے کعبہ کا حج یا عمرہ کیا اس پر اس میں کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے اور جس نے زیادہ خیر کی تو اللہ تعالیٰ بدلہ دینے والا علم والا ہے۔"

حدیث: ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو حجر اسود کی طرف ہوئے اسے بوسہ دیا۔ پھر طواف کیا پھر صفا کے پاس آئے اس پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آنے لگا پھر ہاتھ اُٹھا کر ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے جب تک اللہ نے چاہا پھر دُعا کی۔

حدیث۔ احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طواف میں ہر قدم کہ اُٹھاتا اور رکھتا ہے اس پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دس درجے بلند

کیسے جاتے ہیں۔

حدیث اصبہانی عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں فرماتے ہیں۔ جس نے کامل وضو کیا پھر حجر اسود کے پاس بوسہ دینے کو آیا وہ رحمت میں داخل ہوا۔ پھر جب بوسہ دیا اور یہ پڑھا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

تو اسے رحمت نے ڈھانک لیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر قدم کے بدلے ستر (۷۰) ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور ستر ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ستر ہزار درجے بلند کیے جائیں گے اور اپنے گھر والوں میں ستر کی سفارش کرے گا۔ پھر جب مقام ابراہیم پر آیا اور وہاں دو رکعت نماز ایمان کی وجہ سے اور طلب ثواب کے لیے پڑھی تو اس کے لیے اسماعیل علیہ السلام میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

حدیث۔ بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں بیت اللہ کا حج کرنے والوں پر ہر روز اللہ تعالیٰ ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے

حدیث۔ ترمذی میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجر اسود اور مقام ابراہیم جنتی یاقوت ہیں۔ اللہ نے نور کو مٹا دیا، ورا اگر نہ مٹاتا تو جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ سب کچھ روشن کر دیتے۔

حدیث۔ ترمذی ابن ماجہ، دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واللہ حجر اسود کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس طرح اٹھائے گا کہ اس کی آنکھیں ہوں گی جس سے دیکھے گا اور زبان ہو

گی جس سے کلام کرے گا۔ جس نے حق کے ساتھ اسی کو بوسہ دیا اس کے لیے شہادت دے گا۔

بعض ضروری احکام کا بیان

مسجد الحرام میں داخل ہونے تک کے احکام تو کچھ معلوم ہو چکے ہیں اب جب کہ مسجد الحرام میں داخل ہوا اگر جماعت قائم ہو یا نماز فرض یا وتر یا نماز جنازہ یا سنت موکدہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پہلے ان کو ادا کرے ورنہ سب کاموں سے پہلے طواف میں مشغول ہو جائے۔ گویا کعبہ شمع ہے اور تو پروانہ دیکھتا نہیں کہ پروانہ شمع کے گرد کس طرح قربان ہوتا ہے۔ تو بھی اس شمع پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو۔ شروع طواف سے پہلے مرد اضطباع کرے یعنی چادر کو داہنی بغل کے نیچے نکالے کہ دایاں مونڈھا کھلا رہے اور دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال دے اب کعبہ کی طرف منہ کرکے حجر اسود کی طرف طرف رکن یمانی طرف سنگِ اسود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے دائیں ہاتھ کو رہے پھر طواف کی نیت کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔

ترجمہ: اے اللہ میں بیت اللہ کے طواف کی نیت کرتا ہوں تو اس کو میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے قبول کر لے۔

پھر اس نیت سے کعبہ کو منہ کیے اپنی دائیں جانب چلو۔ جب سنگِ اسود کے مقابل ہو کانوں تک ہاتھ اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں حجرِ اسود کی طرف رہیں اور کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

میسر ہو سکے تو حجرِ اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز پیدا نہ ہو تین بار ایسا ہی کرو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ اگر ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اوروں کو ایذا دو نہ آپ کو دبو کچلو بلکہ اس کے عوض ہاتھ

سے چھو کر چوم لو اور ہاتھ نہ پہنچے تو لکڑی سے اسے چھو کر چوم لو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اس طرف اشارہ کر کے انھیں بوسہ دے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے منہ رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں اور سب حجرِ اسود کو داہنے ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے کا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔

طواف میں پہلے تین چکروں میں رمل کرے اور اگر نزدیکی میں ہجوم کی وجہ سے رمل نہ ہو سکے تو دوری بہتر ہے۔ جب ساتوں پھیرے پورے ہو جائیں آخر میں پھر حجر اسود کو بوسہ دے یا وہی طریقے ہاتھ لکڑی سے برتے اور اس طواف کو قدوم کہتے ہیں۔ یعنی حاضری دربار الٰہیہ کا مجرا یہ طواف صرف باہر والوں کے لیے طواف ہے۔ اور میقات سے اندر والوں کے لیے نہیں۔ ہاں مکہ والا میقات سے باہر گیا تو اس کو بھی طواف قدوم مسنون ہے۔ طواف میں نیت فرض ہے۔ بغیر نیت طواف نہیں اور مریض دوسروں کی مدد سے طواف کر سکتا ہے۔ رمل صرف پہلے چار چکروں میں مسنون ہے۔ ساتویں میں مکروہ ہے۔ لہٰذا اگر پہلے میں نہ کیا تو دوسرے اور تیسرے میں کر لے۔ اگر پہلے تین میں رمل نہیں کیا تو باقی چار میں نہ کرے۔ طواف کے ساتوں چکروں میں اضطباع سنت ہے۔ اور طواف کے بعد نہ کرے یہاں تک کہ اگر طواف کے بعد کی نماز میں اگر اضطباع کیا تو مکروہ ہے اور اضطباع صرف اسی طواف میں ہے۔ جس میں سعی ہو ورنہ نہیں۔ بحالت طواف بالخصوص شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی حرکت نہ کرے مبادا ثواب ضائع نہ ہو جائے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز طواف پڑھے اور یہ نماز واجب ہے بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو ورنہ کراہت ختم ہو جانے پر پڑھے۔ حدیث میں ہے کہ جو مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھے گا اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور بروز قیامت امن والوں میں محشور ہو گا۔ پھر دعا مانگے اور اس جگہ اگر بھیڑ کی وجہ سے نماز نہ پڑھ سکے تو مسجد میں کسی اور

جگہ پڑھ لے۔ پھر ملتزم کے پاس جائے اور قریب ہو کر اس سے لپٹے اور اپنا سینہ
و پیٹ اور کبھی داہنا رخسارہ اور کبھی بایاں رخسارہ اس پر رکھے اور دونوں ہاتھ
سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلائے یا داہنا ہاتھ دروازہ کعبہ اور بایاں حجر اسود
کی طرف پھیلائے اور خشوع و زاری سے دعا مانگے اور ملتزم کے پاس نماز طواف
کے بعد آنا اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہے۔ اور جس کے بعد سعی نہ ہو اس
میں نماز سے پہلے ملتزم سے لپٹے پھر مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز
پڑھے۔ پھر زمزم پر آؤ وہاں رو بہ قبلہ ہو تین سانسوں میں پیٹ بھر کر جتنا پانی
پیا جائے کھڑے ہو کر پیو اور جو مراد ہو دعا مانگیں قبول ہو گی جب طواف کے
بعد صفا مروہ میں سعی کرنی ہو تو واپس آ کر حجر اسود کا استلام کر کے سعی کو جائے
اور سعی کرنا ہو تو استلام کی ضرورت نہیں سعی کے لیے باب صفا سے جانا مستحب
ہے۔ ذکر و شغل میں مشغول رہے اور پہلی سیڑھی پر رو بہ قبلہ ہو کر دعا کرنا کافی ہے
اور پچیس آیتوں سورہ بقرہ کی مقدار کھڑے ہو کر عجز و نیاز کا اظہار کرے پھر صفا
سے اتر کر مروہ کو چلے ذکر وغیرہ اسی طرح جاری رکھے اور آرام سے چلے اور میلین
اخضرین کی دوڑ میں کسی کو ایذا نہ دے اور سعی میں اضطباع نہیں سعی کے لیے
یہ شرط ہے۔ کہ پورے طواف یا طواف کے اس اکثر حصّہ کے بعد ہو اور سعی کے
قبل احرام ہونا بھی شرط ہے۔ خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا احرام ہو اسکے بغیر سعی نہیں
ہو سکتی اور حج کی سعی اگر وقوف عرفہ کے قبل کرے تو وقت سعی میں بھی احرام
ہونا شرط ہے۔ اور وقوف کے بعد ہو تو سنت ہے کہ احرام کھول چکا ہو۔ اور
عمرہ کی سعی میں احرام واجب ہے۔ سعی کے لیے طہارت شرط نہیں۔ سعی میں
پیدل چلنا واجب ہے۔ جب کہ عذر نہ ہو۔ سعی میں ستر عورت سنت ہے یعنی
اس حالت میں فرض کے علاوہ سنت بھی ہے۔ سعی بلکہ طواف میں عورتوں کو
ستر پوشی کا ازبس خیال ضروری ہے۔ کہ یہاں اگر ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے تو
ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر۔ اور پھر وہ بھی بیت الحرام میں جہاں فرض

اور واجب ہر دو کا ترک ہو جائے وہاں ایک گناہ کے بدلے دو گناہ لکھے جائیں گے۔ گویا ایک گناہ دو لاکھ گناہ کے برابر ہے۔ مفرد۔ قارن۔ طواف قدوم کرنے سے حج کے رمل وسعی کرنے سے فارغ ہو گئے مگر متمتع نے جو طواف وسعی کیے وہ عمرہ کے تھے نہ حج کے اور طواف قدوم اس پر ہے نہیں لہذا وہ جب حج کا احرام باندھے اس کے بعد ان اُمور کی حاجت نہ ہو گی۔

آٹھویں ذی الحجہ سے پہلے حجّاج کیا کریں

یعنی مفرد قارن متمتع منیٰ کی طرف روانگی سے پہلے بعض ضروری اُمور سے فارغ ہو کر آٹھویں تاریخ کا انتظار کرتے ہیں۔ لہذا ان اقامت کے دنوں میں طواف نماز نفل تسبیح و تہلیل زیادہ سے زیادہ کرتے ہیں۔ کہ نہ ہے قسمت پھر موقعہ آئے یا نہ آئے۔ عورتیں رات کے دس بجے جب ہجوم کم ہو جائیں اور طواف سعی کریں۔ عورتیں اپنی اقامت گاہوں میں نماز پڑھیں کیونکہ مقصود ثواب ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں ملتا ہے۔ ہاں عورتیں مکہ مکرمہ میں رات میں ایک بار روزانہ طواف کر لیا کریں اور مدینہ طیبہ میں صبح و شام صلوٰۃ وسلام کے لیے حاضر ہوتی رہیں اور بس۔

نفلی طواف میں یہ باتیں حرام ہیں

بے وضو کرنا، کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اس کا چہارم کھلا رہنا بلا عذر ومجبوری سواری یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کریں بلا عذر بیٹھ کر سرکنا یا گھٹنوں چلنا، کعبہ کو داہنے ہاتھ پر لے کر اُلٹا طواف کرنا طواف میں حطیم کے اندر ہو کر گزرنا سات پھیروں سے کم کرنا۔

یہ باتیں احرام میں مکروہ ہیں

فضول بات کرنا، بیچنا، خریدنا، ذکر، دُعا، تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا، ناپاک کپڑے سے طواف کرنا، رمل اضطباع، بوسہ، سنگ اسود بلاوجہ ترک کرنا، طواف کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا ہاں کسی اشد ضرورت کے لیے فصل کر سکتا ہے جیسے پیشاب، پاخانہ، نماز جنازہ سے فارغ ہو کر پورا کرے۔

یہ باتیں طواف و سعی ہر دو میں مباح ہیں

سلام کرنا، جواب دینا، حاجت کے لیے کلام کرنا، فتویٰ پوچھنا، فتویٰ دینا، پانی پینا، حمد و نعت کے اشعار آہستہ کہنا۔

سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں

بلاوجہ طواف کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا مگر جماعت قائم ہو یا شرکت جنازہ ہو قضائے حاجت و تجدید وضو کو تو جا سکتا ہے۔ خرید و فروخت، فضول کلام صفا مروہ پر نہ چڑھنا، مرد کا سعی میں بلاعذر نہ دوڑنا، طواف کے بعد بہت تاخیر کر کے سعی کرنا۔ ستر عورت نہ ہونا، اِدھر اُدھر فضول دیکھنا۔

عورتیں بعض احکام میں مخصوص ہیں

طواف و سعی کے سب مسائل میں عورتیں شریک ہیں مگر اضطباع رمل سعی میں دوڑنا یہ تینوں باتیں عورتوں کے لیے نہیں۔ یوں ہی مزاحمت کے ساتھ بوسہ سنگِ اسود یا رکن یمانی کو چھوٹا یا کعبہ سے قریب ہونا یا زمزم کے اندر نظر کرنا یا یا خود پانی بھرنے کی کوشش کرنا۔ یہ باتیں اگر یوں ہو سکیں کہ نامحرم سے بدن نہ

چھوٹے تو خیر ورنہ الگ تھلگ رہنا ان کے لیے سب سے بہتر ہے۔

منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

پارہ (۲) رکوع (۹) اللہ عزوجل فرماتا ہے: ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

ترجمہ: پھر تم بھی وہاں سے لوٹو جہاں سے وہ لوگ واپس ہوتے ہیں (یعنی عرفات سے) اور اللہ سے مغفرت مانگو بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

حدیث۔ بخاری و مسلم اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ قریش اور جو لوگ ان کے طریقے پر تھے۔ مزدلفہ میں وقوف کرتے جب اسلام آیا اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ عرفات میں جاکر وقوف کریں پھر وہاں سے واپس ہوں۔

حدیث مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حجۃ الوداع کی حدیث مروی ہے۔ اسی میں ہے کہ یوم ترویہ آٹھویں ذوالحجہ کو لوگ منیٰ کو روانہ ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب عشاء، فجر کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑا توقف کیا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا۔ اور حکم فرمایا کہ نمرہ میں ایک قبہ نصب کیا جائے۔ اسکے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کا گمان تھا کہ مزدلفہ میں وقوف فرمائیں گے۔ جیسا کہ جاہلیت میں کرتے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ سے آگے چلے گئے یہاں تک کہ عرفہ میں پہنچ گئے۔ یہاں نمرہ میں قبہ نصب کیا جا چکا تھا۔ اس میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا۔ سواری تیار کی گئی۔ پھر بطن وادی میں تشریف لائے اور خطبہ پڑھا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان و اقامت کہی پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نے نماز پڑھی پھر اقامت ہوئی اور عصر کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا۔ پھر موقف میں تشریف لے گئے اور وقوف کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

حدیث: مسلم، نسائی، ابن ماجہ میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عرفہ سے زیادہ کسی دن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا پھر ان کے ساتھ ملائکہ پر فخر و مباہات فرماتا ہے۔

حدیث: امام مالک مرسلاً طلحہ بن عبید اللہ سے راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن میں شیطان کو زیادہ صغیر و ذلیل و حقیر اور غیظ میں بھرا ہوا نہیں دیکھا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن میں رحمت کا نزول اور اللہ کا بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرمانا شیطان دیکھتا ہے۔

حدیث: ابن ماجہ، بیہقی عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کی شام کو اپنی اُمت کے لیے دُعا مانگی اور وہ دُعا قبول ہوئی۔ فرمایا کہ میں نے ان کو بخش دیا سوا حقوق العباد کے کہ مظلوم کے لیے ظالم سے مواخذہ کروں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا اے رب! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا کر دے اور ظالم کی مغفرت فرما دے اس دن یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ اس پر رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسی دُعا کا اعادہ فرمایا اس وقت یہ دعا قبول ہوئی۔ اس پر رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی ہمارے ماں باپ حضور پر قربان ہوں اس وقت تبسم فرمانے کی وجہ! ارشاد فرمایا کہ دشمنِ خدا ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے یہ دعا قبول کر لی ہے اور میری اُمت کی بخشش فرما دی ہے۔ تو اپنے سر پر خاک

اُڑانے لگا اور واویلا کرنے لگا اس کی گھبراہٹ دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔

حدیث: ابو یعلی بزاز، ابن خزیمہ، ابن حبان جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔ عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتا ہے اور زمین والوں کے ساتھ آسمان والوں پر مباہات کرتا ہے۔ ان سے فرماتا ہے۔ میرے بندوں کو دیکھو کہ پراگندہ سر گرد آلود دھوپ کھاتے ہوئے دُور دُور سے میری رحمت کے اُمیدوار حاضر ہوئے تو عرفہ سے زیادہ جہنم سے آزاد ہونے والے کسی دن میں نہ دیکھے گا۔ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انھیں بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں ان میں فلاں فلاں حرام کام کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے سب کو بخش دیا۔

بہرصورت جب وقوف عرفہ کے ثواب سے آگاہ ہوئے تو اب گناہوں سے پاک صاف ہونے کا وقت قریب آیا اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور ان ہدایات پر عمل کرو۔

(۱) ساتویں تاریخ مسجد حرام میں بعد ظہر امام خطبہ پڑھے گا اسے سنو اس خطبہ میں منیٰ جانے اور عرفات میں نماز پڑھنے اور وقوف اور وہاں سے واپس ہونے کے مسائل بیان کیے جائیں گے۔ (۲) یوم الترویہ میں کہ آٹھویں تاریخ کا نام ہے۔ جس نے احرام نہیں باندھا وہ باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل و سعی کرے جیسا کہ بیان ہو چکا اور احرام کے متعلق جو آداب پیشتر بیان کیے گئے۔ مثلاً غسل کرنا وغیرہ کرلے پھر دو رکعت سنت احرام کی نیت سے پڑھے۔ اس کے بعد حج کی نیت کرے اور لبیک کہے (۳) جب آفتاب نکلے منیٰ کو چلو اگر آفتاب نکلنے سے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے مگر بعد میں بہتر ہے اور زوال کے بعد بھی جا سکتا ہے۔ مگر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے اور ہو سکے تو پیادہ جاؤ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی یہ نیکیاں تخمیناً اکھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں اور اللہ کا فضل اس نبی کے صدقہ میں اس اُمت پہ بے شمار ہے۔ والحمد للہ علی ذالک (۴) راستے بھر لبیک و دُعا و درود و ثنا کی کثرت کرو۔ (۵) جب منیٰ نظر آئے تو یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ۔

(۶) یہاں رات ٹھہرو آج ظہر سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں یہیں مسجد خیف میں پڑھو۔ شب عرفہ میں منٰی میں ذکر و عبادت سے جاگ کر صبح کرو اور نہ ہو تو کم از کم عشاء صبح جماعت اولٰی سے پڑھو کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا۔ باوضو سو کہ روح عرش تک بلند ہو گی۔ (۷) صبح نماز مستحب پڑھ کر لبیک و ذکر و درود شریف میں مشغول رہو یہاں تک کہ آفتاب کوہ ثبیر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے پر چمکے۔ اب عرفات کو چلو دل کو خیال غیر سے پاک کرنے میں کوشش کرو کہ آج وہ دن ہے کہ کچھ کا حج قبول کریں گے اور کچھ کو ان کے صدقے میں بخش دیں گے۔ محروم وہ جو آج محروم رہا۔ شیطان متعدد وسوسوں میں مبتلا کر دیتا ہے کہ حج میں ناکامی ہو۔ لہذا کلمہ اور لاحول تلبیہ وغیرہ کی کثرت رکھو وہ مردود ناکام واپس جائے گا اور جب جبل رحمت پر نگاہ پڑے۔ تو ذکر شغل میں اور زیادتی کرو۔ انشاء اللہ قبولیت کا موقعہ ہے۔ (۸) مقام عرفات میں اس پہاڑ کے پاس یا جہاں جگہ ملے شارع عام سے بچ کر اترو۔ (۹) آج کے ہجوم میں چونکہ لاکھوں آدمی ڈیرے خیمے ڈالے ہوتے ہیں۔ اپنی جگہ پر کچھ نشان لگادو تاکہ اشتباہ نہ ہو۔ (۱۰) مستورات اگر ساتھ ہوں تو ان کے برقعہ وغیرہ پر کوئی نشان لگادو تاکہ تشویش نہ ہو (۱۱) دوپہر استغفار کلمہ توحید وغیرہ میں مشغول رہو۔ کھانے پینے میں بے اعتدالی سے بچو تاکہ غفلت نہ آنے پائے۔ (۱۲) جب دوپہر قریب آئے نہاؤ کہ سنت مؤکدہ ہے ورنہ وضو ہی کرلو۔ دوپہر ڈھلتے ہی بلکہ اس سے پہلے کہ امام کے قریب جگہ ملے مسجد نمرہ جاؤ سنتیں پڑھ کر خطبہ سن کر امام کے ساتھ ظہر پڑھو اس کے بعد بے توقف عصر کی تکبیر ہو گی معاً جماعت سے عصر پڑھو یعنی ظہر اور عصر وقت ظہر میں پڑھو اور فرائض کے علاوہ اور سنن وغیرہ نہ پڑھو تو حرج نہیں۔ مگر یہ اجتماع ظہر اور عصر ایک وقت اس وقت ہے۔ جب کہ نماز خود سلطان پڑھائے یا اس کا نائب اور یہ کہ دونوں نمازوں

میں احرام کے ساتھ ہو۔ اگر ظہر پڑھنے کے بعد احرام باندھا تو عصر ملا کر نہیں پڑھ سکتا۔ نیز یہ کہ وہ احرام حج کا ہو۔ اگر ظہر میں عمرہ کا تھا عصر میں حج کا ہو جب بھی نہیں ملا سکتا۔ (درمختار، عالمگیری) اور ایک وقت میں دونوں نمازوں کا ملانا۔ اس میں پوری جماعت میں ملنا شرط نہیں بلکہ بعض حصہ میں اگر مل گیا جب بھی ہو گیا۔ (۱۳) پھر امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہی فوراً موقف یعنی وہ جگہ کہ نماز کے بعد سے غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر ذکر و دعا کا حکم ہے اس جگہ کو روانہ ہو جاؤ اور سواری پر جانا میسر ہو تو بہتر ہے۔ عورتیں اور کمزور مرد یہیں سے کھڑے ہوئے دعا میں شامل ہوں کہ بطن عرفہ کے علاوہ یہ سارا میدان موقف۔ مگر یہ لوگ بھی یوں ہی تصور کریں کہ ہم بھی اس مجمع میں حاضر ہیں اپنی ڈیڑھ اینٹ الگ نہ خیال کریں کہ اس مجمع میں یقیناً بکثرت اولیاء بلکہ الیاس و خضر علیہما السلام دونبی بھی موجود ہیں۔ یہ تصور کریں کہ انوار برکات جو اس مجمع میں ان پر اتر رہے ہیں۔ ان کا صدقہ ہم بھکاریوں کو بھی پہنچتا ہے۔ یوں الگ ہو کر بھی شامل رہیں گے اور جس سے ہو سکے تو وہاں کی حاضری چھوڑنے کی چیز نہیں۔ اس وقوف میں جہاں تک ہو سکے امام کے قریب رہے۔ کیونکہ یہ وقوف حج کی جان ہے اور بڑا رکن اور وقوف میں اگر کھڑا رہے تو افضل ہے اگر بیٹھا رہا جب بھی وقوف ہو گیا۔

وقوف عرفہ کی سنتیں

غسل دونوں خطبوں کی حاضری دونوں نمازیں ملا کر پڑھنا بے روزہ ہونا، باوضو ہونا نمازوں کے بعد وقوف کرنا۔

اس کے بعد وہ جو یہاں ہیں اور وہ کہ ڈیروں میں ہیں سب کے سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے رب کریم کی طرف متوجہ ہو جائیں اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لیے اس کے حضور حاضری کا تصور خیال کریں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے کانپتے ڈرتے امید لیتے آنکھیں بند کیے گردن جھکائے

دست دُعا آسمان کی طرف سر سے اُونچا پھیلائے تکبیر و تہلیل تسبیح و لبیک حمد و ذکر دعا و استغفار میں ڈوب جانے کی کوشش کرے کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت و سعادت ہے ورنہ رونے کا منہ بنالے کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی اور لبیک کی بار بار تکرار کرے اور بہتر سب سے یہ کہ سارا وقت درود، ذکر، تلاوت قرآن میں گزار دو کہ بموجب وعدہ حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دامن پکڑو۔ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو اپنے گناہوں اور اس کی قہاری و بے نیازی یاد کرکے بید کی طرح لرزو۔ اور یقین جانو اس کی مار سے اسی کی پناہ ہے۔ اس سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔ لہٰذا ان شفیعوں کا دامن پکڑے۔ اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کے غضب کی یاد سے جی کانپتا جاتا ہے۔ اور کبھی اس کی رحمت عامہ کی اُمید سے مرجھایا دل نہال ہُوا جاتا ہے۔

یونہی تضرع وزاری میں رہو۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا ایک لطیف جزء آجائے۔ اس سے پہلے یہاں سے کوچ کرنا منع ہے۔ اور بوقت کوچ راہ میں دعا تلبیہ، تسبیح وغیرہ زیادہ سے زیادہ کرتا ہُوا کوچ کرے۔ تلاوت قرآن، درود شریف سب سے زیادہ مفید ہے۔ نیز یہ ادب ملحوظ رکھے کہ اللہ پاک کے سچے وعدہ پر بھروسہ اور ان پر کلی اعتماد رکھے کہ آج گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا ہوں جیسا کہ آج پیدا ہوا ہوں اور آئندہ گناہ نہ ہو اور جو داغ بد اعمالی کا اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں

غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی۔ جب کہ غروب حدود عرفات

سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔ نماز عصر و ظہر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا۔ کوئی دنیوی بات کرنا۔ غروب پر یقین ہو جانے کے بعد روانگی میں دیر کرنا۔ مغرب یا عشاء عرفات میں پڑھنا۔ یاد رہے کہ موقف میں چھتری لگانے یا کسی طرح سایہ چاہنے سے حتی المقدور بچو ہاں جو مجبور رہے۔ وہ معذور ہے۔ نیز عورتوں اور مردوں کے خلط ملط میں نہایت محتاط رہو۔

وقوف کے مسائل

وقوف کا وقت نویں ذوالحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی طلوع فجر تک ہے اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت وقوف کیا تو حج نہ ملا مگر ایک صورت میں یہ کہ ذی الحجہ کا چاند دکھائی نہ دیا ذی قعد کے تیس پورے کر کے ذی الحجہ کا مہینہ شروع کیا اور اس حساب سے آج نا نویں ہے بعد کو ثابت ہوا کہ انتیس کا چاند ہوا تو اس حساب سے دسویں ہو گی اور وقوف دسویں تاریخ کو مگر ضرورۃً یہ جائز مانا جائے گا اور اگر دھوکہ ہوا کہ آٹھویں کو نویں سمجھ کر وقوف کیا پھر معلوم ہوا تو وقوف صحیح نہ ہوا۔ (عالمگیری وغیرہ)

اور وقوف کے لیے گھنٹوں ٹھہرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر تھوڑی دیر ٹھہرا خواہ اس کو معلوم ہو کہ عرفات ہے یا نہ معلوم ہو باوضو ہو یا بے وضو یا جنب ہو حیض و نفاس والی عورت ہو۔ سوتا ہو یا بیدار۔ ہوش میں ہو یا جنوں و بیہوشی میں یہاں تک کہ عرفات سے ہو کر گزر جائے۔ پس حج مل گیا یعنی اس کا حج فاسد نہ ہو گا۔ جب کہ یہ سب افعال احرام سے ہوں۔ اور جس کا حج فوت ہو گیا یعنی اس کو وقوف نہ ملا تو اب حج کے باقی افعال سب ساقط ہو گئے اور اس کا احرام عمرہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ لہٰذا عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے اور آئندہ سال حج کی قضا دے۔

مزدلفہ کی روانگی اور اس کا وقوف

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عرفات سے مزدلفہ میں آئے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر لیٹے۔ یہاں تک کہ فجر کا طلوع ہوا تو اذان و اقامت کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ پھر اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور روبقبلہ ہو کر دعا و تکبیر و تہلیل توحید وغیرہ میں مشغول رہے۔ اور وقوف کیا یہاں تک کہ خوب اُجالا ہوگیا اور طلوع آفتاب سے پہلے یہاں سے روانہ ہوئے۔

بہر صورت جب عرفات میں غروب آفتاب کا یقین ہو جائے تو فوراً مزدلفہ کو چلو امام کے ساتھ جانا افضل ہے مگر اگر وہ دیر کردے تو اس کا انتظار نہ کرو اور راستہ میں ذکر دعا لبیک زاری و بکاء میں مصروف ہو اور تیز چلو بشرطیکہ کسی کو ایذا نہ ہو۔ راستہ میں پیدل ہونا بہتر ہے۔ اور مزدلفہ میں نہا کر داخل ہونا افضل ہے۔ وہاں پہنچ کر ممکن ہو تو جبل قزح کے پاس راستہ سے بچ کر اُترو ورنہ جہاں جگہ مل جائے۔ غالباً جاتے پہنچتے مغرب کا وقت ختم ہو جائے گا۔ سامان سفر سنبھال کر لینے سے پہلے امام کے ساتھ مغرب و عشاء پڑھو اور اگر وقت مغرب باقی رہے۔ جب بھی ابھی مغرب ہرگز نہ پڑھو نہ عرفات میں پڑھو نہ راہ میں اس دن یہاں نماز مغرب وقت مغرب میں پڑھنا گناہ ہے۔ اگر پڑھ لوگے تو عشاء کے وقت دوبارہ پڑھنی ہوگی غرض یہاں پہنچ کر مغرب کو وقت عشاء میں بہ نیت ادا نہ بہ نیت قضا حتی الوسع امام کے ساتھ پڑھو۔ مغرب کا سلام پھیرتے ہی معاً عشاء کی نماز ہوگی۔ عشاء کے فرض پڑھ لو اس کے بعد مغرب و عشاء کی سنتیں اور وتر پڑھو اور اگر امام کے ساتھ جماعت نہ مل سکے تو اپنی جماعت پوری کر لو اور نہ ہوسکے تو تنہا اکیلے پڑھو مگر یہ مغرب وقت عشاء میں پڑھنی ہے اسی کے لیے جو مزدلفہ کو آئے اور اگر عرفات میں ہی رات کو رہ گیا یا مزدلفہ کے سوا دوسرے

راستے سے واپس ہوا تو اس کو مغرب کی نماز اپنے وقت میں پڑھنی ضروری ہے۔ اگر مزدلفہ کیطرف آنے والے نے مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی یا مزدلفہ پہنچ کر عشار کا وقت آنے سے پہلے پڑھ لی تو اُسے حکم یہ ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر نہ پڑھی اور فجر طلوع ہو گئی تو وہ نماز اب صحیح ہو گی (ردالمحتار، درمختار) عرفات میں ظہر وعصر کے لیے ایک اذان اور دو اقامتیں ہیں اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کے لیے ایک اذان اور ایک ہی اقامت (درمختار) دونوں نمازوں کے درمیان سنت ونوافل نہ پڑھے۔ مغرب کی سنتیں بھی بعد عشار پڑھے اگر درمیان میں سنتیں پڑھیں یا کوئی اور کام کیا تو ایک اقامت اور عشار کے لیے کہی جائے (ردالمحتار) یہاں مزدلفہ میں نمازوں کے بعد باقی رات ذکر درود بکثرت کرے کہ یہ جگہ اور رات بہت افضل ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے اس کو شب قدر بھی افضل کیا ہے۔ خدا جانے یہ رات پھر ملے یا نہ پھر اتنا پہلے اُٹھ بیٹھو کہ صبح چمکنے سے پیشتر ضروریات سے فارغ ہو لو۔ آج نماز صبح بہت اندھیرے میں پڑھی جائے گی۔ کوشش کرو کہ جماعت امام بلکہ پہلی تکبیر فوت نہ ہو کہ عشاء وصبح جماعت سے پڑھنے والا بھی پوری شب بیداری کا ثواب پاتا ہے اور اب دربار اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا کرم اور رحمت الٰہی کے دروازے کھل گئے۔ کل عرفات میں حقوق اللہ معاف ہوئے تھے یہاں حقوق العباد کی معافی کا وعدہ ہے۔ مشعر الحرام میں خاص پہاڑی پر اور نہ ملے تو اسکے مغرب میں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو وادی محسّر کے سوا جہاں بھی گنجائش پاؤ وقوف کرو تمام باتیں کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھو اور دُعا درود بکثرت کرو۔

وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے اُجالا اور روشنی ہوتے تک ہے اس درمیان وقوف نہ کیا تو فوت ہو گیا اور اگر اس وقت یہاں سے ہو کر گزرے گا تو وقوف ہو گیا اور وقوف عرفات میں جو باتیں تھیں وہ اس وقت میں از بس ضروری ہیں طلوع فجر سے پہلے جو یہاں سے چلا گیا اس پر دم واجب ہے مگر

جب بیمار ہو یا کمزور یا عورت کہ ازدحام میں ضرر کا اندیشہ ہے اس وجہ سے پہلے چلا
گیا تو اس پر کچھ نہیں نماز سے پہلے مگر طلوع فجر کے بعد یہاں سے چلا گیا یا طلوع آفتاب
کے بعد گیا برا کیا مگر اس پر دم واجب نہیں۔

منیٰ کے اعمال اور صبح کے بقیہ افعال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم
اٰباءکم او اشد ذکرًا (پارہ ۲، رکوع ۹)

ترجمہ: پھر جب حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا
کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

حدیث مسلم میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول
کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مزدلفہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بطن محسر میں
پہنچے اور یہاں جانوروں کو تیز کر دیا پھر وہاں سے بیچ والے راستے سے چلے جو جمرہ
عقبیٰ کو گیا ہے۔ جب اس جمرہ کے پاس پہنچے اس پر سات کنکریاں ماریں ہر کنکری
پر تکبیر کہتے اور بطن وادی سے رمی کی پھر منیٰ میں آکر ترسیٹھ اونٹ اپنے ہاتھ مبارک
سے نحر فرمائے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا بقیہ کو انھوں نے نحر کیا
اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی میں انھیں شریک کر
لیا پھر حکم فرمایا کہ ہر اونٹ سے ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے دونوں
صاحبوں نے اس گوشت میں سے کھایا اور شوربا پیا پھر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔

حدیث ابن خزیمہ و حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی
ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابراہیم خلیل اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام مناسک میں آئے جمرہ عقبہ کے پاس شیطان سامنے آیا اسے

سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا پھر جمرہ ثانیہ کے پاس آیا پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا۔ پھر تیسرے جمرہ کے پاس آیا تو پھر اسے سات کنکریاں ماریں یہاں تک کہ زمین میں دھنس گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تم شیطان کو رجم کرتے ہو اور ملت ابراہیمی کا اتباع کرتے ہو۔ منیٰ اور مکہ کے درمیان تین جگہ ستون بنے ہوئے ہیں ان کو جمرات کہتے ہیں۔ پہلا جو منیٰ سے قریب ہے اس کو جمرۃ الاولیٰ اور بیچ کا جمرۃ الوسطیٰ اور اخیر کا جو مکہ سے قریب ہے۔ جمرۃ العقبیٰ کہتے ہیں۔

حدیث طبرانی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ جمروں پر ہر سال کنکریاں ماری جاتی ہیں مگر ہمارا خیال ہے کہ کم ہو جاتی ہیں فرمایا جو قبول ہوتی ہیں اٹھالی جاتی ہیں ایسا نہ ہوتا تو پہاڑوں کی شکل تم دیکھتے بہر صورت۔

جب طلوع آفتاب میں دو رکعت پڑھنے کا وقت باقی رہ جائے امام کے ساتھ منیٰ کو چلو اور یہاں سے سات چھوٹی چھوٹی کنکریاں کھجور کی گٹھلی برابر کی ایک جگہ سے اٹھا کر تین بار دھو لو کسی پتھر کو توڑ کر کنکریاں نہ بناؤ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تینوں دن جمروں پر مارنے کے لیے یہیں سے کنکریاں لے لو یا سب کسی اور جگہ سے لے لو۔ مگر نجس جگہ کی نہ ہوں نہ مسجد کی نہ جمرہ کے پاس کی اور راستہ میں بدستور ذکر کرو۔ جیسا پہلے مذکور ہوا۔ جب وادی محسر پہنچو۔ ۵۴۵ ہاتھ بہت جلدی تیزی کے ساتھ چل نکلو۔ مگر نہ وہ تیزی کہ دوسروں کو ایذا پہنچے۔ جب منیٰ نظر آئے وہ دعا میں پڑھو۔ جو مکہ سے آتے منیٰ کو دیکھ کر پڑھی تھیں۔ جب منیٰ پہنچو سب کاموں سے پہلے جمرۃ العقبیٰ کو جاؤ جو ادھر سے پچھلا جمرہ ہے مگر مکہ مکرمہ سے پہلے نالہ کے وسط میں سواری پر جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ ہٹے ہوئے یوں کھڑے ہو کہ منیٰ داہنے ہاتھ پر اور کعبہ بائیں ہاتھ کو اور جمرۃ کی طرف منہ ہو سات کنکریاں جدا جدا چٹکی میں لے کر سیدھا ہاتھ خوب اٹھا کر ہر ایک پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر مارو۔ بہتر یہ ہے کہ کنکریاں

جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلہ پر تک پڑیں اس سے زیادہ فاصلہ پر گری تو کنکری شمار میں نہ آئے گی۔ پہلی کنکری سے لبیک کہنا موقوف کردو اللہ اکبر کے بدلے اگر سبحن اللہ لا الٰہ الا اللہ کہا جب بھی حرج نہیں۔ اور جب سات پوری ہو جائیں وہاں نہ ٹھہرو فوراً ذکر دُعا کرتے پلٹ آؤ کنکریاں سات سے کم نہ ہوں اور کنکریوں کے مارنے میں وقفہ نہ ہو۔ اگر سات بیک وقت پھینک دیں تو ایک ہوئی اور یہ کنکریاں زمین کی جنس سے ہوں اور ایسی چیز سے جس سے تیمم جائز ہو کنکر پتھر مٹی یہاں تک کہ اگر خاک پھینکی جب بھی رمی ہو گئی مگر ایک ایک کنکری کے قائم مقام ہوئی۔ موتی، عنبر، مشک، جواہر، سونا، چاندی، مینگنی سے یہ رمی جائز نہیں۔ اس رمی کا وقت آج کی فجر سے گیارھویں کی فجر تک ہے۔ مگر مسنون یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے زوال تک ہو اور زوال سے غروب تک مباح اور غروب سے فجر تک مکروہ یونہی دسویں کی فجر سے طلوع آفتاب تک مکروہ مگر اگر کوئی عذر ہو تو مکروہ نہیں۔

اب رمی سے فارغ ہو کر قربانی میں مصروف ہو یہ قربانی بقر عید کی قربانی کی طرح نہیں ہے کہ وہ مسافر پر نہیں اور مقیم مال دار پر واجب ہے، اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ قران اور متمتع پر واجب ہے اگرچہ فقیر ہو اور مفرد کے لیے مستحب اگرچہ غنی ہو۔ جانور کی عمر و اعضاء و ذبح کرنے میں وہی شرطیں ہیں جو کہ عید کی قربانی میں ہوتی ہیں۔

قربانی سے فارغ ہو کر قبلہ رو بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی تمام سر منڈائیں کہ افضل ہے۔ یا بال کٹوائیں کہ رخصت ہے۔ عورتوں کو بال منڈوانا حرام ہے۔ ایک پورا بال کتروا دیں۔ مفرد اگر قربانی کرے تو مستحب یہ ہے کہ قربانی کے بعد حلق کرے اور اگر حلق کے بعد قربانی کی جب بھی حرج نہیں اور متمتع و قران والے قربانی کے بعد حلق کرنا واجب ہے۔ بال کتروائیں تو سر میں جتنے بال ہوں ان کے چہارم بالوں میں سے کتروانا ضروری ہے لہذا ایک پورے سے زیادہ کتروائیں کہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں ممکن ہے چہارم بالوں میں سب ایک ایک پورا اترائیں

میں کرے پھر اگر بلا عذر ہے تو کراہت ہے۔ ورنہ کچھ نہیں۔ ترتیب کے خلاف رمی کی تو بہتر یہ ہے کہ اعادہ کرے جو شخص مریض ہو کہ جمرہ تک سواری پر بھی نہ جا سکتا ہو وہ دوسرے کو حکم کر دے کہ اس کی طرف سے رمی کر دے اور اس کو چاہیئے کہ پہلے اپنی طرف سے سات کنکریاں مارنے کے بعد مریض کی طرف سے رمی کرے اسی طرح بیہوش یا مجنون یا ناسمجھ کی طرف سے اس کے ساتھ والے رمی کریں۔

رمی میں یہ چیزیں مکروہ ہیں

دسویں کی رمی غروب آفتاب سے بعد کرنا۔ تیرھویں کی رمی دوپہر سے پہلے کرنا۔ رمی میں بڑا پتھر مارنا۔ پتھر توڑ کر کنکریاں بنانا۔ مسجد کی کنکریاں مارنا۔ جمرہ کے نیچے گری ہوئی کنکریاں پڑی اُٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں جو قبول ہوتی ہیں اُٹھالی جاتی ہیں کہ بروز قیامت نیکیوں کے پلے میں رکھی جائیں گی ورنہ جمروں کے پہاڑ ہو جاتے۔ ناپاک کنکریاں مارنا۔ سات سے زیادہ مارنا۔ خلاف جہت متعینہ رمی کرنا۔ جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا۔ جمروں میں خلاف ترتیب کرنا۔ مارنے کے بدلے کنکری جمرہ کے پاس ڈال دینا۔ اخیر دن بارھویں یا تیرھویں کو جب منیٰ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ چلو وادی محصب میں کہ جنت المعلیٰ کے قریب ہے سواری پر ہو تو اترو یا بے اترے کچھ دیر ٹھہر کر دعا کرو۔ اب تیرھویں کے بعد جب تک مکہ میں ٹھہرو دُعا کرو اپنے اور اپنے استاذ ماں باپ خصوصاً حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے اصحاب اہل بیت اور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جتنے ہو سکیں عمرے کرتے رہو۔ عمرہ کا احرام تنعیم جو کہ مکہ سے شمال کی طرف تین میل کے فاصلہ پر ہے جاؤ وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ آؤ۔ طواف وسعی حسب دستور کر کے حلق یا تقصیر کرو عمرہ ہو گیا جنۃ المعلیٰ میں حاضر ہو کر اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر مدفونین

کی زیارت کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ ولادت و مکان حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و مکانِ ولادت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبلِ ثور۔ غارِ حرا۔ مسجد الجن۔ مسجد جبل ابی قبیس وغیرہا مکانات متبرکہ کی بھی زیارت کرے۔ حضرت عبد المطلب کی زیارت کرے۔ علماء کی خدمت سے برکت حاصل کرے کعبہ معظمہ کی داخلی کمال سعادت ہے۔ اگر جائز طور پر نصیب ہو ورنہ حطیم کی حاضری غنیمت جانے کہ وہ بھی کعبہ کی زمین ہے۔ غلاف کعبۃ اللہ جو سال بھر بعد اُتارا جاتا ہے اور جو اُتارا گیا فقراء پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اس کو ان فقراء سے خرید سکتے ہیں۔ جب ارادہ رخصت کا ہو طواف وداع بے رمل و سعی و اضطباع بجا لائے کہ باہر والوں پر واجب ہے۔ ہاں وقت رخصت عورت حیض و نفاس سے ہو تو اس پر نہیں جس نے صرف عمرہ کیا اس پر یہ طواف واجب نہیں پھر بعد بدستور دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھے۔ مکہ والے اور میقات سے اندر رہنے والے پر طواف رخصت واجب نہیں جو بغیر طواف رخصت کے چلا گیا تو جب تک میقات سے باہر نہ ہوا واپس آئے اور میقات سے باہر ہونے کے بعد یاد آیا تو واپس ہونا ضروری نہیں بلکہ دم دے دے اور اگر واپس ہوا تو عمرہ کا احرام باندھ کر واپس ہو اور عمرہ سے فارغ ہو کر طواف رخصت بجا لائے اور اس صورت پر دم واجب نہ ہوگا۔ طواف رخصت کے بعد زمزم پر آکر پہلی طرح پانی پیئے۔ بدن پر ڈالے پھر دروازۂ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو کر آستانہ پاک کو بوسہ دے اور قبول حج و زیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگے۔ ملتزم پر آ کر غلاف کعبہ تھام کر اسی طرح چھوڑ دو۔ درود دعا وغیرہ کی کثرت کرو۔ پھر حجر پاک کو بوسہ دو اور جو آنسو رکھتے ہو گراؤ پھر اُلٹے پاؤں کعبہ کی طرف منہ کرکے یا سیدھے چلنا پھر کعبہ کو حسرت سے دیکھتے ہوئے اس کی جدائی پر روتے یا رونے کا منہ بناتے ہوئے مسجد کریم کے دروازے سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر نکلو اور اس کے لیے بہتر باب الحرورا ہے۔ حیض و نفاس والی عورت

دروازہ مسجد پر کھڑی ہو کر بہ نگاہِ حسرت سے دیکھے اور دُعا کرتی پلٹے پھر بقدر وسعت فقراء مکہ مکرمہ پر تصدق کرکے متوجہ سرکارِ مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہو جائے۔

قِران کا بیان

پارہ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۸ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ

ترجمہ: اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو۔

حدیث: امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا۔ قران کا معنیٰ یہ ہیں کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھے یا پہلے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور ابھی طواف کے چار پھیرے نہ کئے تھے کہ حج کو شامل کر لیا۔ پہلے حج کا احرام باندھا تھا اس کے ساتھ عمرہ بھی شامل کر لیا خواہ طواف سے پہلے عمرہ شامل کیا یا بعد میں۔ قِران کے لیے یہ شرط ہے کہ عمرہ کے طواف کا اکثر حصہ وقوف عرفہ سے پہلے ہو۔ لہٰذا جس نے طواف چاروں پھیروں سے پہلے وقوف کیا اس کا قران باطل ہو گیا۔ سب سے افضل قرآن ہے پھر تمتع پھر افراد۔ قرآن کا احرام میقات سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اور شوال سے پہلے بھی مگر اس کے افعال حج کے مہینوں میں کیے جائیں۔ شوال سے پہلے افعال نہیں کر سکتے۔ قرآن میں یہ واجب ہے کہ پہلے سات پھیرے طواف کے کرے اور ان میں پہلے تین پھیروں میں رمل سنت ہے پھر سعی کرے اب قرآن کا ایک جز یعنی عمرہ پورا ہو گیا۔ مگر ابھی حلق نہیں کر سکتا اور ان طوافوں میں اضطباع بھی پہلے طواف میں اگر طواف حج کی نیت کی جب بھی عمرہ کا یہی طواف ہو گا۔ عمرہ سے فارغ ہو کر بدستور محرم رہے اور تمام افعال بجالائے۔ دسویں کو حلق کے بعد پھر طواف افاضہ کے بعد جیسے

حج کرنے والے کے لیے چیزیں حلال ہوتی ہیں اس کے لیے بھی حلال ہوں گی۔ قارن پر دسویں کو رمی کے بعد قربانی واجب ہے۔ اور یہ قربانی کسی جرمانہ میں نہیں بلکہ بطور شکریہ کہ دو عبادتوں کی توفیق ملی۔ اس قربانی کے لیے یہ ضروری ہے کہ حرم میں ہو بیرون حرم نہیں ہو سکتی اور سنت یہ ہے کہ منیٰ میں ہو اور اس کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے سے بارھویں کے غروب آفتاب تک ہے۔ قربانی پر قادر ہے۔ مگر کی نہیں کہ موت واقع ہو گئی تو اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔ وصیت نہ کی مگر وارثوں نے خود ہی کر دی جب بھی صحیح ہے۔ اگر قربانی میسر نہ آئے تو دس روزے رکھے ان میں تین تو وہیں رکھ لے۔ یعنی یکم شوال سے ذی الحجہ کی نویں تک احرام باندھنے کے بعد اور سات زمانہ حج گزرنے کے بعد وہیں رکھ لے اور بہتر یہ ہے کہ واپس آکر مکان میں رکھے۔ مگر نیت ان میں رات سے کرے۔

حج تمتع کا بیان

(پارہ ۲، رکوع ۲)

قرآن میں فرمایا: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۔ جس نے عمرہ سے حج کی طرف تمتع کیا اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے۔ پھر جسے قربانی کی قدرت نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات واپسی کے بعد دس پورے ہیں۔ تمتع اسے کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرے پھر اسی سال حج کا احرام باندھے یا پورا عمرہ نہ کیا ہو صرف چار پھیرے پھر حج کا احرام باندھا تمتع میں یہ شرط نہیں کہ میقات سے احرام باندھے اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی نہیں کہ عمرہ کا احرام حج کے مہینہ میں باندھا جائے بلکہ شوال سے پیشتر بھی باندھ سکتے ہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ عمرہ کے تمام افعال یا اکثر طواف حج کے مہینہ میں ہوں مثلاً تین پھیرے طواف کے رمضان میں پھر شوال میں باقی چار پھیرے کئے پھر اسی سال حج کر لیا تو یہ بھی تمتع ہے۔

حج تمتع کے شرائط

(۱) حج کے مہینہ میں پورا طواف کرنا یا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے (۲) عمرہ کا احرام حج کے احرام سے مقدم ہو (۳) حج کے احرام سے پہلے عمرہ کا پورا طواف یا اکثر حصہ کر لیا ہو۔ (۴) عمرہ فاسد نہ کر لیا ہو۔ (۵) حج فاسد نہ کر لیا ہو۔ (۶) المام صحیح نہ کیا ہو المام صحیح کے معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے بعد احرام کھول کر اپنے وطن کو واپس جائے اور وطن سے مراد وہ جگہ ہے جہاں وہ رہتا ہے۔ پیدائش کا مقام اگرچہ دوسری جگہ ہو لہذا عمرہ کرنے کے بعد وطن گیا پھر واپس آکر حج کیا تو تمتع نہ ہوا۔ (۷) حج و عمرہ دونوں ایک ہی سال میں ہوں۔ (۸) مکہ معظمہ میں ہمیشہ رہنے کے لیے ارادہ نہ ہو۔ (۹) مکہ معظمہ میں حج کا مہینہ آجائے تو بے احرام کے نہ ہو نہ ایسا ہو کہ احرام ہے ہاں مگر چار پھیرے طواف کے ان مہینوں سے پہلے کر چکا ہے۔ ہاں اگر میقات سے اگر باہر واپس آجائے تو عمرہ کا احرام باندھ کر آئے تو تمتع ہو سکتا ہے (۱۰) میقات سے باہر رہنے والا ہو مکہ کا رہنے والا تمتع نہیں ہو سکتا۔ تمتع دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا۔ دوسری یہ کہ نہ لایا اگر نہیں لایا وہ میقات سے عمرہ کا احرام باندھے مکہ مکرمہ میں آکر طواف وسعی کرے اور سر منڈائے اب عمرہ سے فارغ ہو گیا اور طواف شروع کرتے ہی سنگِ اسود کو بوسہ دیتے وقت لبیک ختم کر دے اب مکہ میں بغیر احرام رہے۔ آٹھویں ذوالحجہ کو مسجد الحرام سے حج کا احرام باندھے اور حج کے تمام افعال بجالائے اور بہتر یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں ہو اس سے بہتر یہ ہے کہ مسجد حرام میں ہو اور سب سے بہتر یہ حطیم شریف میں ہو یونہی آٹھویں کو احرام باندھنا ضروری نہیں نویں کو بھی ہو سکتا ہے اور آٹھویں سے پہلے بھی بلکہ یہ افضل ہے تمتع کرنے والے پر واجب ہے کہ دسویں تاریخ کو شکرانہ میں قربانی کرے اس کے بعد سر منڈائے اگر قربانی کی قدرت نہ ہو تو اسی طرح روزے رکھے جو قرآن والے کے لیے ہیں اور دوسری قسم یعنی یہ کہ اپنے ساتھ جانور لے جائے تو احرام باندھ کر چلے اور کھینچ کر لے جانے سے ہانکنا افضل ہے ہاں

اگر پیچھے سے ہانکنے سے نہیں چلتا تو پھر آگے سے کھینچے اور اس کے گلے میں ہار ڈال دے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ حرم میں قربانی کو جاتا ہے اور ہار ڈالنا جھول ڈالنے سے بہتر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس جانور کے کوہان میں داہنی یا بائیں طرف خفیف سا شگاف کر دے کہ گوشت کو نہ پہنچے۔ اب مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ کرے اور عمرہ سے فارغ ہو کر بھی محرم رہے۔ جب تک قربانی نہ کرے اس کو سر منڈانا جائز نہیں ورنہ دم لازم آئے گا اور وہ تمام افعال کرے گا جو اس کے لیے بتائے گئے کہ جانور نہ لایا تھا اور دسویں تاریخ کو رمی کر کے سر منڈوائے اب دونوں احراموں کے ساتھ فارغ ہو گیا۔ جو جانور لائے اور جو نہ لائے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر جانور نہ لایا اور عمرہ کے بعد احرام کھول ڈالا اور اب حج کا احرام باندھا اور اگر کوئی جنابت واقع ہوئی تو جرمانہ مثل مفرد کے ہے اور وہ احرام باقی تھا تو جرمانہ قارن کی مثل ہے اور جانور لایا تو بہر حال قارن کی مثل ہے۔ حج کے مہینہ میں عمرہ کیا مگر اس کو فاسد کر دیا پھر گھر واپس گیا پھر آ کر عمرہ کی قضا کی اور اسی سال حج کیا تو تمتع ہو گیا اور اگر مکہ مکرمہ میں رہ گیا یا مکہ سے چلا گیا مگر میقات کے اندر رہا یا میقات سے بھی باہر گیا مگر گھر نہ گیا اور اگر عمرہ کی قضا کی اور اسی سال حج بھی کیا تو سب صورتوں میں تمتع نہ ہوا۔ (عالمگیری، ردالمختار وغیرہ)

نوٹ: افعال حج و عمرہ میں کئی طرح کے سہواً یا خطا یا عمداً جرم و کوتاہیں ہو جاتی ہیں۔ جن میں تفصیل بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا بوقت ضرورت علماء اور معلمین حضرات سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ ہمیں اس سلسلہ میں اختصار مطلوب ہے بخوف طوالت ان کی تفصیل اس وقت درج نہیں کی جاتی۔

حج مُحصر کا بیان

جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا اس کو محصر کہتے ہیں جن وجوہ سے حج یا عمرہ نہ کر سکے وہ یہ ہیں۔ دشمن، درندہ۔ مرض کہ سفر میں زیادتی مرض

کا زیادہ خطرہ ہے ہاتھ و پاؤں کا ٹوٹ جانا۔ قید میں ہونا۔ عورت شوہر یا جس محرم کے ساتھ جا رہی تھی اس کا انتقال ہونا۔ عدّت نہ ادِراہ یا سواری کا ہلاک ہونا۔ شوہر حج نفل میں عورت کو اور مولیٰ اپنی لونڈی و غلام کو منع کر سکتا ہے۔ عورت کا شوہر یا محرم مر گیا اگر مکہ وہاں سے تین روز کی مسافت پر ہے۔ تو اگر ٹھہرنے کی جگہ ہے تو محصرہ ہے ورنہ نہیں اور اگر کم ہے تو مُحصرہ نہیں۔ عورت نے بغیر زوج و محرم کے احرام باندھا تو وہ محصرہ ہے کہ اسے بغیر ان کے سفر حرام ہے۔ عورت نے احرام باندھا اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو محصرہ ہے۔ اگرچہ محرم بھی ہمراہ موجود ہو۔ مُحصرہ کو اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے۔ جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا۔ یا قیمت بھیج دے وہاں جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام کھل نہیں سکتا۔ جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف و سعی و حلق نہ کرے۔ مُحصر نے اگر صرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو تو ایک قربانی بھیجے اور قارن ہو تو دو بھیجے ایک سے کام نہ چلے گا۔ اس قربانی کے لیے حرم شرط ہے بیرون حرم جا کر نہیں مگر ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ آگے پیچھے ہو سکتی ہے۔ محصر نے قربانی نہیں بھیجی ویسے ہی واپس گھر آ گیا اور احرام باندھے ہوئے رہ گیا تو یہ بھی جائز ہے۔ مانع حج جاتا رہا اور وقت اتنا ہے کہ حج اور قربانی پائے گا تو جانا فرض ہے۔ مانع جاتا رہا اور پھر اسی سال حج کیا تو قضا کی نیت نہ کرے اور اب مفرد پر عمرہ بھی واجب نہیں۔ مُحصر قربانی بھیج کر جب احرام سے باہر ہو گیا اب اس کی قضا کرنا چاہتا ہے تو اگر صرف حج کا احرام تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ کرے اور قران تھا تو ایک حج اور کرے۔

حج فوت ہونے کا بیان

جس کا حج فوت ہو گیا یعنی وقوف عرفہ اسے نہ ملا تو طواف و سعی کر کے سر منڈا کر یا بال کترو اکر احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ حج کرے اور اس پر دم واجب نہیں۔ قارن کا حج فوت ہو گیا تو عمرہ کے لیے سعی و طواف کر کے احرام سے باہر

ہوگا اسے شروع کرنے ہی حلق کرے اور دم قران جاتا رہا اور پچھلا طواف جسے کر کے احرام سے باہر ہوگا اسے شروع کرتے ہی لبیک موقوف کردے اور مسائل آئندہ حج کی قضا کرے عمرہ کی قضا نہیں کیونکہ عمرہ کر چکا۔ عمرہ فوت نہیں ہوسکتا کہ اس کا وقت عمر بھر ہے اور جس کا حج ہو گیا۔ اس پر طواف صدر نہیں جس کا حج فوت ہوا اس کے لیے طواف وسعی کرے احرام نہ کھولا اور اسی احرام سے سال آئندہ حج کیا تو یہ حج صحیح نہ ہوا۔

حج بدل کا بیان

دار قطنی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے والدین کی جانب سے حج کرے گا تو مقبول ہوگا اور ان کی روحیں خوش ہوں گی اور یہ اللہ کے نزدیک نیکوکار لکھا جائے گا۔ نیز زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے گا تو مقبول ہو گا ان کی روحیں خوش ہوں گی۔

بخاری مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کی یارسول اللہ میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کردوں فرمایا ہاں۔

حج بدل کے شرائط

(۱) جو حج بدل کراتا ہو اس پر حج فرض ہو۔ (۲) جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ خود حج نہ کر سکتا ہو۔ (۳) وقت حج سے موت تک عذر برابر باقی رہے (۴) جس کی طرف سے کیا جائے اس نے حکم دیا ہو بغیر اس کے حکم کے نہیں ہوسکتا۔ (۵) راستہ کے اخراجات حج کرانے والے کے ذمہ ہوں گے۔ (۶) جس کو حکم دیا ہی کرے

دوسرے سے کرایا تو نہ ہوگا۔ (۷) سواری پر سار یا یا اس کا اکثر حصہ سواری پر طے کرے (۸)
اس کے وطن سے حج کو جائے۔ (۹) میقات سے حج کا احرام باندھے۔ اگر اس نے
اس کا حکم کیا ہو۔ (۱۰) اس کی نیت سے حج کرے اور بہتر اور افضل یہ ہے کہ
زبان سے بھی لبیک من فلاں کہہ لے اور اگر اس کا نام بھول گیا تو یہ نیت کرے کہ
جس نے مجھے بھیجا ہے اس کی طرف سے کرتا ہوں اور یہ شرائط حج فرض کی ہیں
اگر حج نفل ہو تو ان میں سے کوئی شرط نہیں اور یہ نیت افعالِ حج میں شروع
ہونے سے ہو سکتی ہے۔ حج کی جب یہ شرطیں پائی گئیں تو جس کی طرف سے کیا گیا
اس کا فرض ادا ہوا اور یہ حج کرنے والا بھی ثواب پائے گا مگر اس حج سے اس کا
حجۃ الاسلام ادا نہ ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسا شخص بھیجا جائے جو
خود حجۃ الاسلام حج ادا کر چکا ہے اور اگر ایسے کو بھیجا جس نے خود نہیں کیا ہے
جب بھی حج بدل ہو جائے گا اور اگر خود اس پر حج اسلام فرض ہوا اور ادا نہ کیا ہو
تو اسے بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔ افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھیجیں جو حج کے طریقے
اور اس کے افعال سے آگاہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ آزاد مرد ہو اور اگر آزاد عورت
مراہقہ سے حج کرایا جب بھی ادا ہو جائے گا۔ ایسے کسی بدمذہب کو بھیجا تو ادا نہ
ہوا کہ یہ اہل نہیں۔ صرف حج یا صرف عمرہ کو کہا مگر اس نے مخالفت کی کہ ہر دو کا باندھ
لیا یا حج کے لیے کہا اس نے عمرہ باندھ لیا یا کسی اپنے کام میں لگ گیا کہ حج کا
وقت جاتا رہا تو سب صورتوں میں تاوان بھرے گا۔ راستہ میں تھا کہ انتقال
ہو گیا اور حج کی وصیت کر گیا۔ اس کے تہائی مال سے حج بدل کرایا جائے گا۔

ہدی کا بیان

قرآن: وَمَن یُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِن تَقْوَی الْقُلُوْب
ترجمہ: "اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری
سے ہے۔"

حدیث: بخاری و مسلم میں ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قربانیوں کے لیے ہار اپنے ہاتھ سے بنائے پھر حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے گلے میں ڈالے اور ان کے کوہان چیرے اور حرم کو روانہ کیں۔

ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین قسم کے جانور ہیں (۱) بکری اس میں بھیڑ، دنبہ، نر، مادہ سب داخل ہیں۔ گائے اس میں بھینس نر مادہ شمار ہیں۔ اونٹ نر ہو یا مادہ ہدی کا ادنیٰ درجہ بکری ہے۔ تو اگر کسی نے حرم کو قربانی بھیجنے کی منت مانی اور معین نہ کی تو بکری کافی ہے۔ قربانی کی نیت سے بھیجا یا لے گیا جب تو ظاہر ہے کہ قربانی ہے اور اگر بدنہ کے گلے میں ہار ڈال کر ہانکا جب بھی ہدی ہے اگرچہ نیت نہ ہو اس لیے کہ اس طرح قربانی ہی کو لیجاتے ہیں اُونٹ، گائے کے گلے میں ہار ڈالنا سنت ہے اور بکری کے گلے میں نہیں مگر شکرانہ یعنی تمتع۔ قران اور نفل اور منت کی قربانی میں سنت ہے۔ احصار اور دم کے جرمانہ میں نہ ڈالیں۔ ہدی اگر قران یا تمتع کا ہو تو اس سے کچھ لینا بہتر ہے یونہی اگر نفل ہو اور حرم کو پہنچ گیا ہو اور اگر حرم کو نہ پہنچا تو خود نہیں کھا سکتا فقراء کا حق ہے۔ اور ان تین کے علاوہ نہیں کھا سکتا اور جسے خود کھا سکتا ہے تو مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے نہیں تو نہیں جس کو کھا نہیں سکتا ہے اس کی کھال وغیرہ سے بھی نفع نہیں لے سکتا۔ گوشت حرم کے مساکین کو دینا بہتر ہے۔ اس کی نکیل جھول خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اس کو بطور تصدق دیں۔ تو حرج نہیں۔ ہدی کے جانور پر بلا اشد ضرورت سوار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس پر کچھ لاد سکتا ہے۔

حج کی منت کا بیان

حج کی منت مانی تو حج کرنا واجب ہو گیا۔ کفارہ دینے سے بری الذمہ نہ

ہو گا خواہ یوں کہا کہ اللہ کے لیے مجھ پر حج یا کسی کام کے ہونے پر حج کو مشروط کر دیا اور وہ ہو گیا۔ احرام باندھنے یا کعبہ معظم یا مکہ مکرمہ جانے کی منت مانی تو حج یا عمرہ اس پر واجب ہو گیا۔ ایک کا معین کر لینا اس کے ذمہ ہے۔ پیدل حج کرنے کی منت مانی تو واجب ہے کہ گھر سے طواف فرض تک پیدل ہی رہے اور پورا سفر یا اکثر سواری پر کیا تو دم دے اور اکثر پیدل رہا اور کچھ سواری پر تو اسی حساب سے بکری جتنا حصہ اس کے مقابل برائے خیرات کرے یا پیدل عمرہ کی منت مانی تو سر منڈانے تک پیدل رہے۔ ایک سال میں جتنے حج کی منت مانی سب واجب ہو گئے (عالمگیری وغیرہ) احرام میں نکاح کر سکتا ہے۔ کسی احرام والی عورت سے نکاح کیا تو اگر نفل کا احرام ہے تو کھلوا سکتا ہے اور فرض کا ہو تو دو صورتیں ہیں اگر عورت کا محرم ساتھ ہو تو نہیں کھلوا سکتا اور محرم ساتھ نہ ہو تو فرض کا احرام بھی کھلوا سکتا ہے۔ حج تمام گناہوں کا کفارہ ہے یعنی فرائض کی تاخیر کا جو گناہ اس کے ذمہ ہے وہ انشاء اللہ محو ہو جائے گا۔ واپس آکر پھر ادا کرنے میں دیر کی پھر یہ نیا گناہ ہوا (درمختار) وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہوا تو بہت ثواب ہے کہ یہ دو عیدوں کا اجتماع ہے اور اسی کو لوگ حج اکبر کہتے ہیں۔

فضائل مدینہ منورہ

صحیح مسلم و ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ کی تکلیف و شدت پر میری اُمت سے جو صبر کرے بروز قیامت میں اس کا شفیع ہوں گا۔ دوسری روایات میں ہے کہ میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اُسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسے سیسہ یا اسی طرح جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

حدیث مسلم میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی یا اللہ بیشک

ابراہیم تیرے بندے اور تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور بے شک میں تیرا بندہ ہوں اور نبی ہوں اُنھوں نے مکہ کے لیے تجھ سے دُعا کی اور میں مدینہ کے لیے تجھ سے دُعا کرتا ہوں اسی کی مثل جس کی دُعا اُنھوں نے کی اور اتنی ہی اور یعنی دو چند اور ڈبل۔

حدیث میں ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور مدینہ کو ہمارا محبوب بنا دے جیسا ہم کو مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کی آب و ہوا ہمارے لیے درست فرما دے اور اس کے صاع و مد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو منتقل کر کے جحفہ میں بھیج دے (یہ دُعا اس وقت کی تھی جب ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے اور یہاں آب و ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ناموافق ہوئی کہ پیشتر یہاں وبائی بیماریاں کثرت سے تھیں) اسی طرح علی ابو سعید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے۔

حدیث بخاری و مسلم میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ فریب کرے گا ایسا گھل جائے گا جیسے پانی میں نمک گھلتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اہل مدینہ کو ڈرائے گا اللہ اس کو خوف میں ڈالے گا۔

حدیث طبرانی میں عبادہ بنت صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اہل مدینہ کو ڈرائے اور ان پر ظلم کرے تو اللہ اس کو خوف میں مبتلا کرے گا اور اس پر اللہ اور تمام آدمیوں کی لعنت اور اس کا نہ فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔ اسی طرح نسائی طبرانی میں حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی۔

حدیث۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسی بستی کی طرف ہجرت کا حکم ہوا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی۔ یعنی سب پر غالب آجائے گی لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے۔ لوگوں کو اس طرح پاک وصاف کرے گی جیسے بھٹی لوہے کی میل کو۔

حدیث صحیحین میں حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ مکہ ومدینہ کے سوا کوئی ایسا شہر نہیں کہ وہاں دجال نہ آئے مدینہ کا کوئی راستہ نہیں جس پر ملائکہ پرا باندھ کر پہرہ نہ دیتے ہوں۔ دجال (قریب مدینہ) شور زمین میں آکر اُترے گا اس وقت مدینہ میں تین زلزلے ہوں گے جس سے ہر کافر ومنافق یہاں سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔

حاضری سرکار اعظم سرور دو عالم مدینہ طیبہ محبوب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اُس کے آداب ومتعلقات

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ پارہ (۵) رکوع (6)

ترجمہ: "اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے حضور حاضر ہو کر اور متوجہ ہو کر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی سفارش کریں تو اللہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

حدیث: بیہقی۔ طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری قبر کی زیارت کرے سوا میری زیارت کے اور کسی غرض کے لیے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔

حدیث دار قطنی اور بیہقی میں حاطب وعمرو بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا جو حرمین میں مرے گا قیامت والے دن امن والوں میں اُٹھے گا۔

حدیث ابن عدی کامل میں انھیں سے راوی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

(۱) زیارت روضۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قریب بواجب ہے (۲) حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرو حتیٰ کہ اس بار مسجد شریف کی نیت بھی ساتھ شریک نہ ہو جیسا کہ امام ابن الہمام نے اس کی تصریح کی ہے (۳) حج اگر فرض ہے تو حج کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہو اگر مدینہ طیبہ راستہ میں ہو تو بغیر اجازت زیارت حج کو جانا سخت محرومی اور شقاوتِ قلبی ہے اور اس کی حاضری کو قبول حج وسعادت دینی ودنیوی کے لیے خیال کرے اور حج اگر نفل ہو تو اختیار ہے کہ پہلے حج سے پاک ہو کر محبوب کے دربار میں حاضر ہو یا سرکار میں پہلے حاضری دے کر حج کی نورانیت کے لیے وسیلہ کرے غرض پہلے جو اختیار کرے اس کو اختیار ہے۔ (۴) راستے بھر ذکر درود شریف میں انہماک رکھے اور جس قدر مدینہ قریب آتا جائے شوق و ذوق بڑھتا جائے (۵) جب حرم مدینہ آئے بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہو۔ روتے سر جھکائے آنکھیں بند کیے درود شریف کی کثرت کرو اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو اور جب روضہ انور پر نگاہ پڑے درود شریف کی خوب کثرت کرو (۶) جب شہر اقدس پہنچو جلال وجمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب جاؤ اور دروازۂ شہر میں داخل ہوتے وقت پہلے داہنا قدم رکھو اور یہ پڑھو بِسۡمِ اللّٰہِ مَا شَآءَ

اللہ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (۷) حاضری مسجد سے تمام ضروریات سے جن کا لگاؤ دل بٹنے
کا باعث ہو۔ نہایت جلد فارغ ہو اور کسی بے کار بات میں مصروف نہ ہو۔ معًا وضو
مسواک غسل بہتر سفید کپڑے پہنو، سرمہ خوشبو لگاؤ اور مشک افضل ہے۔ (۸)
اب فوراً آستانۂ اقدس کیطرف خشوع خضوع سے متوجہ ہو اور تضرع زاری کرتے ہوئے
اپنی دلی اُمنگ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف التجا کرو (۹) جب
درِ مسجد پر حاضر ہو صلوٰۃ وسلام عرض کر کے تھوڑا جیسا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگتے ہوئے بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے
رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو۔ (۱۰) اس وقت جو ادب وتعظیم فرض ہے ہر مسلمان
کا دل جانتا ہے آنکھ کان زبان ہاتھ پاؤں دل سب خیالِ غیر سے پاک کرو۔ اگر کوئی
ایسا سامنے آئے جس سے سلام وکلام ضرور ہو تو جہاں تک ہو سکے کترا جاؤ ورنہ
ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر دل سرکار کی طرف ہو (۱۱) مسجد میں آواز بلند مت کرو۔
(۱۲) یقین جانو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے
ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے ان کی اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کی موت صرف کلامِ خدا کی تصدیق کو ایک آن کے لیے تھی ان کا انتقال
صرف نظرِ عوام سے چھپ جانا ہے جیسا کہ مدخل شریف ومواہب لدنیہ وغیرہ میں
ائمہ دین سے منقول ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موت وحیات
میں کچھ فرق نہیں اور برزخی حیاتی دنیوی حیاتی ایک برابر ہے۔ اور اپنی اُمت کو
دیکھ رہے ہیں حتیٰ کہ ان کے حالات وکوائف نیات ارادات، خیالات وغیرہ سب
کو جانتے ہیں۔ (۱۳) اگر جماعت قائم ہو جائے تو شریک ہو جاؤ کہ اس میں تحیۃ
المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق مہلت دے اور وقت کراہت نہ ہو
تو دو رکعت تحیۃ المسجد اور شکرانہ حاضری دربارِ اقدس صرف الحمد للہ وقل ہو اللہ
سے بہت ہلکی مگر رعایت سنّت کے ساتھ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم کے پڑھنے کی جگہ جہاں اب وسط مسجد کریم میں محراب بنی ہے اور

وہاں نہ ملے توجہاں تک ہوسکے اس کے نزدیک ادا کرو پھر سجدہ شکر میں گرو اور دُعا کرو
الٰہی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادب اور ان کا اور اپنا قبول نصیب
کر آمین (۱۴) اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے، آنکھیں نیچے کیے
لرزتے کانپتے گناہوں کی ملامت سے پسینہ پسینہ ہوئے حضور رحیم وکریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے عفو وکرم کی اُمید رکھتے ہوئے حضور والا کی پائیں
یعنی مشرق کی طرف سے مواجہ عالیہ میں حاضر ہو کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے مزار انوار میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہوگئے تو حضور کی نگاہ
بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہانوں میں کافی
ہے (۱۵) اب ذرا ادب کے ساتھ خوف و اُمید پہ زیر قندیل اس چاندی کی کیل
کے سامنے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرہ انور کے مقابل لگی ہے کم از کم چار
ہاتھ کے فاصلہ سے مزار انوار کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھے
کھڑے ہو جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ خلاصہ جس کا یہ ہے کہ حضور کے
سامنے ایسا کھڑا ہو جیسا کہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ (۱۶) جالی شریف کو بوسہ دینے
یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ
کیا یہ کم ہے کہ دربار میں حاضری کا شرف عطا ہوا۔ اب نہایت متادب ہو کر
آواز حزیں سلام عرض کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اَلسَّلَامُ
عَلَیْكَ جہاں تک ممکن ہو یہ سلام عرض کیے جاؤ اور اپنے لیے اور اعزہ واقارب
اور جملہ متعلقین بلکہ سب مسلمانوں کے لیے شفاعت مانگو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہ سلام

پھر اپنے داہنے ہاتھ ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ
نورانی کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْفَةَ رَسُوْلِ
اللّٰہِ الخ پھر اتنا ہی اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام

کرو السلام علیک الخ پھر بالشت بھر مغرب کی طرف پلٹو۔ صدیق اور فاروق کے درمیان ہو کر عرض کرو السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا خَلِیْفَتَیْ رَسُوْلِ اللّٰہ یہ سب حاضرین محلِ اجابت ہیں کوشش کرو۔ (۱۷) پھر جنت کی کیاری میں آ کر دو رکعت نفل غیر وقت مکروہ میں پڑھ کر دعا کرو۔ (۱۸) یونہی مسجد کے ہر ستون کے پاس نماز پڑھو اور دعا مانگو۔ (۱۹) جب تک مدینہ کی حاضری رہے ایک سانس بیکار نہ جائے (۲۰) ہمیشہ مسجد میں جاتے وقت اعتکاف کی نیت کر لو۔ (۲۱) مدینہ طیبہ میں روزہ نصیب ہو (۲۲) یہاں ہر نیکی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے لہذا عبادت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرو (۲۳) قرآن مجید کا کم از کم ایک ختم یہاں اور حطیم کعبہ میں کر لو۔ (۲۴) روضۂ اطہر پر نظر عبادت ہے جب کہ کعبہ اور قرآن پر نظر عبادت ہے۔ شہر سے باہر کہیں گنبد اقدس نظر پڑے فوراً دست بستہ ادھر منہ کر کے صلوٰۃ و سلام پڑھو کہ اس کا عوض دوزخ اور نفاق سے آزادی ہے (۲۵) روضۂ انور کی طرف پیٹھ نہ کرو نماز میں بھی حتی الوسع خیال رکھو۔ (۲۶) روضۂ اطہر کا نہ طواف کرو نہ سجدہ نہ اتنا جھکنا کہ رکوع کے برابر ہو۔ (۲۷) جنت البقیع کی زیارت سنت ہے۔ روضۂ اقدس کی زیارت کے بعد وہاں جائے خصوصاً جمعہ کے دن۔ اس قبرستان میں تقریباً دس ہزار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مدفون ہیں اور تابعین اور تبع تابعین، اولیاء، علماء، صلحاء وغیرہم کی گنتی کا شمار نہیں بوقت حاضری مدفونین کی زیارت کا قصد کرے اور یہ دعا پڑھے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ الخ فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کرے۔ اہل بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان کے مزار پہ حاضر ہو کر سلام عرض کر کے فاتحہ پڑھے۔

اسی طرح جنت البقیع میں جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جو کہ وہاں مدفون ہیں ان کی زیارت اور سلام عرض کرے اور سلام پڑھنے میں الفاظ بطور اختصار فضل نہیں کیے گئے نیز معلم حضرات یہ سب کچھ کرا دیتے ہیں۔ لہذا دعاؤں کے الفاظ اور اسمائے گرامی چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ (۲۸) مسجد قبا میں جائے زیارت کرنے کیلئے

اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس میں نماز عمرہ کی مانند ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر ہفتہ سوار یا پیدل مسجد قبا میں جایا کرتے تھے اور یہی معمول صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی بعد میں رہا۔ (۲۹) شہداء احد شریف کی زیارت کرے حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبور شہداء احد پر آتے اور یہ فرماتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور کوہ احد کی بھی زیارت کرے کہ صحیح حدیث میں فرمایا کہ احد ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تم حاضر ہو تو اس کے درخت سے کچھ کھایا کرو اگرچہ ببول ہو بہتر یہ ہے کہ پنجشنبہ کو صبح کے وقت جائے اور سب سے پہلے حضرت سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور عبداللہ بن حجش اور مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام عرض کرے۔ مختصر یہ کہ شہداء پر سلام عرض کرے (۳۰) مدینہ شریف کے وہ کوئیں جو حضور نبی کریم رؤف رحیم، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں یعنی کسی سے وضو فرمایا اور کسی کا پانی پیا اور کسی میں لعاب دہن ڈالا اگر ان کو کوئی جاننے والا بتانے والا ہے تو ان کی زیارت کرے اور ان سے وضو کرے اور پانی پئے (۳۱) اگر یہ نہ ہو تو مسجد نبوی میں حاضر رہو سیدی ابن ابی جمرہ قدس سرہ جب حاضر حضور ہوئے آٹھوں پہر برابر حضوری میں کھڑے رہتے۔ ایک دن بقیع وغیرہ کا خیال آیا پھر فرمایا یہ ہے اللہ کا دروازہ بھیک مانگنے والوں کے لیے کھلا ہوا ہے اسے چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ ؎

سر ایں جا سجدہ ایں جا بندگی ایں جا قرار ایں جا

(۳۲) وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور تمام آداب کہ کعبہ معظمہ سے رخصت ہونے میں گزرے ملحوظ رکھو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان و سنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا

اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب کر۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اٰمِیْنَ، اٰمِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَابْنِہٖ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کفّارہ وفدیہ دینے کی ترغیب

مریض اور بیمار کے خویش واقربا جس طرح اس کی بیماری کو دُور کرنے میں دوا، دُعا صدقات کے ساتھ کوشش کرتے ہیں۔ اگر مرنے کے بعد بھی میت کے بار گناہ کو ہلکا ہونے کے واسطے فدیہ دینے میں کوشش کریں تو یہ کام ان کا میت کے حق میں زیادہ تر مفید ہوگا۔ علاوہ اس کے میت کے اعزّہ واقارب غیر ثابت رسوم ادا کرنے کی بجائے میت کا کفارہ ادا کرنے کی تدبیر کریں تو اللہ تعالٰی سے پوری اُمید ہے کہ زندے اور مردے ثواب سے محروم نہ رہیں گے اللہ تبارک وتعالٰی توفیق عطا فرمائے۔ ارشاد خداوندی تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی اچھے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ نیز فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ رب کریم نیک کام کرنے والوں کا ثواب ضائع نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ زندوں کے صدقات وخیرات سے مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔

کفّارہ کی تعریف

شریعت میں کفارہ اس کام کو کہتے ہیں جو کسی گناہ کے عوض کیا جائے مثلاً رمضان کا ایک روزہ جو نیت کرنے کے بعد توڑے اس کے عوض ساٹھ روزے رکھنے کا شریعت میں حکم ہے پس اس کا نام کفّارہ ہے۔

اسی طرح پر میت کے روزے، نماز، دروغ حلفی یعنی جھوٹی قسم کا کفارہ ہے جو فدیہ دینے سے ادا ہوتا ہے۔

کفارہ و فدئے کا بیان

فدیہ ایک مسکین کی خوراک دینے کو کہتے ہیں۔ شرع میں اس کی تعداد آدھا صاع گیہوں یا اس کا آٹا اور اگر جو یا چنے یا باجرہ یا خرما دے تو ایک صاع دینا چاہیئے۔

وجوب کفارہ کا بیان

وجوب کفارہ کے لیے تین شرطیں ہیں:
(۱) میت کا مال دار ہونا (۲) وصیت کرنی میت کی کہ میرے ترکہ سے میرے وہ روزے اور نمازیں زکوٰۃ وغیرہ جو مجھ سے ترک ہو چکے ہیں ان کا کفارہ دیا جائے (۳) کافی ہونا میت کے تہائی مال ترکہ کا تجہیز و تکفین وغیرہ کے بعد کفارہ دینے کے واسطے۔ پس ان تین شرطوں کے پائے جانے کے بعد وارثان میت پر واجب ہوتا ہے کہ میت کے چھوٹے ہوئے نماز روزوں وغیرہ کا فدیہ ادا کریں اور اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو پھر وارثانِ میت پر فدیہ دینا واجب نہیں ہاں اگر وارثانِ میت از خود میت کا کفارہ ادا کریں تو ان کا احسان ہے اور ظاہر ہے کہ میت پر احسان کرنا ثواب سے خالی نہیں۔

فدیہ اور کفارہ دینے کا طریقہ

فدیہ کا طریقہ یہ ہے کہ میت کی عمر معلوم کی جائے اور اس سے نو سال عورت کے لیے اور بارہ سال مرد کے لیے نابالغی کے نکال دو جتنے سال بچیں ان کا حساب لگاؤ کہ کتنی مدت تک میت بے نماز اور بے روزہ رہا یا بالغ ہونے کے بعد کتنی نمازیں اور روزے رہ گئے ہیں کہ نہ پڑھیں اور نہ ہی قضا کیں۔ ان تمام میں فدیہ کی وہی مقدار ہے جو کہ روزہ میں ہے یعنی روزہ کی طرح ہر قضا نماز کا فدیہ نصف صاع گندم یا ایک صاع جو جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو ایک دن کی چھ نمازیں پانچ فرض

اور ایک وتر واجب ان سب کا فدیہ تقریباً گیارہ سیر گندم ہوا اور ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ تقریباً گیارہ سیر گندم ہوا، اور ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ تقریباً ۹ من گندم ہوا۔ اور سال کی نمازوں کا ۱۰۸ من گندم ہوا۔ اب فرض کیجیے کسی کے دس پندرہ سال کی نمازیں قضاء ہوں تو سینکڑوں من غلہ خیرات کرنا ہوگا۔ شاید کوئی اچھا مالدار تو کر سکے لیکن غرباء سے ناممکن سا ہے۔ لہذا امیت کی سہولت کے پیش نظر اگر فدیہ دینے میں یہ طریقہ اختیار کر لیا جائے تو اُمید کہ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر میت کی مغفرت فرما دے کہ مثلاً میت کے ورثاء بقدر وسعت گندم یا اس کی قیمت لے کر کسی مسکین کو اس کا مالک کر دیں وہ مسکین کسی دوسرے مسکین کو یا خود مالک کو بطور ہبہ دے دے اور وہ پھر اس مسکین کو صدقہ دے دے ہر بار کے صدقہ میں ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ ادا ہوگا۔ بارہ بار صدقہ کیا ایک سال کا فدیہ ادا ہوا۔ اسی طرح چند بار گھمانے سے پورا فدیہ ادا ہو جائے گا۔ نمازوں سے فارغ ہو کر اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ کا ادا کر دیں اللہ تعالیٰ سے پوری اُمید کہ وہ میت کی مغفرت فرما دے۔

اسی طرح جھوٹی قسم کا کفارہ لازم آتا ہے تمام عمر کی قسموں کے دس فدیے دے یعنی بیس سیر گندم یا چالیس سیر جو وغیرہ۔ اور جھوٹی قسم سے مراد جو آئندہ کام کے لیے کھائی گئی ہو۔ مثلاً کسی نے کہا کہ کل یا پرسوں خدا کی قسم یہ کام کروں گا اور پھر اس نے وہ کام نہ کیا پس ایسی قسم کا کفارہ دیا جاتا ہے۔ کسی گزشتہ جھوٹی بات پر قسم کھانے پر یہ کفارہ لازم نہیں آتا۔

عورت میت کے فدیے میں تو یہ کہ علاوہ ایام نابالغی کے پچپن برس کی عمر تک جس قدر اس کی نمازوں کے فدیے ہوتے ہیں ان میں سے ہر سال ایام حیض کے چھتیس دنوں کی نمازوں کا فدیہ کم کر کے جو باقی رہے اس کا دیا جائے پچپن عمر سے زائد جس قدر عمر عورت میت کی ہو ان دنوں کی نمازوں کے فدیے اور روزوں کے فدیے سے کچھ کم نہ کرنا چاہیئے اگر ممکن ہو تو جس قدر نماز روزے میت نے اپنی زندگی میں ادا کیے ہوں۔ ان کو نکال کر بقیہ عمر کے نماز روزے کا

حساب نکالیں ورنہ کل روزوں اور نمازوں کا حساب کرنا چاہیئے۔ بلکہ یہی بہتر ہے کس لیے
کہ میت کی نماز اور روزے کے ادا کرنے کی تعداد کم تر کسی کو معلوم ہو سکتی ہے اور یہ
بیان اور ادا فدیہ کی تفصیل اس وقت ہے جب میت مال دار ہو اور اگر میت مفلس
اور نادار ہو تو اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اسقاط فدیہ کا حیلہ

میت مفلس ہے یا اس کا تہائی مال فدیہ دینے کو کافی نہیں ہو سکتا پس ایسی صورت
میں حیلہ مذکورہ کے ساتھ فدیہ دینا جائز ہے بلکہ فدیہ نہ دینے سے یہ حیلہ اسقاط
قطعاً بہتر ہے۔ جیسا کہ درمختار اور اشباہ و نظائر میں مذکور ہے۔

حیلہ اسقاط فدیہ قرآن مجید کے ساتھ

حیلہ اسقاط کا صحیح طریقہ تو وہی ہے جو کہ اُوپر مذکور ہوا۔ لیکن بعض جگہ
اسقاط فدیہ کا حیلہ یوں کرتے ہیں کہ مسجد سے قرآن مجید کا ایک نسخہ منگوایا
اور اس پر ایک روپیہ رکھ دیا اور چند لوگوں نے اس کو ہاتھ لگایا اور پھر واپس
مسجد میں رکھ دیا پس قضا نمازوں کا فدیہ ہو گیا۔ یہ طریقہ صحیح نہیں۔
اور بعض یوں کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی کوئی قیمت ادا نہیں کر سکتا اور
اس کے برابر کوئی شے قیمتی نہیں ہے۔ لہذا جب قرآن شریف کا نسخہ خیرات
کر دیا تو سب نمازوں کا فدیہ ادا ہو گیا۔ مگر یہ بھی درست نہیں۔
کیونکہ اس میں اعتبار تو قرآن مجید کے کاغذ لکھائی چھپائی کا ہے۔ اگر
دو روپیہ کا یہ نسخہ ہے تو دو روپے کی خیرات کا ثواب ملے گا ورنہ پھر وہ مال دار
حضرات جن پر ہزارہا سالانہ زکوٰۃ واجب آتی ہے وہ کیوں اتنا خرچ کریں گے
صرف قرآن مجید کا نسخہ لے کر خیرات کر دیں گے۔ غرضیکہ یہ طریقہ درست نہیں
یعنی اس سے مقصد حاصل نہ ہو گا نہ یہ کہ یہ حرام ہے۔ بلا دلیل کسی شے کو اپنی

رائے سے حرام کہنا جائز نہیں۔ بلکہ جس قدر خیرات ہو گی اسی قدر ثواب مل جائیگا

فدیہ کب دینا چاہیئے

فدیہ اور اسقاط فدیہ قبل از دفن میت اگر ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ جب ہو سکے دیا جا سکتا ہے۔

کیا اجنبی فدیہ دے سکتا ہے

وارث کے سوا اگر کوئی شخص اجنبی اپنے مال سے کسی میت کا فدیہ ادا کر دے تو شرعاً جائز اور موجب ثواب ہے۔

ضروری تنبیہ

بعض محتاج بے خبر اس وجہ سے کہ میت کے گناہوں کا بار فدیہ لینے والے کے سر پر پڑے گا ایسے فدیے یا قرآن لینے سے انکار کرتے ہیں یہ خیال صحیح نہیں بلکہ اگر سمجھیں تو لینے والا بھی ایسے کارِ خیر میں معین و مددگار ہوتا ہے اور کار خیر میں مدد کرنی بہر صورت کار ثواب ہے۔

حیلہ شرعی کا ثبوت

کسی حرام شے سے بچنے کے لیے یا حلال شے کو حاصل کرنے کے لیے یا شرعی ضرورت پوری کرنے کی خاطر شرعی حیلے جائز ہیں اور قرآن مجید میں اس کا واضح ثبوت موجود ہے۔

دیکھیے حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ میں اپنی بیوی کو سو لکڑیاں ماروں گا اللہ کریم نے ان کو تعلیم فرمایا کہ تم ایک جھاڑو لے کر ان کو مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔ دیکھو سو لکڑیوں کو مارنے کی بجائے جھاڑو کے تنکے

ارنے کے حیلہ سے قسم کو پورا کروا دیا۔ قرآن مجید میں یہ قصّہ منقول ہے۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ

حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ اپنے برادر خورد بنیامین علیہ السلام کو اپنے پاس رکھیں اور راز ظاہر نہ ہو اس کے لیے بھی ایک حیلہ ہی فرمایا جیسا کہ مفصل سورہ یوسف میں مذکور ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سارہ نے قسم کھائی کہ اگر میں قابو پاؤں گی تو حضرت ہاجرہ کا کوئی عضو قطع کروں گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی آئی کہ ان کی آپس میں صلح کرا دو۔ حضرت سارا نے فرمایا کہ میری قسم کیسے پوری ہو تو ان کو تعلیم دی گئی کہ حضرت ہاجرہ کے کان چھید دیں۔

علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید کی طرح احادیث اور اقوال فقہار میں سے بھی متعدد حوالجات پیش کیے جا سکتے ہیں جس سے روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ حیلہ شرعی جائز ہے۔

قضا عمری

بعض جگہ مسلمان رمضان کے حجۃ الوداع کے دن کچھ نوافل بصورت قضا عمری پڑھتے ہیں بعض لوگ اس کو حرام اور بدعت کہتے ہیں اور لوگوں کو بلاوجہ روکتے ہیں جو کہ ناجائز و زیادتی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

اَرَاَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى

ترجمہ: بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔

معلوم ہوا کہ کسی نمازی کو نماز سے بلا وجہ روکنا سخت جرم ہے آخر قضا عمری بھی تو نماز ہے اس سے روکنا ہرگز جائز نہیں اور قضا عمری کی اصل یہ ہے کہ تفسیر روح البیان پارہ نمبر ۷ سورہ انعام زیرِ آیت وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۔ ـــــ ایک حدیث میں نقل کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو مرد یا عورت

نادانی سے نماز چھوڑ بیٹھے پھر توبہ کرے اور شرمندہ ہو اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے تو وہ جمعہ کے روز ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی اور قل ہو اللہ احد اور سورہ فلق اور سورہ الناس ایک ایک بار پڑھے تو خدا تعالیٰ اس سے قیامت کے دن حساب نہ لے گا۔ اس حدیث کو مختصراً الاحیاء میں ذکر کیا ہے۔

صاحب روح البیان اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہیں کہ توبہ کرنے اور نادم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ تارک الصلوٰۃ بندہ شرمندہ ہو کر تمام نمازیں قضا شدہ پڑھے کیونکہ توبہ کہتے ہی اس کو ہیں پھر قضا کرنے کا جو گناہ ہوا تھا وہ اس قضا عمری نماز کی وجہ سے معاف ہو جائے گا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازیں قضا نہ پڑھو صرف یہ نماز پڑھ لو سب ادا ہو گئیں یہ تو روافض بھی نہیں کہتے کہ وہ چند روز کی نمازیں ایک وقت میں پڑھ لینا جائز سمجھتے ہیں بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ سال بھر تک تو نماز نہ پڑھو بس جمعتہ الوداع میں بارہ رکعت پڑھ لو تو سب معاف ہو گئیں پس مطلب وہی ہے جو صاحب روح البیان نے بیان فرمایا اور مسلمان اسی نیت سے پڑھتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ مشکوٰۃ کتاب الحج باب الوقوف بعرفہ میں ایک حدیث ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عرفہ میں حاجیوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ سوائے مظالم (حقوق العباد) کے مغفرت ہو گئی بعدہٗ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر مزدلفہ میں دعا فرمائی تو مظالم یعنی حقوق العباد بھی معاف فرما دیئے اس کا وعدہ ہو گیا مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی شخص سے قرض کسی کو قتل کر دو اور کسی کی چوری کر لو اور حج کر آؤ سب معاف ہو گیا نہیں بلکہ ادا فرائض میں تاخیر اور حقوق العباد میں خلاف وعدہ تاخیر ہو گئی تھی وہ معاف کر دی گئی۔ اصل حقوق العباد بہر حال ادا کرنے ہوں گے۔ بہرحال باقی کو وعدہ مغفرت پر اعتماد کر کے ترک کر دینا غیر مناسب ہے کیونکہ وعدہ خاتمہ بر ایمان و عمل صالح پر موقوف ہے بہر صورت اگر مسلمان اس قضا عمری کے

پڑھنے یا سمجھنے میں غلطی کرے تو اس کو سمجھا دو نماز پڑھنے سے نہیں روکنا چاہیے اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے اگرچہ یہ حدیث ضعیف بھی ہو جب بھی فضائل اعمال میں معتبر ہے۔

قبر پر قرآن خوانی

بعض جگہ رواج ہے کہ اگر مسلمان کا انتقال جمعہ کے علاوہ کسی اور دن ہو جائے تو میت کے ورثاء اس کی قبر پر حافظ قرآن سے جمعہ تک قرآن خوانی کراتے ہیں بعض لوگ منع کرتے ہیں مگر قبر پر قرآن خوانی کرنا بہت ہی باعث ثواب ہے اس کی اصل یہ ہے کہ مشکوٰۃ کتاب عذاب القبر میں ہے کہ میت کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اَتَاهُ مَلَكَانِ۔ جب لوگ دفن کر کے لوٹتے ہیں تب دو منکر نکیر فرشتے سوالات کے لیے آتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ دفن کرنے والوں کی موجودگی میں سوال قبر پیش نہیں ہوتا ہے اور پھر شامی جلد اوّل باب الصلوٰۃ میں ہے کہ آٹھ شخصوں سے سوال قبر نہیں ہوتا:

(۱) شہید (۲) جہاد کی تیاری کرنے والا (۳) طاعون سے مرنے والا (۴) زمانہ طاعون میں کسی بیماری سے مرنے والا بشرطیکہ دونوں صابر ہوں۔ (۵) صدیق (۶) نابالغ بچہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں مرنے والا (۷) ہر رات سورہ ملک پڑھنے والا یا مرض موت میں یعنی جس میں فوت ہو جائے (۸) روزانہ سورہ اخلاص پڑھنے والا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو جمعہ کو مرے اس سے سوالات قبر نہیں ہوتے تو اگر کسی کا انتقال مثلاً اتوار کو ہوا اور بعد دفن سے ہی آدمی وہاں موجود رہا تو اس کی موجودگی کی وجہ سے سوال قبر نہ ہوا اور جب کہ جمعہ آ گیا سوال قبر کا وقت نکل چکا تھا اب قیامت تک نہ ہو گا تو یا یہ عذاب الٰہی سے میت کو بچانے کی ایک تدبیر ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قوی امید ہے کہ اس پر رحم فرمائے اور جب کہ آدمی وہاں پر بیٹھا ہے تو بے بیکار بیٹھا بیٹھا کیا کرے گا قرآن پاک کی تلاوت کرے جس سے میت کو بھی فائدہ ہوا اور قاری کو بھی۔

کتاب الاذکار امام نووی باب مایقول مابعد الدفن میں ہے:

قَالَ الشَّافِعِیُّ یُسْتَحَبُّ اَنْ یَقْرَاْ عِنْدَہٗ شَیْاً مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا فَاِنْ خَتَمُوا الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ کَانَ حَسَنًا

ترجمہ: یعنی قبر کے پاس کچھ تلاوت کرنا مستحب ہے اور اگر پورا قرآن پڑھیں تو اچھا ہے۔

قبر پر اذان دینا

دفن کے بعد اذان دینا ایک جائز امر ہے۔ حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف بَابُ مَایُقَالُ عِنْدَ مَنْ حَضَرَہُ الْمَوْتُ میں ہے۔

لَقِّنُوْا اَمْوَاتَکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ تلقین کرو۔ دنیاوی زندگی کے خاتمہ پر دو بڑے خطروں کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک تو جان کنی کا۔ دوسرا قبر میں سوالات کا۔ جان کنی کے وقت اگر خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہو تو عمر بھر کا کیا ہوا سب برباد ہوا۔ اور اگر قبر کے امتحان میں کامیابی نہ ہوئی تو آئندہ زندگی برباد ہوئی۔ دنیا میں اگر ایک سال امتحان میں فیل ہو گیا تو سال آئندہ امکان ہے مگر یہاں یہ بھی نہیں اس وجہ سے زندوں کو چاہیئے کہ ان دونوں وقتوں میں مردوں کی مدد کریں کہ مرتے وقت کلمہ توحید پڑھ پڑھ کر سنائیں اور دفن کے بعد اس وقت تک کلمہ کی آواز پہنچائیں کہ اس وقت دنیا سے کلمہ پڑھتا ہوا جا رہا ہے اور اب اس امتحان میں کامیاب ہو گیا ہے۔ شامی جلد اول باب الدفن بحث تلقین بعد الموت میں ہے:

وَقَدْ رُوِیَ عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنَّہٗ اَمَرَ بِالتَّلْقِیْنِ فَیَقُوْلُ یَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ اُذْکُرْ دِیْنَکَ الَّذِیْ کُنْتَ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دفن

کے بعد تلقین کرنے کا حکم دیا پس قبر پر کہے کہ اے فلاں کے بیٹے فلاں تو اس دین کو یاد کر جس پر تو تھا۔

عُرس کا ثبوت

بزرگانِ دین کی تاریخ وفات کو اس وجہ سے عرس کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر میں ہے کہ جب قبر میں نکیرین میت کا امتحان لیتے ہیں اور کامیاب ہوتا دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُہٗ اِلَّا اَحَبُّ اَھْلِہٖ تو اس دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا تو چونکہ نکیرین نے اس کو اس دن عروس کہا تھا۔ اس وجہ سے وہ روزِ وفات عرس کہلاتا ہے یا اس لیے کہ وہ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے کا دن ہے کہ نکیرین میت کو اٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان کو کیا کہتا تھا وہ کہتا ہے کہ وہ خلقت کے دولھا ہیں تمام عالم انہی کے دم کی بہار ہے اور وصالِ محبوب کا دن عرس کا دن ہے لہذا یہ دن عرس کہلاتا ہے۔

عرس کی حقیقت صرف اسی قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی و صدقات کا ثواب پہنچانا اور میت کا قابلِ تعریف کردار پیش کرنا اور ان کے شرعی محاسن پر عمل پیرا ہونے کی دعا کرنا۔

اور حدیث کے علاوہ اقوال فقہاء میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ شامی جلد اول باب زیارۃ القبور میں ہے:

ترجمہ: ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور بعد میں خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اسی طرح کرتے رہے۔ دیکھو تفسیر کبیر اور تفسیر درمنثور۔

شاہ عبد العزیز صاحب فتاویٰ عزیزیہ صد ۴۵ پر فرماتے ہیں:

ترجمہ: دوسرے یہ کہ بہت سے لوگ جمع ہوں اور ختم قرآن کریں اور کھانے شیرینی پر پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں اور یہ رسم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہ تھی لیکن اگر کوئی کر لے تو حرج نہیں بلکہ زندوں سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جواز پر بہت زور دیتے ہیں اور خود اپنا عمل یوں بیان کرتے ہیں: "فقیر کا مشرب اس امر (عرس) میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہے گاہے اگر وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات ص ۹۲ پر ہے:

عرب شریف کے لوگ حضرت احمد بدوی رحمہ اللہ کا عرس دھوم دھام سے کرتے ہیں۔ خاص کر علماء مدینہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس کرتے رہے۔ جن کا مزار احد پہاڑ پر ہے۔ غرض کہ دنیا بھر کے مسلمان علماء صالحین خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں اور جس کو مسلمان اچھا جانیں (یعنی متشرع مسلمان) وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔ بہر صورت عرس کے جواز میں کچھ شبہ نہیں۔ اگر عرس میں کوئی شرعاً ناجائز امر کسی سے سرزد ہو جائے تو اس کی وجہ سے عرس ناجائز اور حرام نہ ہوگا بلکہ ناجائز کو روکنے اور مٹانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

شامی بحث زیارۃ القبور کتاب الجنائز میں ہے:

ترجمہ: زیارۃ قبور اس لیے نہ چھوڑ دے کہ وہاں ناجائز کام ہوتے ہیں جیسا کہ عورت مرد کا خلط کیونکہ ان جیسی ناجائز باتوں سے مستحب امور نہیں چھوڑے جاتے بلکہ یہ امر ضروری ہے کہ زیارت قبور میں ہر بدعت ناجائز کو رد کے اس

کی تائید وہ گزشتہ مسئلہ کرتا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑے اگرچہ اس کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوں۔

دیکھئے فتح مکہ سے خانہ کعبہ کے گرد بُت تھے اور کوہِ صفا و مروہ پر بھی بت تھے۔ مگر بتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے نہ طواف چھوڑا اور نہ عمرہ ہاں جب اللہ نے قدرت دی تو بتوں کو مٹا دیا۔ ایسے ہی سفر میں مردوں اور عورتوں حتیٰ کہ حج شریف میں یہ اختلاط موجود ہے۔ مگر اصل شے کو کوئی منع کرتا۔

قبر کی طرف سفر

سفر کا حکم اس کے مقصد کی طرح ہے۔ یعنی حرام کام کے لیے سفر ناجائز اور جائز کے لیے جائز اور سنت کے لیے سنت اور فرض کے لیے فرض۔ حج فرض کے لیے سفر بھی فرض ہے۔ جہاد و تجارت کے لیے سفر سنت کہ یہ کام خود سنت ہیں اور روضۂ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے سفر واجب کیونکہ یہ زیارت واجب ہے۔ دوستوں کی ملاقات اور علاج کرانے کے لیے حکماء کی طرف سفر کرنا جائز کیونکہ یہ خود جائز ہیں۔ چوری ڈکیتی کے لیے سفر حرام کہ خود حرام ہیں مختصر یہ کہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارت کا نام ہے اور زیارت قبر سنت ہے لہٰذا اس کی طرف سفر کرنا سنت ہی میں شمار ہو گا۔

قرآن میں بہت سے سفروں کا ذکر ہے۔ ہجرت۔ تجارت۔ کسی بزرگ کی زیارت کے لیے اولاد کی ملاقات۔ تبلیغ کے لیے جن ملکوں پر عذاب الٰہی آیا ان کی طرف عبرت پکڑنے کے لیے سفر کرنا تفصیل سے موجود ہے تو جب اس قدر سفر ثابت ہوئے تو مزارات اولیاء کے لیے سفر کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوا کیونکہ یہ حضرات طبیب روحانی ہیں اور ان کے مزارات پر پہنچتے ہی شان الٰہی نظر آتی ہے کہ اللہ والے وفات کے بعد بھی دنیا پر راج کرتے ہیں اس سے ذوق عبادت پیدا ہوتا ہے اور ان کے مزارات پر دُعا جلد قبول ہوتی ہے جیسا کہ

شامی جلد اول بحث زیارتِ قبور میں مذکور ہے۔
فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحتہ ص۵۹ پر ہے۔
"زیارت بزرگان کے لیے سفر کر کے جانا علماء اہلسنت میں مختلف ہے۔ بعض درست کہتے ہیں اور بعض غیر درست دونوں اہلسنت کے علماء ہیں مسئلہ مختلف فیہا ہے اس میں تکرار درست نہیں۔ اور فیصلہ بھی ہم مقلدوں سے محال ہے۔
خلاصہ یہ ہوا کہ سفر زیارت کے لیے ہو یا کسی اور وجہ پر اس کا حکم اس کے مقصد سے ظاہر ہوتا ہے اور مقصد زیارت قبر جو کہ شرعاً جائز ہے یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مطلقاً یہ ارشاد فرمایا کہ اَلَا فَزُوْرُوْهَا تو سفر کیوں حرام ہوگا۔ نیز دینی و دنیوی کام کے لیے سفر کیا ہی جاتا ہے اور یہ بھی ایک دینی کام کے لیے سفر ہے یہ کیوں حرام ہو۔
بہر صورت زیارت قبر کے لیے سفر جائز ہے جیسا کہ قرآن وحدیث میں عمل علماء سے ثابت و متحقق ہے۔

کفنی یا الفی لکھنے کا جواز

قبر میں شجرہ یا غلاف یا دیگر تبرکات کا رکھنا یا مردے کے کفن یا پیشانی یا انگلی یا مٹی یا کسی چیز سے عہد نامہ یا کلمہ طیبہ لکھنا شریعت میں جائز ہے۔ کیونکہ قبر میں متبرک اشیاء کو رکھنا مردہ کی مغفرت کا وسیلہ ہو سکتا ہے اور وسیلہ شریعت میں جائز ہے۔
قرآن مجید میں ہے وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ لاؤ اور تبرکات بطور وسیلہ ہیں۔
حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا کہ میری قمیص لے جاکر میرے والد ماجد کے منہ پر ڈالو وہ بینا ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لباس شفا بخشتا ہے۔ کیونکہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی قمیص تھی

مشکوٰۃ شریف باب غسل المیت اُم عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے کر فارغ ہوئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنا تہہ بند شریف دیا اور فرمایا کہ اس کو تم کفن کے اندر جسم میت سے متصل رکھ دو۔

اس حدیث کی شرح میں لمعات میں ہے کہ یہ حدیث صالحین کی چیزوں اور اُن کے کپڑوں سے برکت حاصل کر لینے کی اصل ہے۔ بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب من اعدّ الکفن میں ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تہہ بند پہنے ہوئے باہر تشریف لائے۔ کسی صحابی نے وہ تہ بند آپ سے مانگ لیا صحابہ کرام نے کہا آپ کو اس وقت تہہ بند کی ضرورت تھی اور عادت کریمانہ سائل کو ردّ کرنے کی نہیں تو تم نے کیوں مانگ لیا انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم کہ میں نے پہننے کے لیے نہیں لیا میں نے تو اس لیے لیا ہے کہ یہ میرا کفن ہو۔ حدیث میں ہے کہ وہی اس کا کفن ہوا۔

اسی طرح ابو نعیم نے آثار الصحابہ میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص میں کفن دیا اور کچھ دیر ان کی قبر میں خود لیٹے پھر ان کو دفن کیا۔ اس پر لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے قمیص تو اس وجہ سے پہنائی کہ ان کو جنت کا لباس ملے اور ان کی قبر میں آرام اس وجہ سے کیا کہ ان سے تنگی قبر دُور ہو۔

امام ترمذی حکیم ابن علی نے نوادر میں روایت کی ہے کہ جو شخص اس دُعا کو لکھے اور میت کے سینہ اور کفن کے درمیان کسی کاغذ پر لکھ کر رکھے تو اس کو قبر کا عذاب نہ ہوگا۔ اور نہ وہ منکر نکیر کو دیکھے گا اور دعا یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

درمختار جلد اول باب الشہید سے کچھ قبل میں ہے۔ میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو اُمید ہے کہ رب تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے اسی طرح فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔ شاہ عبدالعزیز فتاویٰ عزیزیہ میں فرماتے ہیں کہ میت کی قبر میں شجرہ شریف رکھنا بزرگان دین کا معمول ہے اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ میت کے سر کی طرف دیوار میں ایک طاقچہ بنا کر شجرہ کا کاغذ اس میں رکھیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں اپنے والد ماجد سیف الدین قادری قدس سرہٗ کے احوال میں فرماتے ہیں کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ بعضے وہ اشعار اور کلمات جو کہ عفو و بخشش کے مناسب ہوں کسی کاغذ پر لکھ کر میرے کفن میں رکھ دینا۔

عقلی طور پر بھی یہ جائز ہے کہ قبر پر گھاس پھول کی تسبیح سے میت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ تو قبر کے اندر جو تسبیح وغیرہ لکھی ہوئی ہو اس سے فائدہ کیوں نہ پہنچے گا۔ نیز قبر کے باہر سے میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے کہ اللہ کا نام اس کے کان میں پہنچ جائے تاکہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہو تو وہ ہی اللہ کا نام لکھا ہوا دیکھ کر بھی مردے کو جواب منکر نکیر یاد آنے کی اُمید ہے کہ یہ بھی ایک گونہ تلقین ہی ہے۔ اور اس وجہ سے بھی جائز ہے کہ اللہ والوں کے نام سے مصیبت ٹلتی ہے۔ جلتی ہوئی آگ بجھتی ہے گھبرایا ہوا دل قرار پاتا ہے جیساکہ اصحاب کہف کے اسمائے گرامی سے متعدد مقامات پر مدد برکت دفع مصائب کی دعا کی جاتی ہے اور ان کے نام لکھ کر پلائے جاتے ہیں دم کیا جاتا ہے رکھے جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ کفنی وغیرہ کا حیلہ وسیلہ شرعًا و عقلًا جائز ہے یعنی اللہ کریم سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مغفرت فرمادے اور ہزاروں چیزیں ہیں کہ محض توقع اور اُمید کے بل بوتے پر کی جاتی ہیں۔

اولیاء کرام کے نام پر جانور پالنا

بعض لوگ جو کہ فاتحہ شریف یا گیارھویں یا میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لیے کچھ عرصہ پیشتر مرغے اور بکرے وغیرہ پلتے ہیں اور خوب موٹا تازہ کرتے ہیں اور میلاد وغیرہ کی تاریخ پر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے ہیں اور کھانا پکا کر فاتحہ کر کے فقراء صلحاء وغیرہ مستحقین کھلاتے ہیں اور جانور اسی نیت سے پالا گیا اور اسی وجہ سے اس کو گیارھویں کا میلاد کا بکرا، گائے کہہ دیتے ہیں یہ شرعًا جائز ہے اور نہ ہی عقلی طور پر اس میں قباحت و برائی ہے کہ یہ ایک ایصال ثواب کی صورت ہے مگر مانعین اس کو منع کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس جانور کو مسلمان یا اہل کتاب مالک ہو یا غیر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے وہ حلال ہے اور جس حلال جانور کو مشرک غیر مسلم مرتد ذبح کرے وہ حرام ہے اسی طرح مسلمان اگر دیدہ دانستہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ چھوڑ دے یا خدا کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرے تب بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ کہ حرام و حلال میں ذبح کرنے والے کا اعتبار ہے نہ مالک کا اگر مسلمان کا جانور مشرک ذبح کرے تو مردار ہے۔ اگر مشرک نے بت کے نام پر جانور پالا مگر مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا تو حلال ہے اور عمر بھر جانور قربانی کا تھا۔ مگر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا تو حرام ہے۔ اسی کو قرآن نے وما اہل بہ لغیر اللہ وہ جانور حرام ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ کیونکہ پکارنے سے مراد وہی ہے کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔ ورنہ مال، دولت، زمین وغیرہ جملہ مقبوضات سب کی سب حرام ہو جائیں گی کہ یہ سب مالک و قابض غیر اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں آیت مذکورہ کے ماتحت یوں فرمایا:

اَیْ رَفْعُ الصَّوْتِ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ کَقَوْلِھِمْ بِاسْمِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی عِنْدَ ذَبْحِہٖ۔

یعنی اس جانور پر نام لیا گیا ہو جیسا کہ کفار بوقت ذبح کہتے ہیں باسم اللات والعزیٰ اسیطرح تفسیر جلالین، تفسیر خازن، مدارک، لباب التاویل میں اسی آیت مذکورہ کی تفسیر میں منقول ہے۔

تفسیرات احمدیہ میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جس گائے کی اولیاء اللہ کے لیے نذر مانی گئی جیسا ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔ یہ حلال و طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ اگرچہ گائے کی نذر دلی کے لیے مانتے ہیں۔ اس سے گیارھویں وغیرہ کی تقریبات کے جانور جن کی نذر مانی جاتی ہے۔ سب حلال اور جائز ہیں کہ بوقت ذبح ان پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ تفسیرات احمدیہ کے مصنف مولانا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ بزرگ ہیں جو کہ عرب و عجم کے علماء کے اُستاد ہیں اور مخالفین بھی ان کو تسلیم کرتے ہیں۔

شامی باب الذبح میں ہے جاننا چاہیئے کہ حلت و حرمت کا دارو مدار ذبح کے وقت کا ہے۔ یعنی ذبح سے پہلے کی نیت اور نام کا اعتبار نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری باب الذبح میں ہے مسلمان نے مجوسی کی وہ بکری جو ان کے آتش کدہ کے لیے یا کافر کی ان بتوں کے لیے تھی ذبح کی وہ حلال ہے کیونکہ اس پر مسلمان نے اللہ کا نام لیا ہے مگر یہ کام بلا حصول ملکیت شرعاً مسلمان کے لیے مکروہ ہے۔ اسی طرح تاتارخانیہ میں جامع الفتاویٰ سے منقول ہے۔ دیکھیے یہ جانور کس نام پر پلا ہے۔ مگر چونکہ اللہ کے نام پر ذبح ہوا ہے۔ لہذا حلال ہے۔ خیال فرمایئے گا گیارھویں یا میلاد کا بکرا اس بت پرست کے بکرے سے بھی گیا گزرا ہے کہ وہ حلال ہو اور یہ حرام۔

بہر صورت ثابت ہو گیا کہ گیارھویں وغیرہ کا جانور جب کہ اس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے حلال و طیب ہے۔

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات کی تعظیم کرنا

اولیاء کرام و بزرگان دین اور واجب الاحترام حضرات کے ہاتھ پاؤں

ملاحظہ فرمایئے قرآن میں ہے:
وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ
یعنی اے بنی اسرائیل تم بیت المقدس کے دروازے یا زمین میں سجدہ کرتے ہو داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں۔ معلوم ہوا کہ بیت المقدس جو کہ انبیاء کرام کی آرام گاہ ہے۔ اس کی تعظیم اس طرح کرائی گئی کہ وہاں بنی اسرائیل کو سجدہ کرتے ہوئے جانے کا حکم دیا نیز یہ بھی معلوم ہو کہ متبرک مقامات پر توبہ قبول ہوتی ہے۔
مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعانقہ فصل ثانی میں ہے۔ حضرت ذراع سے مروی ہے کہ یہ وفد عبدالقیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے۔ پس ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔
نوٹ: عربی عبارات کے تراجم ذکر کر دیئے گئے تاکہ طوالت نہ ہو اصل کے ساتھ ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔
مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرہ الموت ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا حالانکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔
شفاء شریف میں ہے۔ جس منبر پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے اس پر حضرت عبداللہ بن عمر اپنا ہاتھ لگا کر منہ پر رکھتے تھے۔
شرح بخاری ابن حجر پارہ ۶ صفحہ ۱۷ پر ہے کہ ارکانِ کعبہ کے چومنے سے بعض علماء نے بزرگانِ دین وغیرہم کے تبرکات کا چومنا ثابت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منبر یا قبر انور چومنا جائز ہے یا کیسا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔
توشیح میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ حجر اسود کے چومنے سے بعض عارفین نے بزرگانِ دین کی قبروں کا چومنا ثابت کیا ہے۔

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے ہاتھ پاؤں چومنا اور ان کے لباس نعلین بال غرضیکہ سارے تبرکات اسی طرح کعبہ معظمہ قرآن شریف، کتب احادیث کے اوراق کا چومنا جائز ہے اور باعثِ برکت ہے۔ بلکہ بزرگانِ دین کے بال، لباس و جمیع تبرکات ان کی تعظیم کرنا ان سے لڑائی وغیرہ مصائب میں امداد حاصل کرنا قرآن سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ پارہ ۲۰ رکوع

بنی اسرائیل سے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کو چین اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں۔ معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی کہ اٹھالائیں گے اس کو فرشتے۔ اس آیت کی تفاسیر معتبرہ خازن، روح البیان، مدارک، جلالین وغیرہا میں لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کی تصاویر جو کسی انسان نے نہ بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کا عمامہ وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل جب کسی دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لیے اس کو سامنے رکھتے تھے۔ جب خدا سے دعا کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر دعا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اور آبِ زمزم، صفا مروہ، بیت اللہ مقام ابراہیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں کا دھوون، غسالہ، وضو، قرآن مسجد وغیرہ بے تعداد چیزیں موجب الاحترام ہیں مسلمان ان کی عزت کرتا ہے بوسہ لیتا ہے چومتا ہے۔

مشکوٰۃ میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر آئے مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی پیا انھوں نے برکت کے لیے وہ حصہ کاٹ کر رکھ لیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر کے پاس آپ کا

جبہ تھا مدینہ شریف میں جب کوئی بیمار ہوتا تو آپ کا جبہ وہ دھو کر پلاتیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کا پانی لے لیا تو لوگ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دوڑے جس کو اس غسالہ کی تری مل گئی منہ پر مل لی اور جس کو نہ ملی اس نے دوسرے کی تری منہ پر مل لی۔ (مشکوٰۃ شریف)

اسی طرح عالم یا عادل بادشاہ کی تعظیم اور ماں باپ کی قبر چومنی، اس کو بوسہ دینا بلکہ عالمگیری اور شامی میں متعدد جگہ بوسہ کو تعظیمی طور پر جائز رکھا ہے۔

بہر نہج بخوبی ثابت ہوا کہ شرعی اور عقلی طور پر ایسی چیزوں کا احترام کرنا جن کے اکرام و احترام کا جواز شرعاً موجود ہے امر جائز ہے اور موجب برکت ہے۔

شراب نوشی و دیگر منشیات کی حرمت

قرآن پاک اور حدیث پاک میں ہر ایسی چیز کی ممانعت کر دی ہے جن کے استعمال سے دنیا و آخرت میں ہر طرح کا خسارہ ہو اور اللہ کریم اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی ہو۔ چنانچہ شراب نوشی کے سلسلہ میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ

اے ایمان والو شراب، جوا، ازلام، انصاب وغیرہ جاہلیت کے وہ کام ہیں جو تم پر حرام ہیں۔ کیونکہ یہ حسب ذیل قباحتوں کا ذریعہ ہیں:

۱۔ یہ کام شیطان کا ہے اور وہ اس کی وجہ سے اپنے تاثرات پھیلاتا ہے۔

۲۔ ان سے بغض اور عداوت اور متعدد کدورتیں پیدا ہوتی ہیں۔

۳۔ یہ چیزیں انسان کو اس کے ضروری فرائض اور ذمہ داریوں سے روکتی ہیں۔

۴۔ اور اللہ کے ذکر سے روکتی ہیں۔

۵۔ نماز سے روکتی ہیں۔

۶۔ ان سے معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں کہ شراب سے بدمست ہو کر وہ کام کر جاتے ہیں۔ جن کو ہوش کی حالت میں نہیں کرتے۔ متعدد قتل، خودکشیاں

ناقابل برداشت حوادث روزانہ پیش آتے ہیں۔

۷۔ مذہبی برائی بھی ان سے ظہور میں آتی ہے کہ یہ پینے والا اتنا بیہوش ہو جاتا ہے کہ نماز جیسا اہم فریضہ ترک کر دیتا ہے۔ بلکہ وہ دین کے ساتھ اپنے دنیاوی کاموں میں بھی کسی کام کا نہیں رہتا۔

۸۔ اخلاقی طور پر بھی گر جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں شرم و حیا کم رہ جاتی ہے۔

۹۔ اپنے فطرتی جذبات اور طبعی اخلاق و عادات میں اس کا طرز عمل بھی قابل تعریف نہیں رہتا۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے بھی ان چیزوں کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ مثلاً:

۱۔ آپ نے ہر نشہ آور شے کو حرام کہا ہے۔ (بخاری) جس نے دنیا میں شراب نوشی کی اور توبہ کیے بغیر مر گیا وہ جنتی پاکیزہ شراب سے محروم کر دیا جائیگا (مسلم)

۲۔ جو شراب پیتا ہے اس سے اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے (بخاری) یعنی جب تک سچی توبہ نہ کرے۔

۳۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

خدا تعالیٰ نے شراب کے پینے والے، خریدنے والے۔ دوسروں کے لیے نچوڑنے والے اپنے لیے بنانے والے جس کے لیے لے جائی جائے ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابو داؤد)

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی اپنی دنیوی و اُخروی زندگی کو قابل تحسین بنانے کے لیے ہر طرح کی منشیات مستی، بیہوشی لانے والی چیزوں سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔

سونے چاندی سے متعلق بعض احکام

چاندی سونے کا استعمال کلی طور پر منع نہیں ہے۔ بلکہ بعض جگہ ان کا استعمال

جائز ہے مثلاً سونے چاندی کے بٹن، تکمہ، چاندی کی انگوٹھی میں سونے کے ٹندلے سونے چاندی کے دوشالے۔ چادر کے آنچلوں عمامہ کے پلوؤں واسکٹ صدری کی آستینوں، جیبوں پر سونے چاندی کا کام ہو جاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ کوئی بیل بوٹا چار انگل عرض سے زائد نہ ہو یہ جائز ہے۔ کسی چیز میں سونے چاندی کی تار یا پتر جڑے ہوں جائز ہے۔ مگر منہ رکھنے کی جگہ پر یہ تار و پتر انہ ہو ایسے ہی پلنگ کرسی کاٹھی میں بیٹھنے کی جگہ یہ کام نہ ہو۔ لگام۔ تلوار۔ نیزہ۔ تیر کمان۔ بندوق۔ قلم پر یہ کام ہو اس پر ہاتھ منہ نہ لگے۔ چاندی سونے کی گھڑی مرد کے لیے حرام ہے۔ اسی طرح مرد کے لیے ریشم کا ازار بند حرام اور اس سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ سونے چاندی کے گھڑی کے چین ناجائز ہیں۔ عورتوں کے لیے چاندی سونے کی گھڑی بصورت زیور پہننی جائز ہے۔ مگر ٹائم دیکھنا اس کو بھی منع ہے۔ پیتل۔ تانبے۔ لوہے۔ سیسہ کا زیور نہ عورتوں کو جائز ہے نہ مردوں کو۔ سونے کی انگوٹھی مرد کو پہننی ناجائز ہے۔ صرف چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ والی جو ۴ ½ ماشہ سے کم ہو مرد کے لیے پہننا سنت ہے۔ مگر اس کے ساتھ چھلا نہ ہو۔ چاندی کی بیلٹی تلوار کا پرتلا۔ ہلتے دانتوں میں چاندی کا تار باندھنا، چاندی کا دانت لگانا جائز ہیں بلکہ حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے کے تار اور دانت بھی لگانے جائز ہیں۔ جھوٹے تلے کا جوتا اور ٹوپی۔ کلاہ مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہے۔ سچے کام کا جوتا گو مغرق ہو عورتوں کے لیے جائز ہے اور مردوں کے لیے اس وقت جائز ہے کہ مغرق نہ ہو۔

کھانے پر قرآن پڑھنا جائز ہے

حدیث شریف میں ہے کہ جب کھانا شروع کرو تو پہلے بسم اللہ پڑھ لیا کرو اور ظاہر ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن ہے کہ اس کی جز ہے تو جب کھانا کھاتے وقت بحکم حدیث بسم اللہ پڑھے گا تو کھانے پر قرآن پڑھا گیا کیونکہ سورہ اور پارہ وغیرہ

قرآن ہے۔ تو بسم اللہ بھی قرآن ہے گو ایک آیت ہے۔
بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ بسم اللہ کھانے پر پڑھنے سے وہ کھانا شیطان پر حرام ہو جاتا ہے یعنی کھانے پر قرآن بسم اللہ پڑھنے سے جس پر وہ کھانا حرام ہوتا ہے وہ ابلیس شیطان ہے۔ مومن مسلمان پر وہ حرام نہیں ہوتا۔ بلکہ بابرکت ہو جاتا ہے۔
نیز قرآن پڑھنا جائز اور کھانا بھی جائز تو جب الگ الگ ہر دو جائز ہیں تو دونوں جمع ہو کر کیسے حرام ہو گئے۔ یعنی کھانا پانی دودھ پھل چاول وغیرہ الگ الگ سب جائز اور حلال تو پھر جمع ہو کر حرام کیسے ہو گئے۔ العجب ثم العجب۔

نیک کاموں کے لیے وقت مقرر کرنا جائز ہے

اعمال نیک کے لیے کسی وقت کا معین کر لینا جائز امر ہے۔ شریعت میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی وغیرہ سینکڑوں احکام ہیں جو اوقات معینہ میں سرانجام پائے جانے ضروری ہیں۔ دنیوی و اخروی تمام اُمور معین وقت پر موقوف ہیں۔ مدارس۔ مکاتب۔ تعطیل و امتحان و شادی ہزاروں کام وقت معین پر کیے جاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ پند و نصیحت کے لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعرات کا دن کسی مصلحت کی وجہ سے متعین کر رکھا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجدِ قبا میں ہر ہفتہ جایا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہداء اُحد پر ایصالِ ثواب کرنے جایا کرتے تھے۔ بہر صورت یہ تعین وقتی کسی مصلحت کی وجہ سے دینی و دنیوی و اُخروی اُمور میں سب جگہ جائز ہے۔

فاتحہ نذر و نیاز

فاتحہ یا نذر و نیاز یہ شرعاً جائز ہے اور اس کا انکار بے معنی بات ہے ظاہر کہ ہر

فرد جانتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ کھانا کھلانا قرآن پڑھنا پڑھوانا عمل خیر ہے۔ اس کا ثواب پہنچانا جائز ہے۔

قرآن میں وارد ہے:

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: یعنی نیکی کرو تاکہ فلاح اور خلاصی پاؤ۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری والدہ دفعتہً انتقال کر گئیں اور چاہتی تھیں کہ کسی چیز کی وصیت کریں لیکن نہ کر سکیں۔ اب اگر میں ان کے نام پر صدقہ کروں تو ان کو ثواب ملے گا۔ حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ملے گا۔ (بخاری، مسلم)

حدیث شریف میں ہے کہ میت مسلمان ہو پس اگر کسی نے اس کے نام پر غلام آزاد کر دیا یا کوئی اور چیز صدقہ کر دی یا حج کرایا تو اس کا ثواب اس کو پہنچے گا۔

ھدایہ فقہ کی مشہور کتاب میں یوں مذکور ہے کہ ایصالِ ثواب میں اصل یہ ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل نماز، روزہ، صدقہ اور کسی نیکی کا ثواب میت کو پہنچائے اور یہ اتفاقی طور پر جائز ہے۔

شرح عقائد نسفی میں ہے کہ علماء اہلسنت وجماعت کے نزدیک نیک اعمال کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

فاتحہ کے وقت کھانا وغیرہ سامنے رکھنا

فاتحہ دیتے وقت کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دو مینڈھے قربانی فرمائے اور اس وقت جب گوشت سامنے موجود تھا ایصالِ ثواب فرمایا یعنی ذبح کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ یہ میری طرف سے ہے اور میری اُمت کے ان افراد کی طرف کی طرف سے ہے جنھوں نے قربانی نہیں کی۔

ثابت ہوا کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایصالِ ثواب کیا
اُس وقت گوشت سامنے موجود تھا اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ ایصالِ ثواب کرنا ہو تو وہ چیز
سامنے ہو تاکہ ہر چیز کا ملاحظہ کرتے ہوئے نام لے کر ایصالِ ثواب کیا جائے۔ نیز اگر
سامنے رکھیں تو ایک گونہ ترغیب ہے۔ تاکہ دیکھنے والے بھی زیادہ سے زیادہ چیزوں پر ایصالِ
ثواب کریں۔ نیز اس لیے بھی کہ خیر و برکت کی دُعا کے لیے چیزیں سامنے ہوتی ہیں۔ حضور
نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد بار اور کئی جگہ چیز کو سامنے رکھ کر دعا
خیر و برکت کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ بخاری وغیرہ میں مذکور ہے۔ کہ آپ نے کھجوروں
کے سامنے ہوتے ہوئے اس پر بیٹھ کر دُعا کی ہے۔ ایسے ہی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ
کی دعوت پر برکت کے لیے آٹا اور ہنڈیا سامنے تھے۔ ان پر خیر و برکت کی دعا کی۔ اسی
طرح ایصالِ ثواب کے وقت بھی اگر وہ اشیاء سامنے رکھ لے تو کیا حرج ہے نیز ایک
شخص کوئی صدقہ جھولی میں ڈال کر فقراء و غرباء کو ایصال ثواب کی خاطر تقسیم کرے تو کیا
قباحت ہے۔ بلکہ ادب و احترام یہی ہے کہ جس کا ایصالِ ثواب مطلوب ہو اس کو
سامنے رکھے جیسا کہ بزرگانِ دین اور عوام و خواص کا معمول چلا آرہا ہے۔

فاتحہ وغیرہ کے تبرک کا استعمال

اس کی کئی صورتیں ہیں ایک صدقہ مفروضہ جیسا کہ زکوٰۃ اور دوسری واجبہ جیسا
کہ کفارہ وغیرہ۔ یہ فقراء مساکین کو لینا جائز ہے یہ لوگ اس کا مصرف صحیح ہیں اور اغنیاء کو
ان کا لینا جائز نہیں۔ تیسری صورت صدقہ نافلہ ہے جو کہ ہر امیر و غریب لے سکتا
ہے۔ بہر صورت ہر قسم کا صدقہ موجب اجر و ثواب ہے۔

مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

بعض لوگ اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ ناقابل

استعمال اور حرام ہے۔ جس کی وجہ سے گیارھویں پیر کا بکرا وغیرہ جانوروں یا چیزوں کو حرام کہتے ہیں مگر ان کا آیت مذکورہ کا یہ معنی بیان کرنا درست نہیں ہے۔

۱۔ اوّل اس وجہ سے کہ تفاسیر معتبرہ اہل سنت وجماعت میں اس کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے جو چیز اللہ کے نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے۔ یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ پر باسم اللات والعزیٰ وغیرہ کہہ کر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنے بتوں کا نام لے کر جانوروں کو ذبح کرتے تھے۔ جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے کہ جس پر کسی غیر اللہ کا بوقت ذبح نام لیا جائے وہ حرام ہے جیسا کہ مفردا امام راغب ص ۵۲۲ جلالین شریف، مدارک، کبیر وغیرہ معتبرہ تفاسیر میں اسی آیت کی تفسیر میں موجود ہے۔ بلکہ تفسیر احمدی میں یہ امر بیان کیا گیا ہے کہ آیت کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ جو گائے اولیاء کے لیے نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رسم ہے وہ حلال طیب ہے۔ کیونکہ اس پر گو غیر اللہ کا نام پکارا گیا یعنی گیارھویں وغیرہ لیکن بوقت ذبح اس پر اللہ ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ لہذا یہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل نہیں خلاصہ یہ کہ جن چیزوں پر غیر اللہ کا نام لیا گیا یا غیر اللہ کے نام سے ان کو پکارا گیا جیسا کہ کفار اور مشرک بتوں کے ناموں پر جانوروں کو ذبح کرتے وقت انہی کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ ان کو اگر ذبح کرتے وقت اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے تو وہ حلال وطیب ہیں نہ کہ حرام، وہ کسی کو بحیرہ اور کسی کو سائبہ کسی کو حام وغیرہ کہتے تھے۔

۲۔ دوم یوں کہ کافروں نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑ رکھے تھے۔ کسی کو بحیرہ، کسی کو سائبہ کسی کو حام کہتے تھے۔ جب اسلام آیا وہ جانور بھی قبضہ میں آ گئے لیکن اس وجہ سے کہ ان پر بتوں کا نام لیا گیا تھا اہل اسلام نے ان کو حلال نہ سمجھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان جانوروں کو جو بتوں کے نام سے منسوب کیے گئے اور ان کو بحیرہ، سائبہ وغیرہ کہا گیا ہے حرام نہیں کیا۔

بلکہ یہ کفار و مشرکین کا محض بہتانِ عظیم ہے۔ واقع میں وہ حلال و طیب ہیں۔ دیکھئے
کہ غیر اللہ پہ پکاری ہوئی چیز حرام نہیں ہوئی۔

۳۔ سوم یہ کہ اگر کسی چیز پر غیر اللہ کا نام آنے پر وہ حرام ہو جاتی ہے تو لازم آتا ہے
کہ جن چیزوں پر غیر اللہ کا نام بولا جائے وہ سب حرام ہوں۔ حالانکہ یہ کہنا
حرام و باطل و ناجائز ہے۔ کیونکہ کہا جا سکتا ہے کہ زمین، مال، مکان، جانور
کپڑے، بیوی بچے وغیرہ پر غیر اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو وہ سب حرام ہو
جائیں۔ جس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزیں حرام
ہو جائیں۔ بہر نہج یہ روز روشن سے زیادہ واضح ہو گیا کہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ
لِغَيْرِ اللّٰهِ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ جس پر غیر اللہ کا نام آ گیا وہ حرام حرام
اشد حرام ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بوقت ذبح جانور پہ اگر اللہ کے علاوہ
کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہے۔ اور ۱، ۳، کا استعمال ناجائز ہے۔

اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پہ رہنے کی توفیق دے اور اسی پہ خاتمہ فرمائے۔

آمین ثم آمین

احقر عباد اللہ المتین خادم الحدیث الحاج مولانا محمد مہر الدین جماعتی
حنفی نقشبندی چاہ میراں لاہور